

فلسفۃ الاسلام (فن ہیئت)

تصنیف

آیۃ اللہ العظمیٰ حکیم الامت علامہ ہندی سید احمد نقوی

ناشر

نور ہدایت فاؤنڈیشن

حسینیہ حضرت غفران مآب، مولانا کلب حسین روڈ، چوک،

لکھنؤ-۲۲۶۰۰۳ (یو۔ پی)۔ انڈیا

Noor-e-Hidayat Foundation

Imambara Ghufuranmaab, Maulana Kalbe Husain Road,

Chowk, Lucknow-3 INDIA

Website: www.noorehidayatfoundation.org

www.naqeeblucknow.com

E-mail: noorehidayat@gmail.com, noorehidayat@yahoo.com

Ph:0522-2252230 Mob :08736009814,09335996808

کتابخانه بنیاد

فلسفۃ الاسلام

جلد ۲

فن ہیت

مصنف: معین العلامہ مولانا سید احمد صاحب مجتہد العصر
 حواشی: مولانا سید محمد ابراہیم صاحب طائف
 بقائیں: مولانا ناصر سہاروی مجتہدین برکات کریمیل حاج نواب فتح عینی صاحب

بہارِ قلباش بکتاب
 ستمبر ۱۲۹۱ھ

مکتبہ دارالعلوم دیوبند

باب پہلا ماہیت افلاک میں

۱۔ متقدمین فلاسفہ کا خیال ہے کہ افلاک ایک سخت جرم ہیں نہ جگہ میں نہ زیادہ جاری ہیں نہ غایت خرق و التیام ممکن ہے نہ کمی زیادتی نہ کون و فساد و زوال نہ کسی سمت میں اسکے تغیر ہو سکتا ہے سب باقی و سرمدی ہیں ہمیشہ متحرک رہیں گے ایک طرح سے وہ اجرام ہوا افلاک میں ٹھکے ہوئے ہیں مثل چاند سورج و دیگر کواکب یہ سب اجسام کر دی ہیں جو ہر فلکی کی جنس سے ہیں اور جو ہر فلکی وہ جو ہر ہے نہ کون و فساد نہ قبول کرنا نتیجہ یہ ہے کہ کل اجرام فلکیہ کون و فساد نہیں قبول کرتے۔

۲۔ سب اجسامی ہیں۔
افلاک کی دو قسمیں کی ہیں گلی جو بہت بڑے بڑے افلاک ہیں اور مرکب ہیں چھوٹے افلاکوں سے اور جزئی چھوٹے فلک ہیں جن سے افلاک کلیہ کی ترکیب ہوئی ہے اسی بنا پر تمام افلاک میں اختلاف ہے۔

۳۔ دو کیوس "۲ فلکوں کا قایل ہے" "کالیوس" ۳ فلکوں کا قایل ہے "جو موناکیا" ۳ کہتا ہے "ارسطو" ۴ "فراسکاؤر" ۷ کا قایل ہے۔

ہائیک یونانین نے یہ سب لکھ لیا ہے صفات فلک میں کہ اسکی حرکت کو اور اسی حرکت کہتا ہے اور اجرام فلکی کو ذی روح اور صاحب حیات قرار دیا ہے حتیٰ کہ کہتے ہیں فلک حیوان کامل ہے سر اور دم کا ہے نہ اسکو اشتہا ہوتی ہے نہ غضب میں آتا ہے

ہیئتہ جدیدہ میں کوئی فلک کا قایل نہیں ہے انکے نزدیک فلک علالت و رضیہ کا نام ہے ہر ستارہ فضا میں متحرک ہے اور وہم اس حرکت کیواسطے ایک خط وہی فرض کرتا ہے جو مارا کہلاتا ہے متاخرین اسکو فلک کہتے ہیں انکے نزدیک عالم جمالی آفتاب ہو یا ماہتاب ثابت ہوں یا سیارات سب حادث ہیں و اما زمانہ تا۔ ایک ایسا زمانہ تھا جس میں خدا آفتاب تھا و ماہتاب

عالم جمالی کا حادث ہے

زمین و سیارات و ثوابت گرد و درون اور لاکھوں سال کے بعد۔ فتر رفتہ بہرے
 وجود میں آئی ایک زمانہ انکے فنا کا بھی ہو گا نہ یہ ہمارا شمس ہو گا نہ قمر ہو گا نہ دیگر
 کو اکب ہونگے اس حدوث و فنا کو سدیدوں کی بحث میں ثابت کیا ہے اگرچہ
 اختلاف اس بارے میں ہے کہ کیونکر ہر شے کی خلقت ہوئی لیکن اصل سلسلہ حدوث
 میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے نہ اس کے زوال و فنا میں کیونکہ اختلاف
 ان حکماء نے زمین کے حالات دیکھ کر اسکی پوری تاریخ لکھی ہے اور اس کے گذشتہ
 قایمہ حالات اور خلقت کی کیفیت اور زمانہ ٹھکان زمین اور ابتداء سے حالت
 اور اسکی بعد کی کیفیت اور زمانہ معموری و آبادی زمین پہاڑوں کی عمر نباتات کی
 کیفیت کہ کب روئیدگی ہوئی اور کیونکر ہوئی کب دیر و روح کا وجود ہوا اور کیونکر ہوا
 انسانی خلقت کب ہوئی اور کیونکر ہوئی۔ یہ جملہ امور جیالوجی اور بیالوجی وغیرہ میں
 مفصل لکھے ہیں اور انہیں مسائل سے اجراء فطریہ کے حدوث و زوال پرستمال
 کیا ہے کیونکہ انکے نزدیک سب ایک ہی مادہ سے بنے ہیں لہذا سب حدوث
 و فنا میں ایک طبیعت ایک خاصیت ہونگے۔

۴۔ معقدین میں بھی سب سے حکماء قایل ہیں کہ فلک کوئی جسم نہیں ہے۔
 ”ویمقرطیس“ قایل ہے کہ فلک کوئی جسم نہیں کو اکب فضا میں معلیٰ و متحرک ہیں
 (مشہد الکائنات) متحرک کا قول ہے۔ فلک کوئی جسم نہیں کو اکب کے
 مدارات کو فلک کہا ہے (بحار)

بھٹی کا قول۔ افلاک پانی کا بیج ہیں جنہیں کو اکب تیرتے پھرتے ہیں سیاحت
 نہیں ہو سکتی مگر پانی کی وجہ سے (بحار)
 ”شعبی“ نے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے ابی الجبلہ کو حقیقت افلاک کے
 بارے میں لکھا انھوں نے جواب دیا افلاک موج ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے ہوئے
 ہیں (بحار)

بعض نے کہا ہے۔ مدار فلک سے دائرہ معدل النہار ہے (بحار)

اَوّاحدی نے کہا ہے فلک دوران کیوجہ سے کہا جائے ہے ہر سہرہ فلک ہے
 فلک السمار نام ہے اطواق سجدہ کا جس میں ستارے چلتے ہیں۔ فلک الجار ہے
 کہتے ہیں جب لڑکی جوان ہو اور چھاتی گول ہو جاوے۔ انھیں معنوں میں فلک منزل
 ہے اور کشتی کو فلک اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ پانی سے گردش کرتی ہے۔
 ابن اثیر نے کہا ہے فلک اُن داروں کو کہتے ہیں جنہر ستارے حرکت کرتے ہیں
 (قاموس) راغب اصفہانی "فلک اُس دار کو کہتے ہیں جنہر کو اکب حرکت کرتے ہیں
 (معرفات) ابن قتیبة "فلک دار نجوم کا نام ہے۔

اس کل بیان سے معلوم ہوا کہ اہل لغت و محدثین و حکما پہلے بھی مار کو اکب کو فلک
 کہتے تھے اور یہ بدیہی ہے کہ فلسفہ جدیدہ کی ترقی و ایجاد ہزار سال پہلے ہی ہوئی
 قبل اسکے ان اہل لغت و محدثین و اہل اسلام کو اطلاع حقیقت فلک پر بوجہ
 والہام نہیں ہوئی کیونکہ یہ نبی و امام نہ تھے نہ فلسفہ جدیدہ سے اطلاع تھی کیونکہ اسکے زمانہ
 ترقی بہت بعد ہے۔ لہذا یہی سبب ہے کہ وہ لوگ ان صحیح معنوں پر مطلع تھے
 اور اسلامی نبی کے ارشادات اور مواظ و ہدایات اور سیار و اولیاء سے باخبر
 مطلع تھے جنھوں نے بدون اپنے وہی اوطنی خیالات کی آمیزش کے
 صاف صاف فلک کے معنی بتا دیے اور اسی بنا پر لفظ فلک اور اسکے
 مشتقات ہمیشہ لغت عرب میں شے مستندہ میں مستعمل ہوتے ہیں جنہر استدارت
 عرقیہ ہو جیساکہ۔ جب لڑکی کی چھاتی گول ہوتی ہے تو کہتے ہیں "تھالہ
 نڈی المراء" اور ہر گول شے کو فلک کہتے ہیں اور اسی وجہ سے فلک منزل
 کہتے ہیں (قاموس)

اور اسی تحقیق کے مطابق فلسفہ جدیدہ میں بھی مدار ہر ستارے کا ملکہ شہاب ثاقب
 اور کوٹ اور زمین و ابر و غیرہ ہر ایک کی حرکت و رفتار کی بجائے کو فلک کہتے ہیں
 یہی حالت قدیم مسلمانوں کی بھی ہے۔ پس جو لوگ فلک کی جسم متحرک کو کہتے
 ہیں یہ یونانیوں کی تقلید ہے اسلامی تحقیق نہیں جس پر کوئی اعتراض و شبہ ہو۔

۳۔ اسلامی تعلیم میں فلک جسکو کہا ہے اُس سے بھی کوئی ایسا جسم مرو نہیں ہے جو ستاروں کو محیط ہو۔ ظاہر کلمات شرع اسی کی دلیل ہے کہ مدار کو اکب کے فلک میں۔

(الف) کل فی فضاء یسبحون (سورہ یس) کل ستارے افلاک میں پھرتے ہیں۔ یہ ارشاد بالکل فلسفہ قدیم کے خلاف اور ہیئتہ جدیدہ کے مطابق ہے اس لیے کہ متقدمین کو اکب کو افلاک میں ٹٹکا کہتے ہیں جس سے حرکت کو اکب کی بواسطہ فلک ہوگی اور ظاہر آیت دلالت کرتی ہے کہ کو اکب بالذات متحرک ہیں جیسے مچھلی دریا میں تیرتی ہے اسی بنا پر امام فخر الدین رازی کو چارہ نہ ہو قابل ہو گئے کہ افلاک کو سکون ہے کو اکب زمین اسطرح سے حرکت کرتے ہیں جیسے مچھلی پانی میں (تفسیر کبیر)

اور یہ بھی آیت سے ثابت ہوا کہ ہر ستارہ اپنے ہی مدار میں متحرک ہے نہیں ہے کہ بہت سے فلک ہوں جیسا کہ متقدمین افلاک بزمیہ کے قائل ہیں۔

(ب) والستار جلت تبعا (سورہ نازعات) اور چلتے ہیں ستارے نیز فتاویٰ ائمہ مفسرین مثل قتادہ وغیرہ کے کہتے ہیں کہ مدار اسے نجومین۔ یہاں نفس کو اکب کا ذکر ہے فلک وغیرہ کا ذکر نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ حرکت کو اکب بالذات ہے۔ (ج) والقمر قد وناہ منازل حق عا د کا العرجی القدیہ (سورہ یس)

چاند کے لیے بننے منز میں ہیں کہیں یہاں تک کہ وہ ہو جاتا ہے مثل عا د تا بنی کے۔ یہ ارشاد بھی منیتہ قدیم پر درست نہیں ہے اس آیت کی تقدیر ماننا ہوگی۔ چاند کیواسطے بننے معین کی مثال اُس کے فلک کی منازل کے موہبہ میں اور پھر بھی مطلب صحیح ہو گا دو ذرا بیان باقی رہیں گی۔

ایک۔ مگر اگر فلک میں ٹٹکا ہوا ہے اور فلک کو حرکت ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلی تاریخ ہلال افق مغربی میں دیکھائی دیتا ہے بعد اُس کے روز بروز بلند ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ چودھویں تاریخ کو ماہ کامل افق مشرقی میں نظر آتا ہے۔ اس معلوم ہوا

کہ فلک کو حرکت ہے جو قمر کو متحرک کر رہی ہے مغرب سے مشرق کی طرف مگر یہ بھی دیکھائی دیتا ہے کہ چاند مثل آفتاب یا اور ستاروں کے مشرق سے مغرب کی طرف حرکت کرتا ہے یہاں تک کہ افق مغربی میں غروب ہو جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ فلک قمر مشرق و مغرب میں دونوں سمتوں میں حرکت کرتا ہے اور یہ محال ہے اس لیے کہ ایک جسم کا ایک ہی وقت و سمت مخالفین میں حرکت کرنا خلاف عقل ہے لہذا معلوم ہوا کہ قمر فلک میں ہٹکا ہوا نہیں ہے اور اس دوہری حرکت کا سبب یہ ہے کہ قمر کا طلوع و غروب حرکت ذاتی کے سبب نہیں ہے بلکہ ظاہر نظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے اور سبب اصلی اس کا زمین کی گردش عروجی ہے جسکی وجہ سے کل ستارے طلوع و غروب کرتے ہیں اور حرکت قمر کو اس کے منازل میں ہے ہلال سے بدر ہوتا ہے اور پھر گھٹ کر ہلال ہو جاتا ہے اور دوسری حرکت جو محسوس ہوتی ہے یہ سبب حرکت زمین کے ہے۔

دوسرے۔ بنا بر تحقیق اگر تاویل آیت کیجاوے تو یہ غرابی بھی ہوتی ہے کہ علم مساحت و مناظر سے ثابت ہے کہ جرم قمر اثنائے گردش نہ زمین کی گردش کے قریب آ جاتا ہے اور کبھی اس سے دور ہٹ جاتا ہے۔ بعد کی کمی بیشی جسکی تعداد قریب چھبیس خہرا میل کے ہے اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جرم قمر آزادانہ حرکت کرتا ہے چھبیس آیت میں ہے کہ ”قمر کے لیے منازل ہیں“ اگر آزادانہ حرکت نہ ہوتی تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ کبھی چھبیس خہرا میل کرہ ارض سے متصل ہو جاتا اور پھر اتنا ہی دور ہٹ جاتا معلوم ہوا کہ قمر کسی چیز میں ہٹکا ہوا نہیں ہے بلکہ سطح سے کرہ ارض جسکے ہر جایہ طرف فضا نظر آتی ہے ہر جویسی ستون وغیرہ پر پھر نہیں ہے بلکہ فضا سے فاعل و دین کشش آفتاب سے معلق ہے اس سطح جرم قمر بھی زمین کی کشش سے معلق کھنچا ہوا آزادانہ حرکت کرتا ہے پس قمر کی حرکت کی کمی بیشی کا سبب یہ ہے کہ اس خود کے منازل ہیں اور اس کے منازل کا دائرہ یعنی قمر کا دائرہ گردش بیضیادی ہے اس لیے کہ اگر بالکل

مدور ہوتا تو مطابق تعریف دائرہ کے بُعد میان مرکز و مرکز ارض کے ہمیشہ یکساں ہوتا۔

(۵) جناب امیر علیہ السلام خطبہ میں فرماتے ہیں: ”ہر معلق فلک یا کوکب کھلک کو آسانی فضا میں (نیج البلاغہ، بحار) اسکا ظاہری مطلب یہی ہے کہ فلک سے مدار تارون کے مراد ہیں جو مثل معلق کے فضا میں معلق ہیں۔ اور بنابر تحقیق قدیم درست نہیں اس لیے کہ وہ افلاک کو آسمان سے جدا نہیں سمجھتے۔

(۶) امام جعفر صادق علیہ السلام نے آسمان و کوکب کی خلقت میں فرمایا ہے: ”اور جاری کیا ستاروں کو فلک میں (تفسیر ابراہیم قمی، بحار) متقدمین اجرام فلکی کو بالذات ساکن سمجھتے ہیں اور افلاک کی حرکت محوری اور غیر امتقالی قرار دیتے ہیں جس سے لفظ تجزیگان صحیح نہیں البتہ بنا بر تحقیق جدید درست ہو گا اگر فلک سے مراد مدار ہو اور ستاروں کو ذاتی حرکت ہو۔

(۷) حدیث کعب الاحبار من امام حسن علیہ السلام نے جناب امیر علیہ السلام روایت کی ہے: ”خدا نے معین کیا فلک اسکا اور ہر آسمان میں شہاب ہیں اور ستارے سطح سے معلق ہیں جیسے قندیلین مسجد میں آویزان ہوں اس کثر کے جنکا بجز خدا کوئی شمار نہیں کر سکتا“ (تفسیر فرات، بحار) صاف فرمایا ہے کہ ستارے معلق ہیں کشش ایک دوسرے کو کھینچی ہی تھکے ہوئے نہیں ہیں۔

(۸) امام جعفر صادق علیہ السلام نے زندقہ سے فرمایا جبکہ: ”خدا نے تدبیر ستاروں کی طرح کی ہے کہ فلک میں شناوری کرتے ہیں“ (احتجاج طبرسی، بحار) یہ بھی جدید تحقیق کے مطابق ہے اور قدیم مسلک کا رد ہے۔

(۹) اے خدا تو قادر ہے ستاروں کے منتقل کرنے پر انکی چلنے کی جگہوں میں مدارات پر (بحار، رسالہ آخارہ سید اس طاووس) اس دعا کے فقرہ ”و نقل“ ”مدارات“ ”مسیر“ ان سبکی صریحی ہدایت ہے کہ ستارہ بالذات متحرک ہیں

اور کوئی جسم نہیں جس میں ٹھکے ہوں۔
(ط) سائل۔ مغرب و مشرق میں کتنی دوری ہے۔ جناب امیر جنتی مسافت ہوگی
سائل۔ ہوا کی مسافت کتنی ہے۔

جناب امیر۔ بقدر دوران فلک۔

سائل۔ دوران فلک کی کیا مقدار ہے۔

جناب امیر۔ سورج کے ایک دن کی رفتار۔

سائل۔ سیح فرمایا آپ نے اے مولا (بجاء)

اس سوال جواب میں صاف بتایا ہے کہ مقدار ہوا اور دوران فلک ایک ہے
یعنی مدار کو کب کا اور اتنی ہی مسافت مشرق و مغرب میں ہے۔

(می) ابن عباس نے کہا ہے کہ دو ستارے آسمان میں معلق ہیں (کتاب
شیخ ابویوسف سمرقندی، بجاء الانوار) صاف بتایا ہے کہ فلک کوئی جسم نہیں
جس میں ستارے ٹھکے ہوں۔

(ی) عبداللہ بن سلام نے رسول خدا سے نقل کیا ہے فرمایا: تمام ثوابت
و ستارے ہوا میں معلق ہیں (بجاء) یہی پہلے حدیث میں ثابت ہے کہ ستارے
کشش سے فضا میں قائم ہیں ہی انکے فلک ہیں۔

(یب) جناب امیر نے سورج و چاند کی نسبت فرمایا ہے خدا نے ان دونوں کو
فلک میں جاری فرمایا اور فلک مریا ہے مابین آسمان و زمین کے مستطیل ہے
آسمان میں (بجاء تفسیر فرائد) مستطیل فرماتے سے صاف دیکھو پوانیوں کی
وہ افلاک کو کر دی کہتے ہیں حالانکہ بنا بر حقیقت جدید مدار ستاروں کے بیضاوی یا
البیضی ہیں اور فلک کو بھر سے تشبیہ دی ہے اس بنا پر تمام فضا اجماع سے ملو جو۔
(اعراض) حدیث میں آفتاب کی حرکت کا بھی ذکر ہے حالانکہ وہ مرکز
حرکات ہے۔

(جواب) آفتاب میں دو حرکتیں نظر آتی ہیں ایک حرکت روزانہ دوسری

حرکت سالانہ جسکی وجہ سے آفتاب جازون میں خط استوا سے ۲۳ درجہ مائل
بجنوب اور گرمیوں میں اتنا ہی مائل شمال ہوتا ہے پس لامحالہ آفتاب کی دوہری
حرکتوں کو جو سمت مخالف میں ہے اور ایک ہی وقت ظاہر واقع ہو رہی ہے
فلک آفتاب و جسم آفتاب میں جدا جدا ماننا پڑے گا مثلاً فرض کرو آفتاب
کی حرکت ذاتی مشرق سے مغرب کی طرف ہے اور فلک شمس کی حرکت ذاتی
مثل پندولم کے ہے جو سال بھر کے اندر شمال سے جنوب اور پھر جنوب سے
شمال کی طرف حرکت کرتا ہے پس اگر آفتاب فلک چارم میں ٹھکا ہوتا تو دو
حرکتیں ایک وقت میں ممکن نہ تھیں بنا بر تحقیق جدید وارثاء علوی صحیح و درست ہے
جناب امیر نے سورج کے لیے حرکت مستطیلہ فرمائی ہے۔ امریکہ کٹر واکٹرین
کہتے ہیں کہ سورج ہمیشہ س اپنے تمام سیاروں کے جنوب سے شمال کی طرف
سخت مستقیم جارہا ہے۔

(صحیح) جناب امیر نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہے ”اور وہ فضا جو مانع ہو
اور ایسی ہے کہ قرار دیا ہے اسکو شب و روز کے نگل لینے کے لیے اور سورج
و چاند کو چلنے کے لیے اور دیگر سیارات کی آمد و رفت کیلئے (شیخ ابوالفتح بھارہ)
دیکھو کیا پر حلت کلام ہے چرتایا ہے کہ وہ فضا جو مانع ہے، بیشک باوجود
ایتھر کے جو سال ہے پھر قانون کشش ہر جسم فلکی کو گرنے سے روکے ہے۔
یہ بھی بتایا ہے کہ فضا دن رات یعنی نور و ظلمت کے نکلنے کے لیے ہے۔
سچ ہے تمام روشنی ستاروں کی ایسی ایتھر کی وجہ سے پہنچتی ہے سیکڑوں
سالوں کے بعد کہ ایتھر بے مقصد طبعیت نور کو جذب کر لیتا ہے اور فضا میں
جاری طرف پھینک دیتا ہے پھر یہ بھی بتا دیا ہے کہ چاند سورج اور تمام ستارے
کسی شے میں ٹھکے نہیں ہیں بلکہ اسی فضا میں اپنے اپنے مدار پر ایک دوسرے کی
کشش سے معلق حرکت کر رہے ہیں۔

(یلام) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے ”خدا نے جب اسکو خلق فرمایا

تو اُنے فِردِ سہا بات کی کہ کن شے مجھ پر غلبہ کر سکتی ہے۔ خدا نے فلک کو خلق کیا
 اُس پر ابر نے حرکت شروع کی اور تزلزل و انکسار اختیار کیا (بجائِ خصال شیخ صدیق)
 صاف بتایا ہے کہ مدار و مجرایے ابر کا نام فلک ہے اور کوئی اس کا قائل نہیں
 کر ابر بھی کسی کروچی جسم میں حرکت کرتا ہے بلکہ اسی فضا میں ابر حرکت کرتا ہے اور وہی
 فضا کو انائم نے فلک کہا ہے اور یہ بتا دیا ہے کہ جس وہمی مدار پر اجسام متحرک
 حرکت کریں اُس کو فلک کہتے ہیں اصطلاح شرع میں اور یہ مسئلہ مہول فقہ میں
 ثابت ہے کہ اشتراک معنوی اشتراک لفظی و مجازی پر مقدم ہے۔ ہر شے بھی
 قابل ہے کہ تمام اجرام فضا میں متحرک ہوں اور مختلف مدار رکھتے ہوں۔

(یہ) حدیث میں ہے۔ فلک دوران سار کا نام ہے (مجمع البحرین) آئندہ
 ہم سار کی تحقیق میں بیان کریں گے کہ سار سے شرع میں کیا مااد ہے اجمالاً یہاں
 سمجھ لو کہ بنا بر نظام کو بر نیکی کرہ اس سفر ہمارے کرہ زمین کو گھیرے ہوئے ہے
 اور جس سمت زمین حرکت کرتی ہے اُنسی کے موافق یہ کرہ بھی حرکت کر رہا ہے۔
 پس مااد آسمان کا فلک کہا گیا ہے اس بنا پر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر سیارہ جس
 سیارے کے گرد چکر مارتا ہے وہاں اس کا فلک و سلسلہ تمام سیارے گرد سوچ
 کے چکر مارتے ہیں لہذا سب کا فلک سوچ ہو سکتا ہے اور اُس کو فلک الافلاک
 کہہ سکتے ہیں آثار اپنے سیاروں کی زمین کے گرد چکر مارتے ہیں لہذا آثار کے
 فلک اُنکے سیاروں کی زمینیں ہوں گی۔

(یو) جناب امیر علیہ السلام نے خطبہ میں فرمایا ہے۔ اور جاری کیا زمینیں
 افلاک میں چراغ روشن (سوچ) کو اور ماہتاب منور کو جو فلک میں دورہ کرتے
 ہیں اور چھت میں سیر کرتے اور رقیبتہ میں متحرک ہیں (نیج البلاغہ) خطبہ میں الفاظ
 دائرہ صفا، ماہ صفا، چراغ صفا، سوچ اور جاری، کسی سیارے کا فلک

یہ کہنا تھا کہ چاند سورج خود بھی متحرک ہیں اور یہ بنا بر فلسفہ قدیم کے بھی صحیح نہیں ہو۔
(دین) خدا فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الشَّمْسُ انْصَرِفِي** لاجل اسمی (سورہ زمرہ)
اور سورہ کیا شمس و قمر کو جو حرکت کرتے ہیں۔ ظاہر آیت کا بھی مفہوم ہے کہ شمس و قمر
متحرک ہیں بالذات نہ بتوسط فلک۔

(بیج) دعاے صبا بن مام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: اور مضبوط
خلقت کی فلک و دار کی درمیان مقدار دن بروج کے (صحیفہ کاملہ) بروج سے
مراد جیسا کہ ہم محل پر بیان کر چکے ہیں بروج کے ہیں اور فلک سے مراد کوکب
ہیں کو مسٹ آمادہ اور سیاروں میں گس جاتا ہے کسی کرہ میں داخل ہونا بروج میں داخل
ہونا ہے جب کو مسٹ کا تبرج ہوتا ہے تو اسکے مدار کا بھی تبرج ہوگا لہذا یہ کہنا صحیح
ہوگا کہ فلک و دار کو تبرج ہوا۔ لیکن بنا بر فلسفہ قدیم یہ کلام درست نہیں ہو سکتا
اس لیے کہ کوکب فلک میں ٹھکے ہوئے ہیں افلاک کا بروج میں داخل ہونا اور فلک
کے لیے حرکت استعالیٰ غیر مستلزم ہے پھر تبرج کیونکر ہوگا پس کو مسٹ کا آزادانہ آنا
جاننا بن ثبوت ہے کہ افلاک کوئی جسم نہیں اور خرق و التیام بھی باطل ہوا۔

(یٹ) جناب امیر علیہ السلام سرخیل منجم فارسی سے فرماتے ہیں: کیا تو گمان
کرتا ہے اور اپنے گمان سے حکم کرتا ہے مشتری اور زحل کے قریب ہونے پر جب
شکوہ و دونوں تارے ٹھکورو وشن معلوم ہوتے ہیں اور سحر میں ٹھکرو چمک اور روشنی
معلوم ہوتی ہے مریخ کی جب وہ سیر کرتا ہوتا ہے اور متصل ہوتا ہے اسکا جسم ہم قمر
حالت تریخ میں (محاذ فرح الہوم) یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ مریخ و قمر
قریب آجایا کرتے ہیں ایسی ارشاد میں صریح یونانیوں کی رد ہے کیونکہ وہ لوگ افلاک
کو موتا اور عظیم المسافہ جسم قرار دیتے تھے اور ایسے بڑے آسمان کو مابین مریخ و قمر حائل
سمجھتے تھے اس سبب طرہ یہ کہ چاند و مریخ افلاک میں ٹھکا ہوا ہے اس صورت میں اتصال
و قریب مریخ و قمر کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ معصوم نے اس قریب کو فرمایا ہے جو
تحقیق جدید سے بالکل مطابق ہے۔ کیونکہ فلک مریخ فلک ارض کو محیط ہے اور

کوئی فاصلہ زمین و مریخ میں نہیں ہے۔ قمرین گرد زمین کے دورہ کرتا ہے اور زمین و قمر و مریخ کے افلاک یعنی مدار بعضی میں پس اگر مدار کے چھوٹے قطر میں زمین کو فرض کریں اور چاند کو بڑے قطر میں مدار کے اور مریخ کو اُس کے مدار کے چھوٹے حصہ میں فرض کریں جو زمین کے قریب ہے تو اس صورت میں بیشک قمر و مریخ میں قریب ہو گا۔ جیسا کہ متاخرین کا بھی اس پر اتفاق ہے حکیم فانیک کا قول ہے کہ مریخ کا مدار اہلیمیلی مستطیل ہے اسبوج سے مریخ کبھی ہر سے قریب ہو جاتا ہے اور کبھی دور نظر پڑتا ہے۔

حکیم فیلسور نے کا قول ہے کہ جب مریخ سورج کے قریب ہوتا ہے تو جرم مریخ بڑا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس وقت میں مریخ زمین سے قریب ہو جاتا ہے یہ قریب ہمیشہ دو سال پچاس یوم میں ہوا کرتا ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ مریخ و قمر میں بھی اتصال و قریب ہو سکتا ہے اس وقت بیشک سورج روشن و بڑا معلوم ہو گا جسکو امام نے سفیل سے فرمایا ہے۔ اور یہی ممکن ہے کہ یہ قریب ہمارے سحر کی وقت ہوتا ہو اور وقت تریخ قمر قریب مریخ کو اس زمانہ میں ہوتا ہے۔ جب معصوم نے سفیل سے گفتگو کی تھی اور امام کا یہ فرمانا کہ مشتری و زحل وقت شب میں تیرے سامنے چلتے ہیں اس بات کا اظہار ہو کہ سب سیارے تار یک میں مثل قمر کے اور سب سورج سے روشن ہوتے ہیں۔

۴۷۔ شیخ ابو علی سینا نے کہا ہے کہ فلک جسم کردی ہے بسیط جو کہ شفاف ہو اس میں حرکت ستدیرہ ہوتی ہے جسکی وجہ سے غرق و التیام اس میں نہیں ہوتا نہ اس میں کون و فساد ہوتا ہے نہ کسی وقت میں وہ اپنے چیز سے جدا ہو سکتا ہے نہ اس میں کوئی ضد پیدا ہو سکتی ہے نہ وہ خود کیسکی ضد ہو سکتا ہے نہ کبھی اُسکو سکون ہو گا نہ اُسکے صفات میں کوئی تغیر ہو سکتا ہے کو اکب اس میں ٹھکے ہوئے ہیں مثل سورج چاند اور دیگر کو اکب کے ہر سب اجسام کر دیہ میں ایک جنس سے اور جو ہر کجا جو ہر فلکی سے حسین کون و فساد نہیں ہو سکتا۔ (ارشاد)

یہ خیالات بالکل لغو و مہمل ہیں شرع نے بڑے زور سے انکی تردید کی ہے۔

(الف) ابو بصیر امام جعفر صادق سے عرض کرتے ہیں: لوگ کہتے ہیں کہ افلاک میں اگر تغیر پیدا ہو تو عالم درہم و برہم ہو جاوے۔

امام علیہ السلام: یہ زندیقوں کا خیال ہے مسلمان کوئی بھی اسکا قابل نہیں ہے (ارشاد شیخ مفید) یہی ایک حدیث اساس حکماء کے برہم کر دینے کو کافی ہے تمام خیالات کا بطلان یہی دیتی ہے

(ب) اذ الشمس کانت (سورہ نکور) جب نور و حرارت سورج کا جائیگا۔

(ج) اذ النجوم انکدرت (سورہ نکور) جب ستارے میلے ہو جائیں گے۔

(د) اذ السماء کشطت (سورہ نکور) اور آسمان جب توڑے جاوے گئے۔

(ه) اذ الکواکب انتثرت (سورہ انفطار) جب ستارے پراگندہ ہو جائیں گے۔

یہ سب آیتیں بتا رہی ہیں کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب کچھ نہ ہوگا نہ سورج میں روشنی ہوگی نہ زمین ہوگی نہ آسمان ہوگا نہ ثابت ہونگے و سیارات سب کو زوال و فنا ہوگا۔ حکماء سے متاخرین بھی قابل ہیں امر کیہ کا مشہور حکیم فائدہ تک

کہتا ہے کہ یہ جس قدر روشن اجرام ہیں نہ وہ ایک روز حرارت انکی جاتی رہے گی و انکا فنا ہوگا خواہ کونے کی آگ ہو یا سورج ہو یا اور کوئی آسمانی تارہ ہو لیکن سب

عرضہ دراز کے بعد ہوگا ہر ستارہ جسکا نور کم ہوتا جاتا ہے اور سیاہ داغ ہوتے جاتے ہیں یہ خبر دے رہے ہیں کہ انہیں ٹھنڈک آتی جاتی ہے اور کچھ توڑے

ہوتے جاتے ہیں ایک زمانہ آنے والا ہے کہ یہ بالکل ٹھنڈے ہو جائیں گے یا کہ

نہ عیون" (دوب اکثر جو مثل ہمارے سورج کے تھے اب بوڑھے و کمزور ہو گئے ہیں انکی عمر تمام ہو چکی ہے" شعری شامیہ نسر طائر قطب تارہ، بھی

متوسط حالت میں ہے نہ جوان ہیں نہ بوڑھے ہیں (نقش کالجرا) ان سب امور سے معلوم ہوا کہ ہمارا سورج و قمر اور ستارے سطح سے کہنہ اور بوسیدہ ہونگے اور قیامت کے زمانہ تک انکی کھنکی و بوسیدگی کی انتہا ہوگی اسوقت کی بنا

اذا فرماتا ہے: "واقترب الی عذاب الحق اذا همی شاکخصۃ ابصار الذین
 کفروا یا ویلنا قد کنا فی غفلۃ من ہذا بل کنا ظالمین (سورہ انبیاء)
 جب خدا کا سچا وعدہ قریب ہو گا (یعنی قیامت) پس اسوقت یہ جملہ کواکب نشانی
 اور نکتے نظر میں اُن لوگوں کی جو کافر تھے (حکماء متقدمین و دہریہ وغیرہ) اسوقت
 اکہیں گے واسے جو ہمہرہم اُن باتوں سے غافل رہے بلکہ (اُن لوگوں پر جو ان
 واقعات کی خبر سے رہے تھے) ظلم کرتے رہے۔"

۵۔ آسمان کے خرق و التیام کی نسبت بھی بہت سے آیات و اخبار میں چکی
 تصدیق اس شخص حدیث نے پوری پوری کی ہے ہم چند آیتیں لکھتے ہیں۔
 (الف) انفضا علیہم الباء (سورہ حجر) اگر کھولتے ہم اُن پر دروازوں کو۔ صریحی دلیل
 خرق و التیام کی ہے۔

(ب) سبع طاریق (سورہ مومنون) افلاک سات راہیں ہیں۔ بیشک
 افلاک کوئی جسم نہیں بلکہ وہ کواکب کی راہیں ہیں جنکو کواکب کا مدار کہہ سکتے ہیں جسم
 (ج) ای اذا السہام جرت (سورہ مرسلات) جب افلاک میں سورانچ ہوئے۔
 یہ بھی خرق کو بتا رہی ہے۔

(د) طاذ السماء انفطرت (سورہ انفطار) جب آسمان پھٹے اس سے بھی
 آسمان کا خرق ثابت ہے۔

(هـ) طالسماذات الجبال (سورہ ذاریات) آسمانوں میں راہیں ہیں "جبکہ
 جمع ہے جُباک کی جگہ سے واد کے میں کواکب کی آمد و رفت شہاٹ ہے۔
 ویر کو مت وغیرہ کی غیر منتظمہ حرکت یہ دلیل واضح ہے خرق و التیام کی تیرہ مثال
 سے حکمت اسلامی یونانیوں کی بد تو فی کی ترویج میں کو شان تھی جبکہ تائید ایب
 فلسفہ جدید نے کی اور اسلامی تعلیم کی سچائی کو حجرات سے ثابت کر دیا۔

باب دوسرا ماہیت سموات میں

یہ خیالات بالکل لغو و محل میں شرح نے بڑے زور سے انکی تردید کی ہے۔

(الف) ابو بصیر امام جعفر صادق سے عرض کرتے ہیں: "لوگ کہتے ہیں کہ افلاک میں اگر تغیر پیدا ہو تو عالم درجہ و برہم ہو جاوے۔"

امام علیہ السلام - یہ زندقہ کا خیال ہے مسلمان کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے (ارشاد شیخ مفید) یہ بھی ایک حدیث اساس حکماء کے برہم کر دینے کو کافی ہے تمام خیالات کا بطلان کیے دیتی ہے

(ب) اذ الشمس کفرت (سورہ نکویر) جب زور و حرارت سورج کا حال آئے گا۔

(ج) اذ النجوم انکدرت (سورہ نکویر) جب ستارے کیلے ہو جائیں گے۔

(د) اذ السماء کشطت (سورہ نکویر) اور آسمان جب توڑے جاوے گا۔

(ه) اذ الکی اکبلت ثروت (سورہ انفطار) جب ستارے پراگندہ ہو جائیں گے۔

یہ سب آیتیں بتا رہی ہیں کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب کچھ نہ ہوگا نہ سورج

میں روشنی ہوگی نہ زمین ہوگی نہ آسمان ہوگا نہ ثوابت ہونگے نہ سیارات سب کو

زوال و فنا ہوگا۔ حکماء سے متاخرین بھی قائل ہیں امریکہ کا مشہور حکیم فائٹنک

کہتا ہے کہ جب قدر روشن اجرام میں ضرور ایک روز حرارت اُنکی جاتی رہے گی

زرا نکافنا ہوگا خواہ کولے کی آگ ہو یا سورج ہو یا اور کوئی آسمانی تارہ ہو لیکن یہ سب

عرصہ دراز کے بعد ہوگا ہر ستارہ جس کا نور کم ہوتا جاتا ہے اور سیاہ داغ ہوتے

جاتے ہیں یہ خبر دے رہے ہیں کہ انہیں ٹھنڈک آتی جاتی ہے اور کچھ بوڑھے

ہوتے جاتے ہیں ایک زمانہ آنے والا ہے کہ یہ بالکل ٹھنڈے ہو جائیں جیسا کہ

سائنس دان "ایڈوین ہبل" نے بتایا ہے ہمارے سورج کے تھے اب بوڑھے اور کمزور

ہو گئے ہیں انکی عمر تمام ہو چکی ہے شعری شامیہ "نسر طائر" قطب تارہ، بھی

متوسط حالت میں ہے نہ جوان ہیں نہ بوڑھے ہیں (نقش کا لجر) ان سب امور سے

معلوم ہوا کہ ہمارا سورج و قمر اور ستارے سطح سے کمند اور بوسیدہ ہونگے

اور قیامت کے زمانہ تک انکی انکی و بوسیدگی کی انتہا ہوگی اسوقت کی بنا

خافوا ما ہے۔ واقتراب الوعد الحق فلا هم يشكخذه ابصار الذين
 كفروا یا اولیٰ انفس کفرا فی غفلة من هذا بل کنّا ظالمین (سورہ انبیاء)
 جب خدا کا سچا وعدہ قریب ہو گا (یعنی قیامت) پس اُس وقت یہ حملہ کو اک نشانی
 اور نکتے نظر میں اُن لوگوں کی جو کافر تھے (علماء متقدمین و دہریہ وغیرہ) اُس وقت
 اکین گئے و اسے ہو ہمہرسم اُن باتوں سے غافل رہے بلکہ اُن لوگوں پر جو ان
 واقعات کی خبر سے رہے تھے (ظلم کرتے رہے)۔

۵۔ آسمان کے خرق والنیام کی نسبت بھی بہت سے آیات و اخبار میں چکی
 تصدیق اس شخص جدید نے پوری پوری کی ہے ہم چند آیتیں لکھتے ہیں۔
 (الف) انفسنا علیہم بالیا (سورہ حجر) اگر کھولتے ہیں انہیں دروازوں کو صریحاً دلیل
 خرق والنیام کی ہے۔

ب (سبع طاری) (سورہ مومنون) افلاک سات راہیں ہیں۔ بیشک
 افلاک کوئی جسم نہیں بلکہ وہ کواکب کی راہیں ہیں جنکو کواکب کا مدار کہہ سکتے ہیں۔
 ج (واذا السماء جفرت) (سورہ مرسلات) جب افلاک میں سوراج ہو۔
 یہ بھی خرق کو بتا رہی ہے۔

د (طاز السماء انفطرت) (سورہ انفطار) جب آسمان پھٹے اس سے بھی
 آسمان کا خرق ثابت ہے۔

ه (طال السماء ذات الجبال) (سورہ زاریات) آسمانوں میں راہیں ہیں۔ جبکہ
 جمع ہے جُباک کی جگہ سے واد کے میں کواکب کی آمد و رفت شہاں
 اور کومت وغیرہ کی غیر منتظمہ حرکت یہ دلیل واضح ہے خرق والنیام کی تیسرے کوشاں
 اسے حکمت اسلامی و نانیوں کی بد توئی کی تردید میں کوشاں تھی جبکہ تاہم اب
 فلسفہ جدید نے کی اور اسلامی تعلیم کی سچائی کو حجابات سے ثابت کر دیا۔

باب دوسرا: ہیت سماءات میں

۶۔ بحیثیت بطلمیوس جو قرون متوسط ہجری میں شائع ہوئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ آسمان سات جن ہر سہارا ایک سیارہ سے نامزد ہے یہاں تک کہ کرسی کو فلک ثوابت کہا ہے اور عرش کو فلک الافلاک قرار دیا ہے اور اسکا نام اطلس لکھا ہے جسپر کوئی ستارہ نہیں ہے نہ اسکی مثالی کی کوئی حد ہے تمام فضا عالم اسی سے بھری ہوئی ہے سطح مہذب کا حال سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا حرکت اسکی استدریج ہے کہ ایک دن میں تمام اجرام فلکی کے ساتھ ایک مرتبہ گردش میں کے دودہ کر جاتا ہے یہ آسمان فرق والیام کون و فساد کو قبول نہیں کرتے۔ اسی فلسفہ کا زمانہ اسلام میں چرچا تھا اور شرع میں اس کے خلاف ہدایات تھے چنانچہ خرق الیام اور چاند سوچ کا چھٹنا افلاک کا بخار و دھوئیں سے خلق ہونا اور انکا حادث و فانی ہونا اور مجبشت و دوزخ کا ہونا ملائک کا وجود ہونا مذکور تھا یہ سب امور نظام بطلمیوس کے بالکل خلاف تھے جسپر حکماء نے تقلید بطلمیوسی اعتراض و شبہ وارد کیا کرتے تھے اس تناقض کے دفع کرنے کے لیے اکثر مسلمانوں نے غلو اہر کلمات شرع میں تصرف کرنا شروع کیا اور یہ چاہا کہ شرع ناممکن موافق فلسفہ بطلمیوسی ہو جاوے یہ نہ کیا کہ اس کے اساس کو توڑنے بلکہ تاویلات فلسفہ کر کے مفاسد و مصادیق آیا اور اخبار کو گجارتو یا باوجودیکہ حکیم حکمت الہی یعنی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور انکی آل اجداد و اصحاب ابرار نے بہت کچھ ڈرایا لوگوں کو تاکہ فلاسفہ کی راے پر مائل نہ ہوں اور حقیقت سے دور نہ ہر جاوین اگر اسے فلاسفہ صحیح ہوتی تو یہ جبروتیج کیون ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ جو آیات و اخبار لمعادیت و تفاسیر کی کتابوں میں ہیں وہ غلو مابین بحیثیت بطلمیوسی سے اُن کے دیکھنے والے کو جو فلسفہ جدیدہ سے ماہر ہو خواہ تمناہ اختلاف کرنا پڑے۔ لہذا ہم محض ان ہدایات شرعی کو انھیں کے مفاسد و مصادیق میں بیان کیے دینے میں تاکہ اُنکی حقانیت ظاہر ہو۔

۷۔ عرف و لغت میں ساء بہ بلند تھے کہ کہتے ہیں ساء سموس ہے جس کے منہ غلو کہتے ہیں۔ قزوینی کا قول ہے کہ۔ جو شے زمین سے اوپر ہو اور تجربہ ساء پر کرے وہ

سما کہلاوے گا اور جس پر تیرے قدم ملین وہ زمین ہے۔ اسی بنا پر اطلاق سمار کا منہ
اور بادل اور فلک و فضا اور اجرام کواکب پر بطور حقیقتہ کے ہوتا ہے۔ اور یہ بھی
واضح ہے کہ شارع مقدس نے متابعت عرف کی ہے اور اپنی کوئی خاص اصطلاح
نہیں مقرر کی بلکہ ہر وہ شے جو جہت علو میں ہے اُسکو سمار کہا ہے۔

چنانچہ محمد بن علی بن ابراہیم سے منقول ہے کہ "سماء کے یہ معنی ہیں کہ وہ مرتفع ہو
اور بلند ہے اور سمت بلند ہے ارض کے معنی پست کے ہیں ہر وہ شے جو پست
ارض ہے (علل الشرائع، بحار) اور ابن عباس سے مروی ہے کسی شخص نے
رسول خدا سے پوچھا آسمان کیا شے ہے۔ فرمایا ایک سوج ہے جو تکرر و حال ہے
جو ہے (بحار)

امام حسن عسکری ؑ نے فرمایا ہے تفسیر: وَالسَّمَاءُ بَنَاءٌ اَلْمِنْ آسَمَان تھارے
اور پر جھتہ ہے جو محفوظ ہے جہیں اُسکے سوج و چاند اور اُسکے ستارے تھاری
منفعت کیلئے دورہ کرتے ہیں (احتجاج طبرسی رہ) صاف متقدمین کی ترویج
یہ ستارے ضرور کے ہوئے نہیں ہیں بلکہ آسمان میں دورہ کرتے ہیں اور جان فی دورہ
کرتے ہیں یہی سمار ہے۔

۸۔ اسلامی تعلیم میں جن چیزوں پر اطلاق سمار کا ہوا ہے وہ ہمارے بیان کی شاہد ہیں
(الف) ابرو کو آسمان کہا گیا ہے جس پر آیات و اخبار شاہد ہیں۔

ایک۔ فَالْمِنْ آسَمَان مَاءً (سورہ حجر) ہنئے آسمان سے پانی برسایا۔

دوسرے۔ ایک یہودی نے جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا سمار کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام۔ سمار کو سماء اچھے کہا کہ وہ معدن آب ہے۔ (علل الشرائع، بحار)

تیسرے۔ حنیف نے جناب امیر علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ آسمان کی

خلقت دھوین اور پانی سے ہو (بحار الانوار)

(ب) محض فضا کو سمار کہا گیا ہے۔ خدا فرماتا ہے "وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ

(سورہ حجر) اور قرار دیئے آسمان میں ہنئے ہج۔ اس امر کو ہم بیان کر چکے کہ مراد

مہج سے ستارے ہیں اور ستاروں کا فضا میں معلق دورہ کرنا پہلے باب میں مذکور ہوا۔
(ج) ہر کرے کو سما کہا ہے حدیث میں ہے: "آسمانوں میں آدم بین مثل تھائے"
آدم کے اور فوج میں مثل تھارے فوج کے (بھار)

(و) سارا اس جسم محیط کو کہا ہے جو تمام زمینوں کو محیط ہے اکثر لفظ سار کا استعمال
شرع میں اسی جسم پر ہوا ہے علمائے متکلمین کو اس جسم کی تعبیر میں دھوکا ہوا ان کے
پیش نظر حکمت قدیمہ یونان تھی جسکی رعایت نے مفاہیم و مصادیق اخبار کو بدل
ڈالا اور تاویلات بے صل سے حقیقت مخفی ہو گئی۔ اب ہم بدون تاویل مابین سے
حقیقت کو آسمانوں کے بیان کرتے ہیں۔

۵۔ جناب امیر علیہ السلام اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں: "خدا نے فضا کو شق
کیا اُس کے اوپر کے پہلو شق کیے پھر اُس فضا میں پانی جاری فرمایا پانی بجز ذخار و
مواج نہا جسمین نہ وقت طلاطم تھا۔ اور ایک ہوا کا جھکڑ چلا اسکے سناٹوں کی
آوازیں بلند تھیں خدا نے اُس ہوا پر پانی کو رکھا اور ہوا کو حکم دیا کہ پانی کو منتشر نہ ہوئے
دے اور پانی بسبب طلاطم عظیم حد سے نہ بڑھ جاوے۔ ہوا کے نیچے ایک اور فضا تھی
وہ پانی ہوا پر موجزن تھا پھر خدا نے ایک اور ہوا خلق کی اور باز دھریا ہوا کا بہاؤ تاکہ
مقام سے نہ بڑھے جہاں یہ ہوا تھی اُس مقام پر بہت جھکڑ تھا بعد اسکے خدا نے
سدا سے جہاں یہ ہوا تھی جہاں کو دور کیا اور حکم دیا کہ اُس بجز ذخار کو تھو ڈالے۔ ہوا
پانی کو سطح سے گنگھولا جیسے مشک میں پانی بھر کر شدید حرکت دین اور سطح سے
اُس پانی کو گھارا کہ ہر جز اُس کا متحرک ہو اور اول کے اجزاء آخر میں آگئے آخر کے اجزاء
اول میں ہو گئے اور جو اجزاء ساکن تھے متحرک ہو گئے ہوائیں کہ اُس حرکت شدید
کی وجہ سے بڑا حصہ پانی کا اوپر اڑ چلا اور پچھلے پانی کو فضا میں اچھلکڑ ہو چکا جس سے
سات برابر کے آسمان خلق ہوئے۔ سطح مقرر ان افلاک کی ایسی مہج تھی جو گرنے
سے محفوظ تھی اور سطح عذب چھتہ کے مانند ایسی مضبوط تھی جسکو توڑ کر کوئی شے
اندر نہیں آسکتی یہ ایسی چھتہ بنائی گئی جو ہر دن ستون کے قائم تھی نہ کسی رتی سے

بندھی تھی پھر زینت دی افلاک کو تارون سے اور روشنی سے شہا ثقاب کی
(نبی البلائہ)

یہ خلقت افلاک کا بیان تھا جس میں بدون کسی تاویل و تکلف کے صاف صاف بتایا ہے کہ افلاک پھین اور بخارات مائیدہ میں وہ کرہ بخار یہ جو ہمارے کرہ ارض کے کرہ ہوا کو محیط ہے وہی آسمان ہے بلکہ ہر سیارہ کی زمین کو جو کرہ بخار یہ محیط ہے وہ آسکا آسمان ہے اب عقلا و شرعا، عرفا، و لقاۃ اس بیان میں کو نہ سہما ل لازم آتا ہے خطبہ مذکورہ میں ہر شے کی ایجاد و خلقت میں حرکت و سکون کا بڑا دخل ثابت کیا ہے جسکو سامنس میں فرشتوں و انزلیات و قانون سے نافرود کیا ہے یہی حرکت و سکون سبب انقلاب ہے پانی سے ہوا اور ہوا و پانی کے امتزاج سے آگ اور آگ پانی، ہوا کی شرکت سے افلاک کی خلقت بتائی ہے اسی وجہ سے کبھی آسمان کی باہیت بخارات کو بتایا ہے کبھی دھوین کو کبھی دھوین اور پانی کو کبھی مومن مکتوف کہا ہے جسکو اختلاف بیان فی نہ کہیں ممکن بلکہ درحقیقت یہ سب اجزائے فلکی ہیں کسی امام نے کسی جز کا ذکر کیا ہے کسی نے کسی جز کا۔

۱۰۔ وہ اخبار جن میں خلقت افلاک کی بخار سے بتائی گئی ہو وہ کثرت اخبار ہیں۔

(الف) شامی۔ خلقت آسمانوں کی کا ہے سے جوئی ہے

جناب امیر علیہ السلام۔ پانی کے بخار سے (تفسیر صافی، بحار انوار، معانی تفسیر برہان، خصال، علل الشرائع، عیون الاخبار)

(ب) امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ خدا نے پانی سے آگ کو پیدا کیا آگ نے پانی کو پھاڑا جس سے دھواں پیدا ہوا دھوین سے صاف شہا ثقاب افلاک بنے (بخار)

(ج) ابن عباس سے مروی ہے۔ خدا نے آگ کو پانی میں دخل کیا اُس دریا سے بخار اٹھا اور ہوا میں پہونچ کر اُس سے آسمانوں کی خلقت ہوئی (درمطالعہ سیوطی، بخار)

(د) خدا نے پانی کو خلق کیا جو مضطرب تھا اُس سے بخارا اٹھا مثل دھوین کے اور اُس سے آسمان بنے جیسا کہ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے **ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ وَهِيَ خَافِیَةٌ** (شرح کبیری بیچ البلاغہ، بخار)

(ع) امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا نے جب قصد خلقت کا فرمایا اُس وقت پانی کو موحین فرمایا اُس توج کی وجہ سے بخار مثل دھوین کا اٹھا ہری مقدار میں اُس سے افلاک بنے۔ پھر فرمایا برابر بنایا افلاک کو اور وہ دھوان تھے اس پانی کا (بخار)

ان اخبار میں بالتصریح بخارات کو پانی کے آسمان کہا گیا ہے اور بخارات کو دھوین کی تشبیہ دی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ پانی سے دھوان نہیں اُٹھتا بجز بخار کے۔

۱۱۔ وہ نصوص جنہیں آسمان کی خلقت دھوین سے بتائی وہ بھی بکثرت ہیں۔
(الف) **ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ وَهِيَ خَافِیَةٌ** (سورہ سجدہ) آسمان بتایا اور وہ دھوان تھا۔

(ب) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہر شے کی خلقت پانی سے ہے غرض خدا پانی پر تھا خدا نے پانی کو حکم دیا اس میں شدید حرکت ہوئی اُس سے آگ پیدا ہوئی آگ کو خدا نے بجھایا اُس سے دھوان اُٹھا خدا نے اُس دھوین سے آسمان بنائے اور ریت سے زمین بنائی (بخار الانوار، کافی، دانی)

(ج) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ایک طولانی حدیث میں۔ پانی سے استعد دھوان اٹھا جس قدر خدا کو منظور تھا اُس دھوین سے صاف و شفاف آسمان بنے (کافی، دانی، بحار الانوار)

(د) خدا نے پانی کی طوط نظر فرمائی اُس میں جوش و خروش ہوا اُس سے عین اور دھوان اُٹھا پچھن سے زمین بنی دھوین سے آسمان خلق ہوئے جیسا کہ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے **ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ وَهِيَ خَافِیَةٌ** (تفسیر قطبی)

(ک) امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام نے فرمایا ہے کہ اُس توج میں

پانی کے اور پھین کے درمیان سے دھوان نکلا بغیر آگ کے اس دھوین سے آسمان خلق ہوئے (کافی، انوار نعمانیہ، بحار، تفسیر عیاشی، تفسیر قمی)
 (۵) جبہ عرفی کہتے ہیں کہ جناب امیر ۴ ایک روز تقسیم فرما رہے تھے کہ خلقت آسمان کی دھوین اور پانی سے ہوئی ہے (تفسیر درمنثور، بحار)
 (۶) جناب امیر علیہ السلام نے ایک شامی سے فرمایا کہ سارا دنیا کا نام نفع ہے جو دھوین اور پانی سے خلق ہوا ہے (علل الشریع، انصاف، عیون اخبار رضا، بحار)

(ح) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا خدا نے ہواؤں کو پانی پر بھیجا اس سے دھوان اٹھا اور پھین کے اور پر گیا اس دھوین سے سائب آسمان خلق ہوئے (تفسیر قمی)

(ط) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پانی سے دھوان اٹھا اور وہ پانی سے بلند ہوا سیلے اس کا نام سارا رکھا (روح الذہب، مسودی، بحار)

ان اخبار سے معلوم ہوا کہ مراد دخان سے بھی بخارات پانی کے ہیں (سیلے کہ دھوان بھی حرارت سے پیدا ہوتا ہے اور بخارات بھی حرارت سے پیدا ہوتے ہیں وزن قریب المائیتہ بین بخار پانی کے وہ اجزاء ہیں جو ہما میں مخلوط ہوں اور دخان پانی کے وہ اجزاء ہیں جو جلے ہوئے جرم سے جدا ہوں آگ کی حرارت کی وجہ سے سر علاوہ اسکے جس بصر میں بھی دھوان اور بخار میں فرق نہیں ہے ہمارے اس بیان کی تائید اور غلطی کے کلام سے بھی ہوتی ہے۔

بوالبقا کہتے ہیں ہر دھوان جو آب گرم سے اٹھے بخار ہے (کلیات البقا، مسودی) نے کہا ہے کہ مفسرین متفق ہیں اس بات پر کہ وہ دھوان جس سے فطرت میں ہونے کی سبب تھوڑی آب و جوش و غلیان کے پانی سے تیار ہوئی تھی (روح البقا، مسودی)

عبداللہ بن شہیر نے لکھا ہے کہ دھوان فی حقیقتہ بخار ہے اور مشابہ ہے

ماہین بخار و دخان کے موجود ہے (ابن شمیم شرح نہج البلاغہ)
اور بعض اخبار میں بھی اسکی تصریح ہے کہ مراد دخان سے بخارات ہیں پانی کے۔
پس یہ کل اخبار اس بات کی دلیل ہیں کہ دخان حقیقی مراد نہیں ہے بلکہ غلیظ بخار
مراد ہیں اسلئے کہ پانی سے دھواں نہیں اُٹھتا ہے بجز بخار کے اور اسی بخار سے
افلاک کی خلقت ہوئی ہے اور یہی حکما بھی کہتے ہیں کہ تمام سیاروں کی نشیمن
کرہ بخاریہ سے گھیرے ہوئی ہیں۔

۱۲۔ وہ اخبار جسے معلوم ہوتا ہے کہ افلاک کی خلقت دریا یا آب منجمد سے
ہوئی ہے یا اُس موج سے جو مانع سیلان ہے اس قسم کے اخبار بھی بہت ہیں۔
(الف) جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا آسمان کی خلقت موج مکفوف سے ہو
(خصال عیون الاخبار بحار الانوار علی المشرع)

(ب) خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے: خدا نے مقرر
افلاک کو موج مکفوف قرار دیا ہے اور عذاب کو محفوظ چھت (نہج البلاغہ) یعنی
مقرر ایسی موج ہے جو ہبوط اور سیلان سے مانع ہے اور سمت اعلیٰ ایک محفوظ
چھت ہے جسپر دھوین اور کشافات ارضیہ نہیں ہونچ سکتے۔

(ج) عبد اللہ بن سلام۔ یا رسول اللہ حقیقت افلاک کی ارشاد ہو۔

جناب رسول خدا ۳۱۔ موج مکفوف ہے۔

عبد اللہ۔ اسکا کیا مطلب ہے۔

جناب رسول ۳۲۔ اے عبد اللہ آگاہ ہو پانی قائم ہے جبکہ اضطراب نہیں ہے
اور فی الحقیقت وہ دھواں ہے (بخار)

(د) وہا میں ماثور ہے: خداوند اقدس نے پانی کو حکم دیا وہ جم گیا ہوا پر اور
اُس سے توفے سات بنائے اور نام اُنکا آسمان رکھا (در مشورہ بخار)

(۶) ریح بن انس سے مروی ہے۔ دنیا کا آسمان موج مکفوف ہے۔
اور دوسرا آسمان مہر مر سفید کا ہے تیسرا لوہے کا چوتھا تانبہ کا پانچواں چاندی کا

چھٹا سونے کا ساتواں یا قوت کا (بحار) اگر یہ بحر صبح ہو تو اوراد برس سے الوان
میں یہ ظاہر ہے کہ پانی پر مختلف شعاعوں کے انعکاس سے مختلف رنگ پیدا
ہوتے ہیں جیسے قوس قزح اسی طرح سے بخارات مائیکہ جو کثیف و غلیظ ہوں مختلف
رنگ نمودار ہوتے ہیں جس فلک پر جسطرح کا انعکاس ہوا اُس سے جیسا رنگ
پیدا ہوا اُسی سے تعبیر کیا ہے۔

ان سب اخبار کا بھی منشاء ہے کہ آسمان کی خلقت موج مکفوف سے ہوا اور وہ ان
اور بخار اور موج مکفوف ایک ہی شے ہے جیسا کہ اس اتحاد کو عبداللہ بن سلام
والی روایت نے بتا دیا ہے یہ اختلاف بیانی نہیں ہے بلکہ ایک ہی مفہوم ہے
میشک پانی اصل اطلاق ہے مادہ افلاک کا پانی ہے جسکو ان اخبار سے ظاہر کیا گیا
اور ہے کیا اسکو سابق اخبار دن نے بتایا ہے کہ وہ بخار ہے۔ بخار کو بھی سما
کہا ہے اور بخار نجد یعنی ابر کو بھی پہلے بخارات کہتے تھے سکون سے برو دے
پیدا ہوئی ابر کی حالت میں ہو گئے ابر بھی بخارات ہیں اور انکو آب نجد کہنا اختلاف
قیاس نہیں ہے اور سیارات کا ابر محیط میں گھرا ہونا فلسفہ کے مطابق ہے۔

۱۴۔ اکثر اخبار میں تصریح ہے کہ آسمان معدن آب ہیں۔

(الف) ففقتنا ابواب السماء بناءً منھم (سورہ قمر) پس کھولا ہم
آسمان کے دروازوں کو جتنے ہوئے پانی سے۔

(ب) وانزلنا من السماء ماء سورہ فرقان اور برسایا ہم نے آسمان سے پانی

(ج) دیوم تشقق السماء بالغمام قاتنزل الملائکۃ تنزیلاً (سورہ فرقان)
اُس روز جب آسمان ابر سے شش ہو گا اور ملائکہ تدریجاً اتریں گے۔

(د) یہودی۔ یا علی وجہ تسمیہ سما کی کیا ہے۔

جناب امیرؑ۔ وہ معدن آب ہے اسوجہ سے سارا کہا گیا۔ (علل الشریع، بحار)

(ه) تفسیر وکانتم تقاتلونکم اعدائکم وکانتم تقاتلونکم اعدائکم وکانتم تقاتلونکم اعدائکم
شکافہ کیا گیا وہ اور اخبار سے اور آسمان کو شکافہ کیا منہ برسا کر (بحار)

ان اخبار کا صاف مفہوم یہ ہے کہ گرہ بخاریہ فلک ہے جس سے پانی برستا ہے جسکو ابر کہتے ہیں اور تمام اخبار کا ایک مفہوم ہے کوئی اختلاف نہیں ہے جس سے فلسفہ جدیدہ بالکل موافق ہے اور موافق فلسفہ قدیم کے خواہ نخواہ تا وہ ملین کرنا ہوگی ۱۴۔ یہ کیودی رنگ جو محسوس ہوتا ہے آسمان کا رنگ ہے جو عقل و نقل سے مطابق ہے۔

(الف) حدیث میں ہے آسمان کا منبر رنگ ہے آب شیرین کے رنگ پر (تفسیر لمی، بجا)

(ب) خدا نے آسمان و زمین کے مابین ایک دریا خلق کیا ہے اور اپنی قدرت کا ملہ سے اسکو ساکن کر رکھا ہے اور یہ سبزی جو دکھائی دیتی ہے اسی دریا کے پانی کی سبزی ہے (الوارفعا نیۃ، بجا)

ان دو حدیثوں کا منشا یہی ہے کہ یہ رنگ کیودی افلاک کا ہے یونانی فلسفہ کی بنا پر یہ کہنا صحیح نہیں ہے البتہ بر بنا فلسفہ جدیدہ صحیح ہے اسلئے کہ یہ گرہ بخاریہ فلک کہا گیا ہے اور یہ رنگ کیودی بھی اسی کا ہے۔

محقق نصیر الدین طوسی رح نے کہا ہے حکماء یہ کہتے ہیں کہ یہ کیودی رنگ جو لوگ دیکھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ رنگ آسمان کا ہے یہ غلط ہے بلکہ گرہ بخاریہ کا رنگ ہے کیونکہ بخارات جب سجد بلند ہوئے تو وہ لطیف تر تھے اس بخار سے جو سبب کثافت سے تر تھے تو وہ اجزاء بخاریہ جو قریب تھے سطح گرہ بخار سے وہ روشنی کم قبول کرینگے بسبب ان اجزاء کے جو قریب ہے زمین سے اور وجہ اسکی محض لطافت اور دوری کی زیادتی ہے اس بنا پر وہ بخارات جسم مظلم کے مانند ہونگے بہ نسبت ان اجزاء کے جو قریب ہیں لہذا دیکھنے والے کو گرہ بخاریہ کا ایسا رنگ محسوس ہوگا جو درمیانی حالت ہوتی ہے ضیاء و ظلمت کی بے وفائے مشہو حکیم فلاسوفوں نے کہا ہے کہ اس جو کہ کیودی رنگ جو نظر آتا ہو یہ رنگ گرہ اسفرہا ہے جو بخاریہ زمین کو محیط ہے جب اُس میں سجد نطافت پیدا ہوتی تو

تو وہ کیو دی اور سبز رنگ معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس کا کوئی رنگ نہیں ہے۔
اس کل بیان سے معلوم ہوا کہ بر بنا تحقیق قدیم فلک کا کوئی رنگ نہیں ہے لیکن
متقدمین نے جسکو کرہ بخار یہ کہا ہے اور متاخرین جسکو کرہ اتمسفر کہتے ہیں شائع
اسلام نے اُسکو سما کہہا ہے اور اسی کا سبز رنگ بتایا ہے اور اسکی سبزی کی
وجہ بھی بتائی ہے جو متاخرین و متقدمین فلاسفہ بتاتے ہیں۔ پس ثابت ہوا
کہ یونانیوں نے جسکو فلک بتایا ہے شریعت اسلام اُسکے بالکل خلاف ہے
اور جو کچھ بھی دیکھائی دیتا ہے یہ آسمان ہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ جسم بھر نہیں ہے
حدیث میں ہے امام حسن ؑ نے شامی سے فرمایا زمین و آسمان میں بعدد بصر کو
جو اسکے خلاف کہے وہ جھوٹا ہے (احتجاج طبری) حد بصر کو سما کہہا ہے اور حد بصر
کیا شے ہے ہی لون کیو دی کرہ اتمسفر کا۔

۱۵۔ ا فلک کی ماہیت کا زیادہ تر سبب ان اخبار و احادیث سے بھی ملتا ہے
جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ا فلک بعد زمین خلق ہوئے ہیں ہمارے علمائے ان
آیات و اخبار میں بطلیموسی نظام کیو جہ سے بلا وجہ تاویلات کہے لیکن فی نفسہ سہلای
تعلیم ہی ہے کہ پہلے خلقت زمین ہوئی پھر آسمان بنے اور فلسفہ جدید اسکے موافق ہے
پہلے کہ ہر سیارہ کرہ بخار یہ سے محیط ہے اور وہ بخارات زمین ہی کے ہیں پس
پہلے ارض سیارہ کا وجود ہو گا بعد اُسکے کرہ بخار یہ بنا اور اُسکو اسلام نے
آسمان بتایا ہے۔

تمام حکماءے متقدمین و متاخرین قائل ہیں کہ جو حرارت آفتاب کی ہماری زمین پر
روشنی کی کرنوں کے ساتھ پڑتی ہے وہ سطر زمین سے جمادہ شعاع آفتاب کے
انوکاس کے منعکس ہوتی ہے اور جقدر یہ حرارت منعکس زمین سے دور ہوتی ہے
اُسقدر حرارت کم ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ حرارت بالکل فنا ہو جاتی ہے۔
اختلاف اس امر میں ہے کہ یہ منعکس حرارت کہاں تک اور پر چڑھتی ہے اور کس
مقام پر ہو پھر یہ حرارت منتشر ہوتی ہے۔

مستقدمین کا خیال تھا کہ سترہ فرسنگ اور ایک میل پر یہ حرارت منتہی ہوتی ہے اور متاخرین فلاسفہ اس مقدار سے کم بتاتے ہیں۔

پس قبل اس حرارت کے معدوم ہونے کے بخارات ارضی اور آدھنہ مرفوعہ ٹھنڈے ہو کر جم جاتے ہیں اور دریاؤں کی بجائے جم جاتی ہے۔ اس مقام پر ہوا کے چند طبقہ ہوتے ہیں۔ پہلا طبقہ نسیم کہلاتا ہے جو زمین سے متصل و محیط ہے اور جو مختلف سمتوں میں متحرک ہوتی ہے یہی طبقہ ہوا معیشت و زندگی کی اصلاح کرتا ہے یہ طبقہ زمین کی سطح کو ڈھانپے ہوئے ہے اور اس کا حجم سولہ ہزار ہاتھ کا ہے بعض نے اس سے زائد لکھا ہے۔

دوسرا طبقہ۔ زمہریر ہے جو ساکن ہے اور رطوبات منجمدہ و کثیف گیر سے بنا ہے اس طبقہ کے اوائل میں ابر و برق و رعد وغیرہ بنتے ہیں اور یہ طبقہ زندگی کے لیے صلاحیت مہین رکھتا ہے اس طبقہ میں جا کر کوئی زندہ رہ سکتا ہے۔ مستقدمین اس مقام پر کرہ نادکے وجود کے قائل ہیں لیکن جدید فلسفہ اسکی تکذیب کرتی ہے اُنکے نزدیک کرہ زمین مع اپنے کرہ بخاریہ و ہوائیہ کے اس فضا میں جو اتھیر سے ملو ہے حرکت کرتی ہے۔ لیکن متاخرین نے اس امر میں بھی اختلاف کیا ہے کہ وہ کرہ ہوا جو ہمراہ کرہ زمین کے متحرک ہے اسکی کثیف ضخامت ہے۔

فرانس کا مشہور حکیم فلا ماریون قائل ہے کہ وہ ہوا جو چارے کرہ کو محیط ہے اس کا حجم ایک لاکھ میٹر ہے اور نام اس کرہ ہوائی کا اتسفر ہے جو یونانی لفظ ہے معنی اُسکے بخار دور ہیں۔ آجکل کے حکماء میں مشہور یہ ہے کہ کرہ اتسفر چندہ فرسخ سے کم نہیں ہے اس کے اوپر اتسفر ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے یہ حساب انگسارندہ سے کیا گیا ہے کہ فضا و شفق میں انگسارندہ کرہ ہوائیہ سے ہو کر ہم تک پہنچتا ہے یہی قاعدہ سے کتاب عدس بدیعہ میں لکھا ہے کہ کرہ محیط ہوا چار سی زمین پر مثل خطاف اور چمکے کے ہے اور بلندی اسکی جہان سے انگسارندہ ہوتا ہے ۴۵ میل ہے اور شفق سے پچاٹا جاتا ہے اور غالباً سطح زمین سے اوپر سو یا دو سو میل اور ہر تک

یہ شفق معلوم ہوگی اس ہٹا چم کرہ ہوا کا قیس فرسخ ہوا آیات مینات میں لکھا ہے
 کہ وہ مقام جہان شہاب ثاقب اور شفق کا ظہور ہوتا ہے اور پرنسپل سے میل
 تک ہے اور بعض حکماء کا خیال ہے کہ بلندی اسکی ۵۰۰ میل تک ہٹا ورنہ ٹوٹن کا
 قول ہے کہ اسکی بلندی ۵۰ فرسنگ ہو۔

حدائق النجوم میں ہے کہ کرہ بخاریہ ارضیہ ۱۰۰ میل سے ہو منتہایہ کہ اختلاف طبقات
 ہوائیہ میں ہے کہ مین طبقات ہوا کثیف ہیں کہ مین لطیف حتیٰ یہ کہ کرہ بخاریہ کہ بغیر
 ایک مملو ہے اور چونکہ شفق اور فجر بدون کثافت ہوا کے معلوم نہیں ہوتے تو
 ضرور ہے کہ ظہور ان دونوں کا اس طبقہ میں ہو جو کہ ۴۵ میل ہے اور یہ امر اسکی
 دلیل نہیں ہے کہ کرہ بخاریہ کی یہ انتہا قرار پاوے بلکہ اس بات کی دلیل ہے کہ
 کثافت کرہ بخاریہ کی منتہی ہے ۴۵ میل میں اور یہ مخالفت مین اس امر سے کہ اسکی
 اوپر بھی ہوا کے لطیف موجود ہو خصوصاً جبکہ ازلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوا
 اور بخارات سمیل سے اوپر بھی ہیں اور کرہ ایتھر تک ہیں۔ بہر حال ان اختلافات تک
 بحث نہیں ہے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ زمین ہماری گھری ہوئی ہو کرہ بخات
 سے اور زمین کمرائی اجزاء بھی ہیں جسکو ہم کرہ زمیری کہیں خواہ کرہ ایتھر کہیں یا
 برٹ کا کرہ کہیں اور انکی بلندی چند فرسخ سے کم نہیں ہے کہ ہوائیہ کرہ بخاریہ
 کے چوتھ میں ہے اور یہ دونوں کرہ زمین کی حرکت وضعیہ و انتقالیہ کے ساتھ
 متحرک رہتے ہیں یہ حالت ہماری زمین کی نہیں ہے بلکہ سب اراضی سیار استوکی
 یہی حالت ہے کہ وہ اپنے اپنے کرہ ہوائیہ و بخاریہ سے محیط ہیں اور کرہ بخاریہ
 کرہ ایتھر محیط ہے۔

اس کل بیان سے کہا جاسکتا ہے۔

(۱) کرہ بخاریہ و ہوائیہ کے کل طبقات سارے جاسکتے ہیں جسکو خدا نے فرمایا
 سبع سموات طبقات (سورہ ملک) سات طبق آسمان کے ہیں۔
 (۲) دھوپ، بخار، ابر، زہریں، بکریاں، گناہ، جمع ہے یہی وجہ ہے کہ ماسطو

میں کبھی دھواں شربت اسلام نے کہا ہے کبھی بخلا کبھی موج مکھنوت، کبھی پانی نجد۔
 (۳) کہہ بخلا یہ کی خلقت کرہ زمین کی خلقت کے بعد ہوئی یا سوا سے کہ بخارات
 کی نگین و دھواں رطوبات ارضی سے ہے لہذا زمین کی خلقت مقدم ہوئی اور
 کہہ بخلا یہ موج ہوا اور ہلکو آسمان کہا ہے۔ لہذا آسمان کا وجود بعد زمین کے وجود کے ہوا۔
 ہمارے احادیث و اخبار ان امور کی تائید کر رہے ہیں اور یہی بتا رہے ہیں کہ
 خلقت زمین کی آسمان سے مقدم ہے۔

(الف) حدیث میں ہے خدا نے زمین کو قبل آسمان کے خلق کیا اور سورج کو
 قبل چاند کے بنایا (ہمارا الانوار کافی)

(ب) ہذا الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استوی
 الی السحاب نسوا من سبع سموات و ہوا بکل شیء قدیر (سورہ بقرہ)
 خدا وہ ہے جسے تمہارے نفع کے لیے زمین والی چیزوں کو خلق کیا پھر ساتوں
 آسمانوں کو بنایا اور نماہر شے کو بخوبی جانتا ہے۔

(ج) خلق الارض فی بیضی فعملوا علیہا اذاناً و اذالک تب العالمین
 فاجعل فیہا و اسی من فی قضا و بارک فیہا افاقیہا فی اربعۃ ایام سبعۃ ایلیم
 فہا استوی الی السماء و اسی دخان ففصل فیہا سبع سموات فی بیضی (رحم)
 دو دن میں خدا نے زمین کو خلق کیا (دوسروں کو تم) خدا کا شریک بناتے ہو دیکھو
 وہی سارے جان کا مالک پروردگار ہے (کوئی اس کا شریک نہیں) اور اس نے
 زمین میں ہار بنائے اور اُس میں برکت دی اور اُس میں (اوس کے رہنے والوں) کی
 روزی مقرر کی (زمین کا بنانا اور پہاڑوں کا پیدا کرنا وغیرہ) پورے چار دن میں ہوا
 پورے چار دن کے لیے اُس میں وضع نشانیاں ہیں۔ پھر وہ آسمان کیا بنایا۔ تیرہواں اور
 وہ ایک دھواں تھا پھر انھیں دو دن میں سات آسمان بنائے تیرہ روز خلقت
 زمین و آسمان ہوئی۔

(د) و انتم اشد خلقاً ثم استواء السحاب رافع معک انما غطی لیلہا

واخرج ضیحا والارض بعد ذلک وحملا اخرج مضملا ثم اخرج
والجبالا لیسما متاعا لکم فالاعمالکم (سورہ نازعات) آقا
تھارو خلقت و شوارہے یا آسمان کی خلقت بلند کی مبادین اسکی ادب براہ سے
بنا دیا اور اسکو ڈھانپا رات کو اسکی اور نچلا اسکی صبح کو اور بعد اسکے زمین کو تھوک
کیا نکالا اس سے زمین کا بانی اور لباس درہا زون کا بوجہ رکھا محارستہ دیکھا ہے
چمپایوں کے نفع کے لیے۔

ان تینوں آیتوں اور جو تھی حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین آسمان سے پہلے بنی اور
بیشک موافق عقل بھی یہی ہے۔

(شعبہ) خلقت زمین و اشیاے زمین کا آسمان سے قبل خلق ہونا بعض آیات سے معلوم
ہوتا ہے اور آری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان قبل زمین خلق ہوئے یہ تناقض ہے۔
(جواب) ممکن ہو خلقت قبل آسمان چاروں وجوہات سے یہ حرکت عینہ زمین کی بعد خلقت خلق کیا
(اعتراف) اس جواب پر اعتراض یہ ہے کہ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے
کہ خلقت زمین و اشیاے زمین قبل خلقت آسمان ہوئی اور خلقت اشیاے زمین
بدون وجود زمین ممکن نہیں اسلئے کہ حرکت و تنقلی زمین کی جو جو سے ثابت ہے
یہی اعتدال موجب خلقت اشیاے ارض کا ہے پس لازم آیا کہ احوال و خلقت
دونوں مقدم ہوں۔

(جواب) والارض بعد ذلک وحملا اخرج مضملا سے معلوم ہوتا ہے کہ تسویا فلک کا
وجود ارض پر مقدم ہے اور خلقت افلاک بعد خلقت زمین ہے جیسا کہ اور
آیات کا منشا رہے۔

(اعتراف) تیسری آیت کا یہ منشا رہے و تسویا آسمان کا و حارث پر مقدم ہے
اور دوسری آیت کا یہ منشا رہے کہ خلقت زمین و اشیاے زمین مقدم ہے تسویا فلک
پر اسلئے کہ خلقت اشیاے ارضی بدون وجود زمین ممکن نہیں بھر بھی تناقض ہوا۔
(جواب) ممکن ہے پہلی اور تیسری آیت میں تسویا کا استعمال و تسویا ہوا

تسویہ مطلقہ مقدم ہو و محارض پر اور تسویہ ساتون آسمانوں کا بعد ہو و محارض کے
(جواب ۲) تیسری آیت میں لفظ بعد تاخیر زمانے کے لیے نہ ہو بلکہ نعمتوں کے
متعدد ہونے اور ان کی یاد دہی کیا سطح ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز مقدم ہو بین
وہ مؤخر ہوتی ہے زمانہ اس لیے کہ اس سے خیر دنیا و اوقات اور زمانہ کی مقصود نہیں
ہوتی بلکہ مقصود نعمتوں کا ذکر ہے اور تنبیہ ہے۔

(جواب ۳) مراد بعد ذلک مع ذلك ہے اظہار ترتیب مقصود نہیں ہے
جیسا کہ ابن عباس سے تفسیر میں قالوا بعد ذلک دحیھا کے مروی ہے
مع میثاکہ دحیھا اور میثاکہ کے معنی حرکت کے ہیں

باب تیسرا حالات نسکی میں

۱۶۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان منتہا ہے ہوا پر ہیں۔
(الف) حضرت یعقوب کی وہ دعا جو تفسیر سورہ یوسف میں ابراہیم قمری نے نقل
کی ہے: یا مفضل السما بالہاء او وہ خدا جس نے مستحکم کیا آسمان کو ہوا سے۔
اس سے معلوم ہوا کہ کرہ بخاریہ کی سطح مقعر مدب کرہ ہوا سے ملی ہوئی ہے جیسا کہ
حکمت میں ثابت ہے۔

(ب) امام حسین علیہ السلام کی دعا ہے روز عرفین ہے: اور روکر یا ہوا کو آسمان سے
الہ الامین یعنی صحیفہ حنیفہ، بخاریہ حکمت میں ثابت ہے کہ کرہ بخاریہ کرہ ہوا کو محیط کر
اور کوئی فاصل نہیں ہے حالانکہ متقدمین کرہ نادر کو کرہ ہوا اور فلک اول کا حایل قرار
دیتے ہیں۔

(ج) جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے: روکر یا خدا لے جا کر آسمان و زمین کے
درمیان میں (بخاریہ) ان سب اخبار کا یہی منشاء ہے کہ سارے دنیا کرہ ہوا کے اوپر ہے
۱۷۔ احادیث و اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند اور شہاب ثاقب آسمان و دنیا
کے درمیان ہیں (بخاریہ و مشور)

یہ بنا بر فلسفہ جدید صحیح ہے اس لیے کہ دنیا کا آسمان کرہ بخار یہ ہے جو ہماری زمین کو محیط ہے اور بنا بر یونانی حکمت کے چاند فلک دنیا کے اوپر نہیں ہے بلکہ نیچے ٹھکا ہوا ہے۔

۱۸۔ آسمان فلک کے نیچے ہے بعض احادیث میں معلوم ہوتا ہے کہ سماء فلک کے نیچے ہے اور بعض کا مفہوم ہے کہ فلک آسمان کے نیچے ہے لیکن جب ہم اُس کرہ بخار یہ کو جو ہر سیارہ کی زمین کو محیط ہے آسمان قرار دیں اور ہر سیارے کے مدار کو فلک کہیں تو اس وقت میں اخبار میں تناقض نہ رہے گا اور یہ مطلب ہوگا کہ ہر زمین کا آسمان فلک کے نیچے بھی ہوگا اور فلک کے اوپر بھی ہوگا۔

(۱۹) خدا فرماتا ہے: **إِنَّمَا السَّمَاءُ بَنَاءٌ مِّمَّا بَنَيْنَا** (سورہ نازعات) اور آسمان کو بننے نیو اور بنا قرار دیا اسی سے معلوم ہوا کہ آسمان جسم ہے ویسا ہی جیسا کہ متعین قائل تھے۔ آسمان کے اطلاقات بننے سابقا بیان کیے اگر فضا کو آسمان کہا ہے تو وہ بھی بن بنا کے ہے جس طرح سے گھر میں سکونت ہوتی ہے اور مختلف اشیاء رکھے جاتے ہیں اسی طرح سے یہ فضا نامعدود مخلوق نامتناہی سے مملوہ اور تمام اجرام فلکی کو محیط ہونے کی جہت سے بنا کہا جاسکتا ہے۔

اور اگر آسمان سے ستارے مراد ہیں تب بھی کوئی اعتراض نہیں ہے اس لیے کہ ستارے مثل زمین مخلوقات آسمانی سے مملو ہیں جس طرح مکان گھر والوں سے آباد ہوتا ہے۔ (تفسیر) بنا بر کا استعمال نیو اور بن پر ہوتا ہے دوسری آیت میں خدا فرماتا ہے: **وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مِّمَّا بَنَيْنَا** (سورہ انبیاء) آسمان کو چھت بھی قرار دیا ہے اور بنا بھی جس سے اُس کا جسم محیط ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(جواب) ان دونوں آیتوں میں تشبیہ اور استعارہ ہے پس محض محیط ہونیکو وائز نہیں دو تشبیہیں دنیا کی نمایاں قاعدہ مند نہیں ہے بلکہ تشبیہ دوسری بات میں ہر دو میں تضاد ہے کوئی حماقت بنے اس میں نہیں بن سکتی اور بننے کے بعد قائم عین رہ سکتی جیسا کہ بنا مستحکم ہو ستارے وہ بنائے مستحکم ہیں جنکے وجود پر تمام اشیاء کو اکسب سکے

منحصر ہیں نسو صا ثوابت چہرہ سیاروں اور چاندوں کا وجود بھی وقت ہے۔ اور
 چھت کا وجود بظاہر سیارہ کی غرض سے ہوتا ہے اور اس غرض سے کہ اگر ہر سے
 آنے والی غٹے سے حفاظت ہو ستارے نہ ہوتے تو اجرام جویہ کہ زمین کو برباد
 کر دیتے اور ایک دوسرے کے واسطے سیارہ کا کام بھی دیتا ہے جس سے چھت
 کتنا بھی صحیح ہے اور اگر آسمان سے فضا مراد ہے تو کوئی اشکال نہیں فضا زمین کو
 محیط ہے سیارہ کہ شبہ نہیں کہ اسے اور محیط ہونے سے متوجہ ہونا ضروری نہیں ہے
 اس سب سے قطع نظر خود خدا نے اس آیت میں تفسیر بتا دیا ہے کہ فرمادی ہے
 خدا فرماتا ہے اِمَّا السَّمَاءُ بَنَاهَا نِجَاعٍ مَّكَاهَا فُضُوْا اِنَّ آسَمَانَ بِنَارٍ اَطْرَافُہٗ
 مِّنْ نِّعَمٍ مَّكَاهَا وَارِضٌ مَّوْكَرَاتُہٗ اِذَا كُرَّ اَعْلٰی سے اس کی طرف ہو تو اس کو حق کہتے
 ہیں اور اگر اس کی طرف سے اعلیٰ کی طرف ہے تو اس کو سمک کہتے ہیں مراد نفع سمک سے
 بہت بلندی ہے اور حقیقت ستاروں کو جو دوری ہے زمین سے وہ عقل
 بشہ ہی سے باہر ہے چنانچہ بعد ثوابت و سیارات کا زمین سے اپنے محل چنان
 ہو گا پس سارا ایسی بنا ہے جس کو دوری ہماری عقل سے باہر ہے پھر سوائے
 سے تفسیر فرمائی ہے اور اگر مراد تسویہ سے تالیف و خلقت ہے تو آسمان ایسے
 بنا رہے جو بلند کرنے کے بعد بلندی پر بنایا گیا ہے یعنی جسکی بنیاد زمین سے
 بہت بلندی پر رکھی گئی ہے اور چونکہ زمین سے بلند ہے لہذا چھت کتنا بھی صحیح ہو
 محیط ہونا کب تک درست بلکہ یہ آیت بتا رہی ہے کہ آسمان کی بنا اور نیوزمین سے
 بہت بلندی پر ہے اور بیشک وہ کو اکب بین جوفین سے بہت دور پر بنائے
 گئے ہیں جنکو محیط رکھنا کی طرح پر صحیح نہیں ہے اور مراد تسویہ سے تسویہ ہی تو
 یعنی کو اکب کر دی ہیں اگر کر دی نہ ہوتے تو بعض سمتیں سطح پر کھین بعض میں زیادہ
 ہوتے بعض میں خط بعض سے قریب ہوتے بعض دور تو یہ حقیقی دہتا خدا نے
 ستاروں کو وہ بنا قرار دیا ہے جس میں تسویہ حقیقی ہے۔ پھر بنا کو خطا لکھا
 ہے سمجھا جا ہے جو صاف دلیل ہے اس بات کی کہ سارے سطح بطوری مراد

نہیں ہے ایسے کہ اضافہ میل و نہار کی سہا مصطلح کی نسبت صحیح نہیں ہو بلکہ دونوں کی نسبت سوچ و چاند کی طرف ہوتی ہے اور بیان اضافہ سما کی طرف ہی جو سہا و میل ہے اس امر کی کہ مراد سما سے سوچ اور چاند اور دیگر ستارے ہیں۔

۲۰۔ احادیث و قرآن میں مذکور ہے کہ خدا نے آسمانوں کو طبق در طبق بنایا ہے۔
(الف) سبع سماطاً طباقاً (سورہ ملک) خدا نے سات آسمان طبق در طبق بنائے۔

(ب) دعائے امام زین العابدین علیہ السلام میں ہے: "اطباق سبعی الہی" طبق تیرے آسمانوں کے طبق عربی لفظ ہے مراد مطابقت سے مشابہت ہے یعنی سب آسمان آپس میں مشابہ ہیں احکام و اتقان میں جیسا کہ خداوند کریم قرآن مجید میں فرماتا ہے: "ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت" تو نہیں دیکھتا خلق خدا میں اختلاف و تناقض طریقی حکمت سے بلکہ تمام افعال الہی برابر ہیں حکمت و اتقان میں اگرچہ ہیئت و صورت میں فرق ہے۔

اور ممکن ہے طبق سے یہ مراد ہو کہ سب متوازی ہیں ایسے کہ ہر ستارہ اپنے چہرے میں اور یہ کوکب مجموعہ ہیں اجرام سماویہ کا جو فضا کو پرکے ہیں اور ان اجرام کی کوئی حد نہیں ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد طباقاً سے ذات طباق ہو اود سبع سماوات

سے سنی سیارہ مراد ہوں اور سبع سیارہ میں مثل زمین طبقات ہوں دلیل اس پر آیت ہے: "جعل القمر فیہ نوراً" چاند کو ان ساتوں آسمانوں میں نور قرار دیا گیا

اگر آسمانوں سے یونانی آسمان مراد ہوں تو ظاہر ہے کہ چاند کا نور ساتوں آسمانوں میں نہیں ہے جس سے فہم نفاذ صحیح ہو اور نہ متعدد میں اسکے قائل ہیں کہ ہر ستارہ میں ایک یا کئی چاند ہیں لیکن بنا بر تحقیق جدید ثابت ہے کہ ہر سیارہ کی سطح چاند نہیں ہے۔

"جعل القمر فیہ نوراً" کما صحیح ہو گا یعنی سب آسمانوں میں چاند کو نور دینے کی واسطے بنایا گیا اور یہی چاند کی غرض بھی ہے کہ مدار انسی سیارات و روشن ستارہ پس مراد سات آسمانوں سے سات بارے ہو گئے۔

۲۔ ترتیب سات آسمانوں کی بنا پر نبیہ محمدی و نظام علوی جس سے فلسفہ جدید بالکل مطابق ہے یہ کہ فلسفہ جدیدہ میں بنا پر نظام کو برائیکسی کو ثابت ہو کر ارضی سبع سیارہ کرہ بخاریہ سے گھرے ہیں سطح سے ہماری زمین کو کرہ بخاریہ محیط ہے سوائے نچون اور برکان کے اسکے گرد کرہ بخاریہ کا وجود نہیں معلوم ہوتا پس بنا پر اس تحقیق کے سات سیارہ کا ایسے ہیں جنکو کرہ بخاریہ محیط ہے یعنی ہماری زمین زہرہ عطارد مریخ مشتری زحل آراٹوس اور ثابیت ہو چکا کہ سمار سے مراد کرہ بخاریہ ہے اور آئندہ تعدد عالم میں بیان کرینگے کہ سبع سیارہ زمین میں اس تحقیق کی بنا پر اسلامی نظام بالکل مطابق ہے اس طرح سے کہ ہماری زمین اسپر سماء و سیار یعنی کرہ بخاریہ جو ہماری زمین کو محیط ہے۔ دوسرے کرہ زہرہ یہ دوسری زمین ہے اسکا کرہ بخاریہ دوسرا فلک ہے جو اس کرہ ہوا کے محیط ہے۔ تیسرے زمین عطارد ہو اسکا کرہ بخاریہ تیسرا فلک ہے جو اسکے کرہ ہوا کو بھی محیط ہے۔ چوتھی زمین مریخ ہے اسکا کرہ بخاریہ چوتھا آسمان ہے جو اسکے کرہ ہوا کو بھی محیط ہے۔ پانچویں زمین مشتری اسکا کرہ بخاریہ پانچواں آسمان ہے جو اسکے کرہ ہوا کو بھی محیط ہے۔ ساتویں زمین آراٹوس اسکا کرہ بخاریہ ساتواں آسمان ہے جو اسکے کرہ ہوا کو بھی محیط ہے۔ اس نظام کو حدیث میں مبینہ اس طرح سے بیان کیا ہے حسین بن خالد۔ ترتیب زمین و آسمان کی کیا ہے۔ امام رضا علیہ السلام بایان ہاتھ پھیلا کر اسپر داہنا ہاتھ رکھ کر فرمایا یہ دنیاوی زمین ہے اسپر دنیا کا آسمان ہے اسپر ایک اور قتبہ ہے اور دوسری زمین دنیا کے آسمان کے اوپر ہے اور دوسرا آسمان اسکے اوپر ہے بطور قتبہ کے اسپر تیسری زمین ہے اسپر تیسرے آسمان کا قتبہ ہے اس قتبہ پر چوتھی زمین ہے اسپر چوتھے آسمان کا قتبہ ہے چوتھے آسمان پر پانچویں زمین ہے اسپر پانچویں آسمان کا قتبہ ہے پانچویں آسمان پر چھٹی زمین ہے اسپر چھٹے آسمان کا قتبہ ہے چھٹے آسمان پر ساتویں زمین ہے اسپر ساتویں آسمان کا قتبہ ہے اور عرش خدا ساتویں آسمان کے اوپر ہے یہی خدا فرماتا ہے ۛ صبیح سماء من الارض مثلہن ۛ

حسین بن خالد - اے مولا ہمارے پیچھے سوائے ایک زمین کے اور کچھ نہیں ہو۔
 امام علیہ السلام نے تصدیق کی۔ (تفسیر عیاشی، تفسیر ابراہیم قمی، تفسیر محمد لیسان
 تفسیر برہان، تفسیر صافی، انوار نعمانیہ، بحار الانوار)

یہ حدیث کیسے طرح سے حکماء متقدمین کی بنا پر صحیح نہیں ہو سکتی جیسا کہ سید جزائری
 بھی انوار نعمانیہ میں اقرار فرمایا ہے کہ یہ حدیث کیسے طرح سے اقوال حکماء و ریاضیین
 مطابق نہیں ہو سکتی۔ البتہ نظام کو برنیک سے بالکل مطابق ہے بطریقہ موسیٰ کا نظام
 وہ ہے جسکو نظام علوی میں قیامت کے حال میں بیان کیا ہے۔

تفسیر آیہ کریمہ "من افطار السموات" میں وارد ہے جب قیامت ہوگی
 تو دنیا کے آسمان کو زمین گھیر لیگی اور دوسرے آسمان کو دنیا کا آسمان گھیر لے گا اور
 تیسرا آسمان دوسرے آسمان سے محیط ہوگا اور ہر آسمان اپنے نیچے آسمان سے
 گھر جاوے گا (تفسیر قمی) ظاہر حدیث یہ ہے کہ قدامت بطور حصے قابل ہیں نہ پہنچے
 کرہ اپنے اوپر کے کرہ کے حکم میں ہے یہ شکل قیامت میں ہوگی ابھی ایسا نہیں ہو۔
 ۳۳ - احادیث میں آسمان کا وزن بھی بتلایا گیا ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام ایک تسبیح کی دعائیں فرماتے ہیں: "سبحانک تعلم
 وزن السموات" سزاوار تسبیح وہ خدا ہے جو آسمانوں کا وزن جانتا ہے (صحیفہ
 غمانیہ محمدیہ) یہ کلمات بھی فلاسفہ قدیم کی تردید کرتے ہیں اس لیے کہ درحقیقت
 وزن کوئی شے نہیں ہے بلکہ مرکز کی طرف میلان جسم کا ہی وزن ہے جن اجسام
 کا میلان سمت فوق میں ہے انکو لطیف اور ہلکا کہتے ہیں اور جن اجسام کا میلان
 سمت تحت میں ہے انکو بوجہ دار اور بھاری کہتے ہیں اسبوجہ سے فلاسفہ قدیم
 نے فلکیات کی واسطے الاتفاق کہا ہے کہ اسکا کوئی وزن نہیں ہے کیونکہ اس کے
 نزدیک وزن نام ہے میل مستقیم کا اور فلکیات کی واسطے فلسفہ قدیم میں میل مستقیم
 ثابت نہیں لہذا وزن بھی نہ ہوگا مگر وہ اس قول کی تردید فرمائی ہے اور ارشاد
 کیا ہے کہ خدا آسمانوں کے وزن کو جانتا ہے یعنی اس کے میل مرکز میں سے اقصائے

اب جدید تعلیم یافتہ ہنستے اور مضحکہ کرتے ہیں درحقیقت اسلامی تعلیم الہی تعلیم ہے
 کوئی فلسفہ اگر اس کے مطابق ہو جاوے تو یہ اسکی تحقیق علیہ ہے اور نہ مطابق ہو تو بلکہ
 فلسفہ الہی میں تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ اسبطح سے وہ حضرات اس فلسفہ جدید
 کے بھی ترجمان نہ تھے ایسے کہ بنا اسکی پیرس کے مشہور حکیم کو برنیکالہ السنو ۱۹۵۸ء
 کی ہے اور ان تحقیقات بعد میں ہوتے تھے میں قبل مسئلہ کے اس مسئلہ و فلسفہ کا
 وجود بھی نہ تھا پس یاد فرما جا سکتا ہے کہ اس فلسفہ سے ان حضرات نے یکھا انکے
 علوم وہی وہ فی تھے جس سے تہذیبات فلسفہ کے سب صحیح و درست ہیں اور
 مخالف انکے انو و باطل ہیں اسی بنا پر ہم فلسفہ اسلامی کو فی حد سے مطابق نہیں
 کرتے بلکہ جو فلسفہ از خود اسلام سے مطابقت رکھتا ہو اس مطابقت کو بیان
 کر دیتے ہیں۔ متقدمین نے فلک الافلاک کو بطلیوس کے دیکھ کر عرش کو سبک
 پر آسمان بنا یا حالانکہ تعلیم اسلامی ایکے مخالف ہے۔

مفضل بن عمر سے مروی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔

سوال۔ عرش و کرسی کہاں ہے۔

جواب۔ بنا بر ایک صورت کے عرش جملہ مخلوقات ہے اور کرسی طرف اٹکا ہوا
 اور بنا بر دوسری صورت کے عرش وہ علم ہے جس پر انبیاء و مرسلین اور مجمع خدا
 مطلع ہیں اور کرسی وہ علم ہے جس پر کسی نبی و رسول اور حجۃ خدا کو اطلاع نہیں ہے
 و بعد الانوار معانی الاخبار۔

اس حدیث کی بنا پر معلوم ہوا کہ عرش الہی جسم مخصوص کا نام نہیں ہے جو محیط اجسام ہو
 اور کرسی بھی کوئی جسم مخصوص نہیں ہے بلکہ محل و مقر مخلوق الہی کرسی ہے۔

صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کرسی علم الہی ہے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے
 میں صرح کر سیتہ الشیخوۃ الکلاص (۱) تفسیر میں فرمایا جو مطلب
 یہ ہے کہ علم الہی آسمان و زمین سے وسیع ہے (اعتقاد یہ شیخ صدوق رہ)

اور عرش کے بار میں فرماتے ہیں۔ اعتقاد چار عرش کے بار میں ہے کہ عرش علم

مخلوق الہی کا نام ہے اور دوسری بنا پر عرش سے علم الہی مراد ہے (اعتقاد یہ شیخ صدوق) معلوم ہوا عرش و کرسی کے دو مفہوم ہیں ایک جسمانی دوسرے غیر جسمانی کسی مقام پر کچھ مراد ہے کسی مقام پر کچھ مراد ہے لہذا یہ اختلاف بیانی نہیں ہے بلکہ ایک لفظ مشترک ہے جس کا دو معنوں میں استعمال ہوا ہے لہذا ہم بھی عرش و کرسی کے دونوں مفہوموں کو بیان کرتے ہیں۔

۲۵۔ (الف) قرآن مجید میں ہے: **سَاعِ كُرْسِيِّهٖ السَّمٰوٰتِ الْاَسْفٰلِ** (سورہ بقرہ) خدا کی کرسی آسمانوں اور زمینوں سے وسیع ہے۔

(ب) امام جعفر صادق علیہ السلام اور مجاہد ابن عباس کا قول ہے کہ کرسی مراد علم الہی ہے جو بیشک آسمانوں اور زمینوں سے وسیع ہے جیسا کہ عرب میں علماء کو کراسی کہتے ہیں (معجم البیان)

اور معنی کرسی کے ملک و سلطنت و قدرت کے بھی ہیں جیسا کہ عرب میں کہتے ہیں: **اجعل لهذا الخاطك سببا اى عماد اليمد به حقل يبيع ولا يميل** یعنی اس دیوار کے واسطے کرسی قرار دو یعنی ستون بناؤ جس پر دیوار تھبے اور نہ گرے نہ کسی سمت جھکے۔ اس وقت میں آیت کے یہ معنی ہر جگہ قدرت الہی احاطہ کیے ہو تمام آسمان و زمین کو اور ہر شے کو تھامے ہوئے ہے (معجم البیان)

(ج) خدا فرماتا ہے: **فجلاستوى على العرش** (سورہ اعراف) پھر خدا مستوی ہوا عرش پر۔ عرش کے معنی بھی ملک و سلطنت کے ہیں۔

تعالیٰ نے کہا ہے عرب میں عرش اُس تخت کو کہتے ہیں جس پر سلاطین بیٹھیں یہاں عرش سے کنا یہ خود سلطنت پر ہے جیسا کہ عرب میں کہتے ہیں: **قل عرشه اى انتقص مملكه** اُس کا عرش تنہوا ہے یعنی اُسکی سلطنت تنہوی ہے۔

ابو سلمہ نے کہا ہے کہ ہر بنا پر عرش کہلاتی ہے اور بنا کر نہوالا عرش کہلاتا ہے۔ خدا فرماتا ہے: **من فاعل عرشون** (سورہ نحل) اور انہیں چیز سے جس سے بنایا (بجائے) **ثم استوى على العرش** سے مراد استعلاء و قہر ہے۔

بعض علما نے فرمایا ہے مراد عرش سے ملک اور خدا کا ملک اسکی مخلوقات ہے
جیسے کہ ابو مسلم اصمغانی نے لکھا ہے۔

شیخ مفید نے عرش کے بارے میں فرمایا ہے: "ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ عرش ثلثہ
میں ملک کو کہتے ہیں جیسا کہ شاعر کہتا ہے ۵

اذا ما بنی احزان ثلاث عرشہم وادوت کما افاد ایاہا حمیت

جسکایہ مطلب ہو کہ جب احزان کرنا مروان تو ملک اسکا ہلاک ہو جاتا اور دوسرا شاعر کہتا ہو۔

اظلل عرشا لایزال لا یختر تجھو لگان ہو کہ تیرا ملک و سلطنت کسی قدر ایل ہو گا

و متغیر ہو گا۔ خدا نے بھی عرش کو ملک کے معنوں میں استعمال کیا ہے مگر سبکی سلطنت کے

بار میں فرماتا ہے: "وادیقہ من کل شیء علیہا عرش عظیم" (سورہ نمل)

عرش خدا سے مراد ملک و سلطنت آتی ہو اور استواء علی العرش سے مراد ملک و سلطنت کی

حکومت آتیلا ہو عرب بھی اہتیلہ کے مقام پر استواء پر لے ہیں شاعر کہتا ہو ۵

قد استعای بشری علی العراق من غیر سیف و دمہا ق

بے خونریزی کے بشری سلطنت عراق پر قابض ہو گیا۔ پس عرش سے علم مراد

ہونا چاہیے نہ حقیقت لہذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ تاویل کریں آیہ کریمہ العرش

علی العرش مستوی کی یا یہ کہینے کے علم آتی حادی ہے یا یہ کہینے کے قدرت آتی

اور حکومت اسکی مخلوق کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ و آیات ملائکہ حاملین عرش

پارہمین ہیں وہ احادیث نہ ان سے یقین ہو سکتا ہے اور ان پر عمل ہو سکتا ہو یقین اس

بات کا ہے کہ عرش اس میں ملک کے معنوں میں ہے۔ (نہار)

اگر استواء سے استواری مراد ہو اور ہاشم سے استواری مراد ہو تو خصوصیت عرش سے

کیا ہے خدا کی قدرت و جہوت ہر شے پر۔ سوئی ہے لہذا آیہ خود بتاتی ہے

کہ عرش کوئی جسم نہیں ہے اور جب جسم نہیں تو اس سے جسے استواء ہو گا اور اگر

عرش کو جسم قرار دیں اور استواء سے استواء مراد ہو تو لفظ "فہم" اضافی اور دیر کے

اظهار گیر اسطے آتا ہے مطلب یہ ہو گا کہ حد اپنے مضطرب و پریشان حال چتر تھا

جب آسمان و زمین بنا چکا اسوقت عرش پر بیٹھایا یہ ضطراب و حرکت سکون و دلیل امکان ہے لہذا معلوم ہوا کہ نہ عرش کوئی جسم ہے نہ خدا جسم ہے
(شبیہ) استوا کے منہ استیلا و قدرت کے درست نہیں ہیں ایسے کہ قدرت و استیلا خدا کی صفت ہے جو عین ذات و قدیم ہے خدا ہمیشہ سے قادر و مستولی ہو
پھر تم کے ساتھ کتنا جو تاخیر کو ظاہر کرتا ہے بتاتا ہے کہ بعد خلقت زمین و آسمان خدا قادر ہوا۔

(جواب) بیشک خدا ازلی سے قادر ہے اور آسمان و زمین حادث ہیں اور سلطنت و مملکت الہی ہیں لیکن قبل وجود و خلقت استیلا اور حکومت اس پر نہ تھی محکوم کئے نہ ہونے سے اصل حکومت کی نفی اور متدور کے نہ ہونے سے اصل قدرت کی نفی نہیں ہوتی البتہ مصروف وجود کے بعد ہوتا ہے اور اسکو "ثم" کیساتھ بیان کیا ضرر کیا ہے۔

(د) امام بیہق صادق علیہ السلام سے داود رقی نے تفسیر آیہ کریمہ "وكان عرشه على الماء" کی عرض کی۔ لوگ کہتے ہیں عرش پانی پر بنا اور خدا عرش پر ہے۔ امام علیہ السلام۔ جو نے ہیں وہ لوگ جنگویہ گمان ہے یہاں تک کہ فرمایا خدا حامل ہوا اپنے دین کا اور پانی سے مراد علم ہے الحدیث (کافی)

(ک) امام رضا علیہ السلام نے تفسیر میں آیہ "ويعمل عرش فقہم یومئذ ثمانیۃ" اور آیہ کریمہ "الذین یعملون العرش" میں فرمایا ہے۔

عرش نام ہے علم و قدرت کا اور علم و قدرت میں جوئے ہے وہ عرش ہو اور طمان عرش سے مراد وہ مخلوق الہی ہے جو حاملان علم الہی ہیں اور وہ مخلوق جو کہ عرش تسبیح کرتی ہے اور وہ مخلوق ہے جو عمل کرتے ہیں اس علم پر جو انکو دیا گیا ہے خدا کی طرف سے اور طمانکہ اعمال کو بندوں کے لکھنے میں اور حامل زمین سے عبادت چاہتے ہیں تاکہ لوگ گرد خانہ خدا کے طواف کریں اور خدا عرش پر مستولی ہے جیسا کہ کہا ہے "والعراقل من مجلہ ومن جمل العرش" یعنی عرش اور جو حامل عرش میں رہے

حاملان عرش کے حامل ہوا

وہ جو گردش کے مین۔ اور خدا ان سب کا حامل ہے۔ یعنی ان سب کا حافظ ہے اور تمام
ہوے ہے اور ہر نقش پر قائم ہے اور ہر شے کے اوپر ہے اور ہر شے سے بلند
ہے (کافی)

(۵) ایک مولانا حدیث میں خان بن سدر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے
روایت کی ہے فرمایا عرش کا کئی چیز و پیر اطلاق ہوتا ہے خدا نے قرآن مجید میں
عرش کا مختلف طاق سے ذکر فرمایا ہے۔

ایک : **رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ** : سے مراد ملک عظیم ہے۔

دوسرے : **الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ الْمُسْتَقِی** : سے مراد یہ ہے کہ خدا ملک و
سلطنت پر حاوی ہے اور ملک ایسی کیفیت ہے جو خدا کو مخلوق سے خالقانہ
ارتباط ہے اور عرش و کرسی میں فرق ہے یہ دو دروازے ہیں جو دروازہ بے
غیب میں سب سے بزرگ ہیں اور یہ دونوں غیب ہیں (یعنی حواس و عقول الٰہی کا
ادراک نہیں کر سکتے) یہ کچھ ہم میں نہ جہانیاں سے ہیں جس تک علم مخلوق کا
نہیں پہنچ سکتا اس لیے کہ کرسی غیب کا ظاہری دروازہ جس سے ایمان
موجود است ظاہر ہوتے ہیں۔ اور عرش غیب کا حقیقی دروازہ ہے کہ جو عقل تکفیر
آئی ہے اور علم کو، مقدر الٰہی، مکانیت، متبہ، صفت، ارادہ، علم الٰہی
حرکات، عود، اور بار ہے۔ پس عرش و کرسی ہم کے دروازہ ہیں جو ہمیں میں
قریب ہیں ایسے نہ کہ عرش علاوہ ملک کرسی ہے اور عرش میں اور غیب
پہنچتے علم کرسی سے زیادہ ہے اسی سے خدا نے فرمایا ہے : **رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ**
یعنی صفت و ثناء علم ہے صفت کسی سے اور دونوں قریب قریب ہیں۔

حنان۔ میں آپ پھر سے خدا جل جلالہ کے قریب ہونے میں کیا مصلحت ہے۔
امام علیہ السلام : دونوں ایسے قریب ہیں کہ عرش وہ علم ہے جو متعلق ہوتا ہے
کیفیت اشیا سے اور اس سے علوم، اے کے ظاہر ہوتے ہیں اور مکانیت اشیا کی
اور حدود و اشیا کے : وہ ہے کہ گردش و کرسی ایک دوسرے سے قریب ہیں اور

اور ایک دوسرے کا ظرف ہے (کیونکہ اعیان محل کیفیات ہوتے ہیں لہذا بنی ظرف کے
 ہیں اور کیفیات محیطا اعیان ہوتے ہیں لہذا کیفیات بمنزلہ اعیان کے ظرف ہونگے
) اور علماء اہلبیت ائمہ معصومین علیہم السلام ان امور کو مختلف عنوانوں سے
 تعبیر کرتے ہیں اور تمثیل کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں لوگوں پر واجب ہے کہ ان
 مختلف تعبیرات کو اختلاف بیانی یا دروغ و جعل معاذ اللہ نہ خیال کریں بلکہ صدق
 دعویٰ پر ان حضرات کے استدلال کریں خدا جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت سے
 مخصوص کرتا ہے اعلیٰ قوی و عزیز ہے (بحار الانوار)

(ز) خداوند کریم عرش کے باریعین فرماتا ہے: **سُبْحَانَ عَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ** سورہ
 یس نے خدایا دعا مانیتہ ہے برتر ہے ان چیزوں سے جو اسکی نسبت کی جاتی ہیں۔
 مفسرین خدا کو جسم قرار دیکر اس کے ماتحتوں کے قایل ہیں جسکو خدا حکایت فرماتا ہے
يَبْدَأُ اللَّهُ مَقْلُوبَةً خدا کے ہاتھ بندھے ہیں۔ اور خدا کے پیر فرض کیے تھے
 اور کہتے تھے کہ خدا بیت المقدس کے پتھر پر پیر رکھ کر آسمان پر چڑھتا ہے اور خدا
 کی انگلیوں کے قایل تھے اور کہتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا ہے: **خدا کی انگلیوں کی**
ٹھنڈک میرے قلب میں ہوتی ہے۔ ان ہیودہ خیالات کو کما ظافر خدا نے
 فرمایا: **سُبْحَانَ عَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ** یعنی خدا بڑی سی بڑی مثالوں اور شبہوں کا
 خالق ہے جسے مشرکین اسکو تشبیہ دیتے ہیں اور خدا کے لیے ہیں اعلیٰ مثالیں
 الحمد للہ (بحار)

(ح) حدیث میں ہے: **قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللَّهِ تَعَالَى** قلب مومن عرش
 خدا ہے اور شاید یہ وجہ ہو قلب مومن کے عرش ہونے کی کہ قلب مومن محل
 صاف و شاد ہے۔ بہر حال عرش و کرسی کا اطلاق اخبار میں چند چیزوں پر ہے
 علم و معرفت، ملک و سلطنت، تمام صفات کمالیہ، پس کہہ سکتے ہیں عرش علم،
 عرش قدرت، عرش رحمانیت، عرش قدس، عرش و حاکمیت۔ یہ طرے قلب
 مومن عرش ہے۔

۲۵۔ بعض اخبار سے صراحت پائی جاتی ہے کہ عرش و کرسی محمد بن عرش کو
محدود عالم کون اور کرسی کو محدود نظام شمسی فرمایا ہے۔
(الف) جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ۔ خدا نے آسمانوں کو
کرسی کا عمار قرار دیا ہے۔ (بحار)

(ب) سبع سموات کرسی میں مانند ایک حلقہ کے ہیں اور کرسی عرش میں مثل
ایک حلقہ کے ہے۔ (بحار)

اس بنا پر نظام محمدی یہ ہوگا کہ ہمارا کرہ ارض ہے کرہ ہوا و کرہ بخار یہ ایک آسمان ہو
اور وہ کرہ بخار یہ محدود اور متناہ نظام ارضی ہے محیط سے ہر سیارہ مع اپنے کرہ ہوا
اور کرہ بخار کے دوسرا نظام ارضی ہے جسکا کرہ بخار یہ اپنی نظام ارضی کا محدود ہے
اور یہ سب سیارہ اور انکا نظام ارضی ہمارے سورج کے گرد گھومتے ہیں جو مرکز عالم
ہے اور وہ ایتھر جو محیط ہے نظام شمسی کو وہ کرسی ہے جو محدود نظام شمسی ہے۔
اس محیط سے خدا نے اور بھی بہت سے نظام شمسی بنائے ہیں جسکو ہم بحث تعدد
عالم میں بیان کرینگے اور وہ سب نظام شمسی جس فصحاء نامہ زمین و مین و مین و مین
عرش کہا ہے جو محدود تمام عالم مادیہ کا ہے۔ اب دست عرش و کرسی کی اور آسمانوں کا
عمود کرسی ہونا اور سبع سموات کا کرسی میں مثل ایک حلقہ کے ہونا اور کرسی کا عرش
میں مثل ایک حصہ کے ہونا یہ سب صحیح و درست ہوا۔ یہ جدیدہ بھی کوئی نئی
شہوتی۔

۲۶۔ احادیث و اخبار میں ساق عرش کا بھی ذکر ہے۔
ایک۔ رسول خدا نے فرمایا ہے خدا نے عرش کا خلق کیا اور عرش کی سرشار زمین
میں ہر ساق مانند اداست زمین و آسمان کے ہے۔

ساق عربی ہے جسے بہت سے منے ہیں۔ ایک بندہ کہہ سکتے ہیں۔ دوسرے
ساق الشجر درخت کا تنہ۔ تیسرے ساق کے منی منی اور شدت کے میں نظام دنیا
منتهی الارباب

ساق سے مراد کسی شے کی جڑ اور اصل بھی ہے جس پر وہ شے قائم ہو۔ ساق لانا
اور ساق الشجرۃ میں بھی یہی معنی مفہوم ہونے میں۔ اسی اعتبار سے ساق کا اطلاق
اصل حقیقت پر بھی ہوتا ہے (تفسیر کبیر جلد ۱۰) اب غور کے قابل یہ بات ہے
اکہ مراد ساق عرش سے کیا ہے ساق سے چنڈی اور تنہ درخت مراد نہیں ہے
کہ ہم عرش کو کوئی مدخت یا کوئی انسان ستر ہزار بیرون والا سمجھ لیں بلکہ عرش کو محدود
و محیط جملہ عالم قرار دیا ہے ان عوامل کے سیارات و ذرات اور کرات ہمارے وہابیہ
ستر ہزار تعداد میں ہیں اور انکو ساق کہا ہے مجموعہ انکا عرش ہے اوصاف بسنے اصل
وحقیقت ہے چنانچہ مؤید ہمارے قول کی خود اس حدیث کے الفاظ ہیں: کل
ساق کا ستلہ والو السماء کا لارض کا وہر ساق کا وہر مثل آسمان و زمین کے
چھ اس ساق کو مستدیر فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ جملہ کرات عالم جنکو عرش محیط
ہے یا جنکا مجموعہ عرش ہے وہ ستر ہزار ہیں۔

۲۷۔ عرش کے متعلق اخبار میں سر اوقات کا بھی ذکر ہے۔

وہب نے رسول خدا ص سے روایت کی ہے کہ عرش کے چہ لاکھ سراق بن طول
عرش و متائی ہر ایک کی اگر مقابلہ کیا جاوے انکا ان آسمان اور زمینوں سے
اور جو کچھ انہیں خلق ہو سکتا ہے انکو ایک سراق سے تھوڑی نسبت ہوگی اور بہت
چھوٹے معلوم ہونگے (تفسیر کبیر فقر الدین رازی، بحار الانوار)

سراق کے معنی یہ ہیں ہر وہ شے جسکو خیر یا دیوار وغیرہ گھیر لیں (ہنا تیرا بن اثیر)
خدا کے سراقات اور اس کے مخلوقات ہر نظام کے متعلق لاکھوں ہیں اور ہر ایک
فضا نامہ و زمین مگر ہوا ہے جسکا علم خدا ہی کو ہے بشر اس کے ادراک سے عاجز ہو
کیسی ہی فلسفی ترقی ہو پھر بھی ان چیزوں کے ادراک سے عقل حیران رہے گی۔

۲۸۔ اخبار میں توایم عرش کا بھی ذکر ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک قائمہ عرش کو دوسرے قائمہ عرش
سے اس قدر بعد واصل ہے کہ دس ہزار سال میں طائر تیز پر اسکو طو کرے (مناقب

امین شہر آشوب، بجا والا فار، ممکن ہے کہ ان قوائم عرش سے نظامات مراد ہوں اور ممکن ہے قوائم سے مراد محور و قطر عرش مراد ہو۔

اگر نظامات مراد ہیں تو بیشک ایک نظام کو دوسرے نظام سے اور ایک عالم شمسی کو دوسرے عالم شمسی سے اس حد پر بعد ہے جسکا اندازہ ممکن نہیں۔

اور اگر محور و قطر عرش مراد ہے تب بھی تمامی فضا، اور عدد و محیطا جملہ عوالم کے قطروں کو محو کا کون عقل اندازہ کر سکتی ہے اس فضا، تا محدود کا اندازہ اور ایک نظام شمسی کو دوسرے سے بعد کا اندازہ طرح سے ہو سکتا ہے کہ روشنی کی رفتار فی دقیقہ قریب

ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل کے ہے باوجود اس سرعت سیر کے آفتاب کی روشنی کرہ ارض پر آٹھ منٹ میں پہنچتی ہے یہ بہت کم ہے اسوجہ سے کہ مجملہ اور

ثابت کے آفتاب کرہ ارض سے بہت قریب ہے اور دوسرے ثابت جو مکمل آفتاب کے خود روشن ہیں انکی دوری تو اتنی ہے کہ عقل انسانی انکے ادراک سے

سراسر عاجز ہے بعض تاریکی روشنی پندرہ سال میں اور بعض کی اٹھائیس برس میں یہاں تک کہ بعض کی روشنی ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل فی دقیقہ کے حساب سے

تین ہزار پانچ سو برس میں کرہ ارض تک پہنچ سکتی ہے جل جلالہ عنہما سبحانہ اب اس دوری کی کوئی حد و انتہا ہے ان مسافتوں اور بعدوں کو فلسفہ جدید نے

جب طرح سے ثابت کیا ہے تو ہمارے احادیث و اخبار میں جالیسے وسیع فائنات فضا و کما اور مسافتوں کا ذکر ہے۔ سب ایمان بڑھانی والی باتیں ہیں۔ موجب

براعتقاد ہی تیرہ سو سال قبل جن باتوں کو بتایا گیا ہے انکی اب تصدیق ہو رہی ہے۔ ۲۹۔ حدیث میں ہے کہ ہر روز عرش خدا ستر ہزار فار سے متودھوتا ہے (بحار

شرح صحیحہ کاملہ) جسکا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ ثابت جنگی روشنی کی شعاعیں اس محیط عالم تک پہنچتی ہیں وہ ستر ہزار ہین۔ ۳۰۔ اخبار و احادیث میں قدیلوں کا بھی ذکر ہے۔

امین سلام یہودی سے جناب رسول خدا ص نے فرمایا ہے اُسکے جواب میں کہ

چودہ سے مراد چودہ قندیلین ہیں نور کی جو صلیق ہیں عرش و کرسی کے مابین ہر قندیل کا
 طول لاکھ سال کی راہ ہے۔ (بخارجہ ۴۴ خصائص) قندیل عرش میں اس چراغ کو کہتے
 ہیں جو بیسی شکل کی ہوا و ردہ۔ یاں باتارون میں لٹکانی جاوے۔ اس بنا پر نظام شمسی
 تشبیہ دی ہے کیونکہ وہ بھی بیسی ہے۔ اور جسطح سے قندیل کے بیج میں چراغ روشن
 ہوتا ہے اسی طرح سے نظام شمسی کے دسیان میں سورج مثل چراغ کے روشن ہوتا ہے
 اور مجازاً اس نظام شمسی کو جو مخصوص عرش و کرسی کے مابین ہے قندیل سے تشبیہ دی جو
 اور قندیل ادا کی چودہ بتائی ہے۔ اور یہ ارشاد کرتے ہیں عرش و کرسی صلیق میں ہیں
 رو ہے یونانیوں کی کہ یہ نظام ایک دو سکی کشش سے صلیق میں کسی جو زمین کے نیچے ہیں
 طول ہر ایک قندیل کا لاکھ سال کا بتایا ہے اس طول سے ممکن ہے کہ قطر اس کا مقصود
 ہوا و ردہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث میں کو مت کی خلقت کی خبر ہو وہ پڑے دھار تار سے
 جو نظام سے محسوس ہو سکتے ہیں چودہ ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت تک وجود چودہ
 دھار تاروں کا ہوا و قندیل سے تشبیہ انگلی روشنی اور چمک کی وجہ سے دی ہے طول
 ہر ایک قندیل کا لاکھ سال کی راہ دیا ہے یہ بھی ایک شاہد قوی ہے کہ ہر اس کے
 دھار تارہ ہے جو کروی نہیں ہوتا بلکہ مستطیل ہوتا ہے اور اس کا طول لاکھ سال کی راہ ہو
 اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد ان قندیلوں سے فلک مذہبات جو کو مت کا مدار بیشک بعضا
 ہوتا ہے اور کو مت اس مدار میں مثل چراغ کے روشن ہے بغض بیان ان سب کا
 آئندہ محل پر ہوگا۔

۳۔ ایک دوسرے طریقہ سے قندیلوں کا ذکر خبر میں یونان وار ہے کہ۔

خدا نے ایک لاکھ قندیلین بنائی ہیں اور لٹکانی ہے انکو عرش میں عرش و کرسی اور
 ہر وہ شے جو ان میں ہے جسے وہ دوزخ سب ایک قندیل میں ہے اور سو اس کے
 خدا کے اور قندیلوں کا سال کوئی نہیں جانتا ہے کہ انہیں کیا ہے انوار نما نیر اشراج صحیحہ
 سجاد یہ بیشک ان قندیلوں سے بھی نظام شمسی کی طرف اشارہ ملتا ہے ہوتا ہے
 اور لٹکانی اور صلیق ہونا انکا اسی طرف اشارہ ہے کہ ایک دوسرے کی کشش سے

قائم ہیں اور کسی شے میں ٹھکے نہیں ہیں۔

اور ہزاروں عالموں اور نظامات شمسیہ کا پتا ہے کہ ہر نظام شمسی حاوی ہے اراضی سیارات کو اور آسمان کو اور جنت و نار کو اور جو کچھ لازم معاش و سداہن سب ہر نظام میں ہیں اور وہ نظام قندیل سے تشبیہ دیا گیا ہے۔ جو مصلق ہے عرش میں یعنی فضا، محدود و محیط میں اور یہ ارشاد کہ "نصب کما یک قندیل میں ہے اور قندیل کا حال سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا بیشک بعد ایک نظام کا دوسرے نظام سے اس قدر ہے کہ جسکو جو اس اور اک نہیں کر سکتی اور ہر شے کی سبب دو زمینیں ان کے نظارہ کے قاصر ہیں۔ خصوصاً وہ زمانہ جو جالت کا تھا اور وہاں سے باقی زمینیں آلات و صدیہ اور قومی و رہبرینوں سے بنی تھے وہ کب نظارہ ان نظامات کا کر سکتے تھے یہ نہیں نبی و اوصیاء کی نظر میں نہیں جنہوں نے تیرہ سو سال پیشتر آج سے وہ سب دیکھ لیا تھا جسکو آج تک باوجود اس ترقی فلسفہ کے نہیں دیکھ پایا ہے جمعی تو وہ حضرت فرماتے ہیں "سلو فی عما دن العرش" زمین کیا چیز ہے عرش کے اوپر کی باقیں پوچھو تو بیان کرنے کو ہی تیار ہیں (روحی و ارواح السالین لا الغدار) ۳۔ قرآن مجید و اخبار امہ طہرین میں حاملان عرش و کرسی کا بھی ذکر ہے۔

(الف) خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے یحْمِلُونَ الْعَرْشَ مِنْ حِجَالِهِ (سورہ صافات) ان حاملان عرش کی نسبت صافات حدیثوں میں موجود ہے امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا ہے کہ عرش سے مراد علم ہے اور حاملان عرش آٹھ ہیں چار زمین سے ہیں اور چار آسمان سے ہیں جسکو خدا چاہتا ہے (کافی) فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ اگر مراد حاملان عرش سے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت امام حسین اور حضرت امام حسین اور حضرت نوح و حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں (بخاری) جسکا مطلب یہ ہے کہ عرش سے مراد علم الہی ہے اور یہ آٹھ بزرگ حاملان علم الہی ہیں۔

اور امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوقات الہی کی مثال

عرشِ خدا میں ہے (بحار) اس سے یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ عرش الہی کوئی جسم مسمیٰ یا آئینہ یا کاغذ ہے جس پر تصویریں اور نقشہ کھینچی ہیں بلکہ علم ذہن میں صورت حاصل کا نام ہے۔ بیشک علم الہی میں تمام صورت مخلوق موجود ہیں اور وہ ہر شے کا عالم ہے اور یہ حضرات انبیاء و اولیاء اس کے علم کے حامل ہیں یعنی انکا علم علم الہی ہے کسی نہیں وہی ولدنی ہے۔ لہذا حاملانِ عرش سے ملائکہ مقصود ہونا اور عرش و کرسی کو جسم متجسم سمجھنا یہ بالکل بے سرو و پاب ہے فلسفہ قدیم کے اثر نے اس قسم کے خیالات پیدا کر دیے ہیں۔

جناب شیخ مفید فرماتے ہیں۔ اور جو روایات ملائکہ حاملینِ عرش کے متعلق وارد ہیں وہ احاد ہیں اُن سے نہ یقین ہو سکتا ہے نہ اُن پر عمل ہو سکتا ہے یقین اگر ہو تو اس بات کا کہ عرش اصل میں ملک کے معنوں میں ہے (بحار الانوار)

۳۳۔ طلبہ نے عجب و سراوق کی تاویل میں بہت کچھ کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو حجابِ خدا کی معرفت کثرتِ ذات کے بشر کے لیواغ ہیں وہ برسک امور ہیں۔ ایک انسان کا ناقص ہونا ہر جہت سے اس لیے کہ وہ ضعیف الادراک ہے، اور وہ ممکن ہونے کی وجہ سے محتاج ہے، اور حادث ہے، اور عاجز ہے، وغیرہ وغیرہ یہ سب امور بنجرِ محجبِ ظلماتیہ کے ہیں جنکی وجہ سے انسان کثرتِ ذات و صفات پر باری کو نہیں سمجھ سکتا۔

دوسرے۔ بعض ایسے حجاب ہیں جنکو نورانی کہہ سکتے ہیں اور وہ وہ حجاب ہیں جنکو شانِ الہی کی نظر سے دیکھو۔ خدا کا تجرد، اُس کا تقدس، وجوب وجود اُس کا کمال ذاتی، غفلت، جلال، وغیرہ وغیرہ ان سب کو محجبِ نورانیہ کہہ سکتے ہیں۔ دونوں قسم کے حجابوں کا اٹھ جانا بشر کے سامنے سے محال ہے اور اگر یہ اٹھ جاویں تو نیزاتِ الہی کچھ باقی نہ رہے۔ (بحار الانوار)

دوسرے۔ مراد محجب سے صفاتِ ثنویہ اور اخلاقی حیوانیہ ہیں یہ محجبِ حجابِ ظلماتی کہہ سکتے ہیں اور اخلاقِ ربانیہ سے غفلت، وجود کثرت، اور...

و مجاہدات اور نارسہ علوم حق کی یہ منزلت حجب نورانیہ کے ہیں۔ یہ حجاب فی الجملہ خالق و مخلوق کے مابین سے ہٹے ہیں ان حجابوں کے ہٹ جانے سے توانے قہر و انوار انسان کے جل جلتے ہیں اور بندہ عین الیقین سے کمال لکھی کر دیکھ لیتا ہے اور اندازہ کر لیتا ہے اپنے نقص اور کمال الہی اور اپنی فنا اور غنا راہی کا اور عین الیقین سے اپنے وجود کو دیکھ لیتا ہے کہ جو مستفاد ہے وجود باری سے جو کامل ہے اور جو عجز و نیاز ہے کہ ہماری قدرت قدرت کاملہ کے آگے ہیج ہے پس انسان اپنے کو عاجز اور اپنے ارادہ اور علم و قدرت کو ہیج سمجھ کر ارادہ و قدرت و علم الہی کی طاعت رجوع کرتا ہے۔ اور جو عجز لیتا ہے کہ ہمارے چاہنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا مگر یہ کہ جو کچھ خدا چاہے اسی کا ارادہ مراد ہے اس حالت میں یہ شخص برائے کو قدرت سے خدا کی کرنے لگتا ہے ہی فنا

خدا اور بقا راہت کا مرتبہ ہے (بجاء الانوار)

محببت کے۔ یہ حجب نورانیہ سے مراد وہ موانع ہیں جو بندہ کو قرب الہی سے عبادت کرنے میں جیسے ریا، سمعہ، عجب، مرا، وغیرہ۔ اور مراد حجب ظلماتیہ سے وہ چیزیں ہیں جو حاجب ہوتی ہیں گناہ اور نافرمانی خالق کی وجہ سے جب یہ حجاب برطرف ہوتے ہیں تو نور معرفت قلب میں چمک جاتا ہے اور ماسوے اشد کی محبت جل جاتی ہے (بجاء الانوار)

ان حجابوں کو جب کاغذ اے نے ذکر کیا ہے انکو آسمانی حجاب کہنا اس بنا پر صحیح ہے کہ ہم بیان کرتے ہیں کہ ہر جرم فوقانی سما ہے اور ہر نظام قسمی کا خدا ہے خالق ہے اور ہر نظام قسمی میں ذی روح مخلوق ہے جسکو ہم بیان کر چکے۔ لہذا ہر نظام کے لیے یہ حجاب نورانی و ظلمانی ہو سکتے ہیں جسکو اخبار میں آسمان سے تعبیر کیا ہے تاکہ یہ نہ خیال ہو کہ ہمارے ہی کردار میں سے یہ حجاب خفص میں بلکہ جان کین مخلوق ذی روح کا وجود ہوگا و میں یہ سب حجاب پائے جاویں گے۔

۴۴۔ حجابوں کی نسبت اخبار و احادیث میں ہے۔

(الف) رسول خدا نے امین سلام ہدی سے فرمایا کہ نگاہ حجاب

اور طرک ہر ایک کا لاکھ سال کا ہے (اختصاص و بحار)
 (ب) حجاب آسمانی نور خدا سے قیامت تک نورانی ہوتے رہینگے (بحار مناجات)
 شہر آشوب، حجاب پہننے پر وہ اور عامل ہے وہ دو طرح کے ہو سکتے ہیں ایک وہ
 جو بسبب کثافت اور تاریکی کے حاجب ہوں۔ دوسرے وہ جو کہ بسبب انجور
 کو چمک کے اپنے قریب کی شے کو نہ دیکھنے میں احادیث و اخبار میں بخیر و قسم لکھا
 ذکر ہے ظلماتی اور نورانی۔

امراد حجاب ظلماتی سے ممکن ہے سایہ ہو ہر سیارہ کا جو مخروطی و ستیلی ہوتا ہے
 اور شمس کے پوشیدہ ہونے سے پشت پر واقع ہوتا ہے یہ سایہ فضا میں واقع ہوتا ہو
 اور یہ بھی ممکن ہے کہ حجاب سے وہ سایہ مراد ہو کہ جو اقمار پر واقع ہوتا ہے جیسے ہمارے
 چاند میں زمین کا سایہ معلوم ہوتا ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حجاب ظلماتی سے وہ سایہ مراد ہو جو ایک سیارہ کا دوسرے
 سیارہ پر واقع ہوتا ہے جسکو کسوف اور گرہن کہتے ہیں۔
 ان حجابوں میں نفع یہ ہے کہ مستاد سے زیادہ نور کسی کا نہ پہونچے۔

ممکن ہے حجاب نورانیہ سے خود وہ ثابت مراد ہوں جسکا نور ذاتی ہے اور جنگی
 چمک اور روشنی اسکی قریب کی چیز میں دیکھنے دیتی جیسے سورج کی چمک۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد حجاب نورانیہ سے سیارات کا اکتسابی نور ہو ہر سیارہ نوریت
 اور اپنے شمس کے نور سے روشن ہے فی نفسہ مثلاً زمین کی سیاہ و تاریک ہو مگر وہ سرچے
 نور سے روشن ہو رہے ہیں جس سے دیکھنے والیوں اسکی اصلی حالت معلوم نہیں ہوتی
 جیسا کہ اب تک فلاسفہ قدیم سیارات کی حالت کو نہ سمجھ سکے اور ان سکوروشن
 خیال کرتے تھے۔

اب رہا یہ امر کہ انبار میں ان حجابوں کی تعداد معین کی ہے اور انہیں اختلاف ہے
 جو مختلف مقاموں پر مختلف حجابوں کا ذکر ہے کہیں سائل کو نورانی حجاب بتائے
 ہیں اور کہیں ظلماتی حجاب اور کبھی کسی نظام شمسی کے حجاب کا ذکر ہے اور کبھی عالم

و تمام نظاموں کے مجموعی جہان کا ذکر ہے اسوجہ سے تعداد میں جہان اور مادی کی
طول کسافت اور ان کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ یہ اختلاف بیانی پر معمول
نہیں ہو سکتا۔

باب پانچواں دریا ہائے آسمانی حیرت انگیز کا بیان

۳۵۔ اخبار و احادیث میں دریاؤں کا حق اور کئے طول کا بھی ذکر ہے۔
(الف) امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ "خدا کی نشانیوں میں سے
یہ ہے کہ انسان کی مایہ تلج کو اُسے پیدا فرمادیا ہے دریاؤں میں جسکو خدا نے آسمان
زمین کے مابین میں خلق کیا ہے اور خدا نے دریا میں سفر کی بین راہیں سو بروج و چاند
اور ستاروں کی (تفسیر قمی، کافی، من لا یحضر)

(ب) آسمانوں میں دریا ہیں نور کے جگے اوار چمک رہے ہیں (بحار)
(ج) کعب سے مروی ہے کہ یہ خدا نے سات دریا خلق فرمائے ہیں ایک
دریا ہے جسکا نام قیس ہے اُسکے بعد ایک اور دریا ہے جسکا نام صم ہے یہاں تک
کہ سات دریا شمار کیے اور اُسکے نام بتائے پھر فرمایا اُسکے بعد دریا ہے جسکا نام
باکی ہے وہ سب کے آخر میں ہے اور سب دریاؤں کو محیط ہے اور ایک دریا دوسرے
دریا کو محیط ہے (کتاب مہد و المہد و الدین خیر اندی)

(د) رسول خدا نے فرمایا ہے کہ آسمان میں سات دریا ہیں ہر ایک کی گہرائی
پانچ سو سال کی راہ ہے (بحار، توحید، غنی، صدوق، ۴)

(۴) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ ہشت طاقت پر سات دریا
ہیں ہر دریا اسی پانچ سو سال کی راہ ہے ہشت پر اُسکی سات زمینیں ہیں اُسکے
نور سے باشندے اُسکے روشنی پاتے ہیں ہشت پر اُسکی ستر عمر زمین، میں (توحید)
بحار

(و) ابن عباس سے مروی ہے کہ خدا نے اس زمین کے بعد ایک دریا خلق

ہر دین سارہ کی اپنے بلج سے روشن ہے اور اس کے باشندے روشنی اپنی
نہیں پاتے ہیں۔

ہالون کا وجود اس طرح سے ہے کہ ہر ستارے کی ایک مخروطی ظل ہے جو نہایت
طولانی پشت پر ہر ستارے کے واقع ہوتی ہے سورج کے پشتہ چھنے کے
وقت جب محاذات سورج کی نصف کرہ سے ہوتی ہے تو ہر سارہ چھوٹا ہوا
اسکا مخروطی سایہ پڑتا ہے اس طرح سے کہ سمت الاراس ظل کی کرہ ہوتا ہے اسی ظل مخروطی
ستیل کو بل کہا ہے اور نام اس کا فاف بتایا ہے۔ یہ ہالو یعنی ظل مخروطی
آسمان یعنی اتھرا اور نصاب بلیک اسی طرح سے تاہم معلوم ہوتی ہے جیسے
ظاہر ہوا پتا لیم ہو۔

یہی اتھرا ہر ستارہ کی روشنی پر۔ یعنی کاسبب سے اگر اتھرا اس فضا میں نہ جوتہرگز روشنی
ستارہ کی نہ پہنچے۔ اتھرا اسے راہ لطیف ہے کہ ہوا کی مجادرت و قرب اس
اتھرا میں اتھرا اور موج پیدا کر رہا ہے جس کی وجہ سے ستاروں کی دوری روشنی میں
پہنچتی کبھی کبھی تیز اس سے معلوم ہوتی ہے جسکی وجہ سے ایک ہی مادہ چھوٹا مادہ
کبھی بڑا معلوم ہوتا ہے اگر اتھرا سائن ہوتا تو شاید ستاروں کی ہمیشہ ایک ہی حالت
معلوم ہوتی۔

۴۳۔ بعض حدیثوں میں دریاہ سے نور کا ذکر ہے۔

حکیم نیوٹن قائل ہے کہ نور ایک مادہ لطیف ہے جو جو اہر و دقایق نور سے مرکب ہو
خطوط مستقیمہ میں اس سرعت سے حرکت کرتا ہے کہ ۱۹۲۰۰۰ میل جیسا کہ حکیم ڈومر
نوراک کے کہا ہے اور دیگر حکما کہتے ہیں۔ ۱۲۹۹۹۰۰ میل حرکت ہے۔ یہ
مادہ نورانی و شفاف تمام فضا میں مملو ہے۔ اب اسکو دریا سے نور کہنا بالکل
موافق عقل و موافق تحقیق جدید ہے۔ یہ مادہ نور پوشیہ اس فضا میں مملو ہے
جو سیاروں کے مدار کے درمیان میں ہیں لہذا ہر دو سیاروں کے درمیان میں پتہ
نور کا موجود ہے ہی حال ہر نظام شمسی کا سمجھو۔

۳۷۔ جبل قاف ظل غروٹی کو ہر کوکب کی گما ہے ایسے کہ قاف مٹی یقیناً ہے
 مٹی اسکے اتبار کے ہیں۔ بیشک ظل سیارہ تابع ہے اپنی چال میں آفتاب کے
 نور کی چال سے جو اس سیارہ پر واقع ہوتی ہے اور ہمیشہ متحرک رہتی ہے ایسا جو سے
 اسکو اس طائر سے تشبیہ دی ہے حدیث میں جو ہوا پر اُترتا رہے اور اُڑتے اُڑتے
 ٹھہرے۔

۳۸۔ ایک حدیث میں ہے کہ قاف کا پہاڑ زمرہ کا ہے جو محیط ہے سار دنیا
 کی جانب بیشک ایک قسم کی قوس فلک قرہ ہوگی جسکی دونوں سمتیں غروط ظل
 کی جانب ہونگی اور دو قوس ہے جہاں چاند کو گرجن ہوتا ہے۔
 دو کھو قوس تخر کو جزا آفتاب کی شاعون کے انعکاس سے اس فضا میں نظر آتی ہے
 جنہیں رطوبات ہوتے ہیں سطح سے کرہ قرہ کے مدار پر انعکاس آفتاب کی کرنوں کا
 ہمیشہ ایک قوس کی شکل میں زمرہ دی رنگ دکھایا دیکھا جسکو اسلامی تعلیم میں زمرہ دی
 پہاڑ سے تشبیہ دی ہو اور دنیا دی محیط کا ہو چونکہ یہ قوس ہمیشہ باختلاف انعکاس
 شعاع شمسی متحرک ہوگا اسی بنا پر اسکو قاف کہا ہے یعنی تابع سیر میں نور آفتاب
 کی سیر کے۔

۳۹۔ بعض حدیثوں میں ہے کہ جبل قاف زمرہ یا زبرجد کے مانند سبز ہے جہاں کی
 سبزی اُسی سے معلوم ہوتی ہے۔

غروطی سایہ زمین کا ظل پہاڑ کے ہے اور زمین کو اس طرح سے نیچا ہے جیسے دائرہ
 انفسیہ اور رنگ سطح ظاہر کا اسی ظل غروطی اس کے برابر ہے جہ جہاں زبرجدی رنگ
 نور و ظلمت کے ملنے کی وجہ سے ہے جیسا کہ ہم نے آسمان کے سبز رنگ ہونیکے بیان میں
 لکھا ہے اور ظل غروطی ہماری زمین سے مخصوص نہیں ہے بلکہ الارضی سطح سیارہ کے
 گرد اس قسم کی ظل غروطی موجود ہے جیسا کہ ابن عباس سے بھی مروی ہے اور ایک
 رنگ سے آسمان کا رنگین ہونا اسکا یہ مطلب ہے کہ اس ظل غروطی کا رنگ جو ہے
 سبز ہے اُسی جنس اور آبی رنگ سے آسمان کا رنگ بھی سبز ہے کیونکہ شعاع منکشف

اور ظلت فضا یہ دونوں طر سبز رنگ پیدا کرتے ہیں جیسا کہ مذکور ہوا۔
 ۴۳۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جبل قاف تمام مخلوقات کو محیط ہے
 اور بعض اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہاڑ ہماری زمین کی پشت پر ہے ان دونوں بیانوں
 اختلاف نہیں ہے اس لیے کہ ہماری زمین کا سایہ شبکو ہمارے محیط ہوتا ہے اور صبح کو
 ہماری زمین کی پشت پر یہ سایہ ہوتا ہے لہذا ہمیشہ تمام مخلوق کو محیط رہتا ہے۔
 ۴۴۔ احادیث میں جبل قاف کا طول و عرض بھی بتایا ہے طول و عرض اُسکا ہزار
 سال کی راہ ہے اور فلک دنیا اسکی دونوں طرف ہیں جسے منتہا و س پہاڑ کے ہیں اس
 محل بیان سے ہمارے ثابت ہو گیا کہ دریا اور جبال کیاشتے ہیں اور اُنکی مسافت اور
 طول و عرض ایک دوسرے کی مزاحمت نہیں اس لیے کہ کوئی ایسا جسم تجرب نہیں ہے جو
 ایک دوسرے سے ٹکراوے یا ملازم ہو۔

باب چھٹا آفتاب کا بیان

۴۵۔ جدید فلسفہ میں آفتاب کو مرکز حرکات اجرام فلکی کہتے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے
 کہ آفتاب ثابت ہے اور اس نظام میں مانند مرکز کے ہے گروا کے سیارات
 کشش شمسی سے معلق ہجوم رہے ہیں اپنے اپنے مدار پر یعنی پر اور خود سورج قائم و
 ساکن ہے جیسا کہ موجودہ بیہودہ حکیم کو برنگ کا خیال ہے۔
 حکماء نے تاخر میں اس کے خلاف میں دیکھتے ہیں سورج کا بلحاظ وضع و تعدیل
 ہے اُسکے تابع اور اسکی کشش سے جو سیارات معلق ہیں اُنکو دیکھنے سے سورج مرکب عالم
 معلوم ہوتا ہے اور فی نفسہ سورج اس فضاء نامحدود میں خود گردش میں ہے چنانچہ
 آفتاب اپنے کل سیاروں کو لیے ہوئے اس فضاء نامحدود میں آہستہ آہستہ
 حرکت کرتا ہوا چلا جاتا ہے جسکی تیز حرکت ہم نے اسوجہ سے کی ہے کہ رو برو
 نہ نئے ثابت نظر آتے ہیں اور بعض جو پہلے نظر آتے تھے وہ اُنکوں
 غائب ہوتے جاتے ہیں۔

(مثال) کسی شہر میں جہاں ہزاروں لائٹین ہر سمت میں روشن ہیں کوئی آہستہ آہستہ سیر کرتا ہوا چلا جاوے تو اسکو نئی نئی لائٹیں نظر آتی جاتی ہیں اور جو سامنے نظر آتی ہیں وہ پیچھے چھوٹی جاتی ہیں۔ یہی سطح سے یہ سارا نظام شمسی ایک سمت میں گردش کرتا ہوا چلا جاتا ہے جسکے سبب سے جو ثوابت پہلے نظر نہیں آتے تھے وہ بھی اب دیکھائی دیتے ہیں اور بعض جو پہلے نظر آتے تھے وہ غائب ہونے لگتے ہیں لیکن آفتاب بلحاظ اپنے سیاروں کے نقل مکان نہیں کرتا آفتاب کے ساتھ سارا نظام حرکت کرتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اگر صرف آفتاب ہی میں نقل مکان ہوتا تو اس نظام کی ہیئت جو موجود تھی بدل جاتی اور دوسری شکل پیدا ہوتی محض اس اعتبار سے آفتاب کو ساکن کہا ہے۔ دیکھو ہماری زمین مرکز حرکات قمری ہے باوجود اسکے فی نفسہ ایک سیارہ ہے اور آفتاب کے گرد چاند سمیت حرکت کر رہی ہے پس جب سطح سے جو شخص سطح قمر سے زمین کو دیکھے تو اسکو زمین ساکن معلوم ہوگی لیکن اگر دوسرے کو دیکھو تو حرکت محسوس ہوگی اس سطح سے کوئی شخص سیارات پر سے کوہ شمس کو دیکھے تو وہ ساکن معلوم ہوگا ایسے کہ مجموعہ جاذب مجذوب سیارہ ہیں اور ایک سمت جا رہے ہیں مان اگر کوئی اس نظام شمسی سے علیحدہ ہو کر نظر کرے تو اسکو یہ نظام شمسی حرکت انتقال کرتے دیکھائی دیگا۔

ان متاعین نے آفتاب کے لیے دو حرکتیں ثابت کی ہیں باوجودیکہ وہ مرکز عالم ہو۔ ایک۔ حرکت وضعیہ جو اپنے مدار اور محور پر ہوتی ہے تخمیناً پچیس روز اور نصف روز میں تمام ہوتی ہے یہ حرکت غرب سے مشرق کی طرف ہے۔ دوسرے۔ حرکت انتقالی جس اپنے نظام کے جسکو چھنے بیان کیا۔

۴م۔ اختلاف کیا ہے مکانات حرکت انتقالی کے طول میں، استدارت میں، اور مرکز و دور آفتاب میں، اور سمت حرکت میں۔

(۱) چاند نظام شمسی سطح معدل النہار میں دایہ جانب کو بھٹکا چاڑھتا چلا جاتا ہو۔
(۲) نظام شمسی افاق کی جانب متحرک ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسکو میلان ہے

مجموعہ کو اکبہر کی طرف اور مجموعہ ہر کیل جانب افق میں سورج کے طور پر مارنے سے
 خود سب اسکو حرکت داتے ہیں جو پچیس روز اور پانچ ساعت میں تمام جوتی ہے۔
 مغرب سے مشرق کی طرف گرد و محور عمودی کے فلک البروج میں۔

(۳۳) فائدہ یک صاحب کا خیال ہے کہ سورج مع اپنے سیارات کے نقطہ قیام
 ہمدانیہ کی طرف جو اُس خط پر واقع ہے جو پورے چارہ اُس (د) پر کہ جو جھکا ہوا (۱-۴)
 یعنی جو ماس ہے اس فلک عظیم کو اور منشی ہے اُس (د) پر جھکا ہوا ہر شمال اور
 جنوب اور حرکت سالانہ اس سمت میں (۱۶۲۱) درجہ نصف خط فلک ارض کے کو
 یعنی (۱۶۸۷۴۷۰۰) میل ہے اور یہ وہ دائرہ ہے جو گرد اُس نقطہ کے واقع ہو
 جس کا مرکز ثبات یعنی ثور بنابر اسے میا صاحب اور یہ حرکت فی دقیقہ چار میل ہو۔
 (۴۴) نظام شمسی اُس نقطہ کی طرف متحرک نہ ہو جھکا ہوا ہے ایک دن میں بقدر
 (۲۲۶۰۰۰) میل حرکت کرتا ہے۔

(۴۵) بعض نے گمان کیا ہے کہ یہ نظام شمسی اُس جگہ اشارت کی طرف حرکت
 کرتا ہے جو ثریا میں سب سے زائد جگہ ہے۔ جسکو انگریزی میں وہ کیوتی کہتے ہیں
 اور عربی میں عقد ثریا کہتے ہیں۔

(۴۶) ڈاکٹر کیل امریکی کہتے ہیں کہ زمین گرد سورج کے سطح سے گھومتی ہے جیسا کہ
 انکو ہرنیک کا خیال ہے لیکن سورج ہمیشہ جنوب سے شمال کی طرف حرکت کر رہا ہے
 مع اپنے سیارات کے اس وقت زمین ایک خط بتاؤ اور کی جانب سانپ کی چال
 کے مانند کیل مساوی کہتے ہیں کہ یہ خیال نکر وہ سورج خط منحنی میں حرکت کرتا ہے
 جس سے یہ لازم آوے کہ وہ کسی زمانہ میں پھر لوٹ کر اُس مقام پر آجیادے جو اس
 حرکت کی سے بلکہ خیال یہ ہے کہ سورج مع اپنے نظام کے خط مستقیم میں چلا جاتا ہے
 اور نہ ہیٹے گا۔

(۴۷) بعض کا خیال ہے کہ سورج مع اپنے نظام کے کثیر و جھکا کی طرف میل فی
 سنہ کے حساب سے بڑھ رہا ہے اس کل بیان سے ہمارے ثابت ہو گیا کہ

سورج کے باوجود مرکز عالم ہونے کے دو حرکتیں ہیں انتقالی و وضعی اگرچہ فروعات میں اختلاف بھی ہے۔

اور یہی نظام محمدی اور فلسفہ علوی میں ارشاد ہوا ہے جواب تیرہ سو سال کے بعد بعد تحقیقات بسیار اختلاف کیساتھ تحقیق ہوا ہے۔

۴۴۔ خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ **كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ** (سورہ یس) ہر ستارہ (کیا سورج کیا چاند) اپنی فلک میں شاوری کر رہے ہیں۔ یہ آیت کریمہ بالکل فلسفہ قدیم کی تردید کر رہی ہے کیونکہ وہ لوگ کل ستاروں کو فلک میں ٹھکا ہوا سمجھتے ہیں اور حرکت کو اکاب کی طبیعت فلک ہے مفسرین و علماء متقدمین نے تاویل و تہلک سے اس آیت کے معنی بنائے ہیں۔ حالانکہ اگر شمس و قمر و دیگر اکاب کی حرکت ذاتی سکھ قابل ہو جائیں اور اس مجبور کی حرکت انتقالی ہو فلک مخصوص من تو کیا حاج ہے جیسا کہ حکمت جدیدہ میں بھی ثابت ہے غایت مافی الہاب یہ ہے کہ فلک شمس مجہول المرکز رہے گا اور باقی کے افلاک یعنی مدار معلوم ہونگے۔

۴۵۔ خدا فرماتا ہے۔ **وَالشَّمْسُ تَقْبِضُ لِمَا لَهَا مِنْ قَدْرٍ وَتَجْعَلُ لَهَا شِجَارًا كَبِيرًا** (سورہ یس) یعنی سورج کو جاری کیا اسکے مقام قرار میں یہ ہے زمین خدا سے عزیز حکیم کی۔ متقدمین نے اس حرکت کو آفتاب کی حس بصری میں طلوع و غروب ہونا کہا ہے۔ اور مستقر کی دو تاویلین کی ہیں ایک لام یعنی الی کہا ہے اور مستقر سے مراد مبداء بروج لیا ہے۔ دوسرے لازم یعنی فی کہا ہے اور مستقر سے فلک کو مراد لیا ہی حالانکہ ہر دو بنا پر تفسیر غلط ہے۔

ایک۔ اس بنا پر کہ لام بمعنی الی ہو اور مستقر سے بروج مراد ہوں تو لازم ہوگا کہ جب آفتاب بروج میں داخل ہوئے اسوقت ساکن ہو جاوے گا سلیس کہ الی انتہا کیلئے آتا ہی اور حرکت کی انتہا جب بروج تک قرار پائی تو بیچ میں داخل ہو کر سکون لازم ہوگا جسکا کوئی قابل نہیں۔

دوسرے۔ اگر لام بمعنی فی ہے اور مستقر سے فلک مراد ہے تو یہ کہنا ہوگا کہ شمس

فلک میں متحرک ہوا اور کھلا سدا قدیم میں کوئی قائل نہیں نظام بطیموسی کی بنا پر۔
البتہ تحقیق جسے کہ ہے نظام محمدی کا جو منشا رہے وہ یہی ہے کہ آفتاب کو حرکت
مستقل ہے اس فضا را محمد و دین اور مستقر اسے مراد زمانہ سکون ہے جسکو خدا
میان تا ہے یعنی قیامت کا دن معنی یہ ہونگے کہ آفتاب متحرک ہے یا تنگ کناہ سکون
آہستہ بہ سکونہ انے یوں فرمایا ہے۔ اذ الشمس کدارت (سورہ تکویر) جب
سورہ کی دھوپ تم ہو جاو گی۔ اذ البصم انکدارت (سورہ تکویر) جب
نیلے ہو جاوین گے۔

یہی ممکن ہے کہ مستقر سے مراد مل مستقر ہوا و لام یعنی نیچو۔ اسوقت آیت
یہ معنی ہونگے کہ خدا جانتا ہے آفتاب کو کہ وہ متحرک ہے اپنے مستقر میں یعنی
مقام قرار میں حرکت و ضمیمہ کے ساتھ اگر جس بسہ بن بن یا تحقیق فاسفی میں کوئی
سکون کنجھے۔ یہ معنی اسوقت ہیں جب ہم اس آیت کو اطل سے پڑھیں جسکو
ہم نے حفص سے روایت کیا ہے۔

در کریم اس آیت کو بنا بر تعلیم البیت رسول تلاوت کریں تو آنحضرت نے سطح سے
ہے والشمس فی مستقر لھا اور آفتاب متحرک ہے جسکے
نیلے کوئی مقام نہیں ہے۔ اس تلاوت کو مفسرین نے جناب امیرؑ اور
ابن العبادینؑ اور امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ علیہم السلام اور ابن مسعودؑ
سے نقل کیا ہے۔ اس بنا پر تو کوئی اشغال باقی نہیں حرکت انتقالیہ
سویٰ کی ثابت ہی ہے۔

۴۶۔ خدا فرماتا ہے۔ و نضربکم الشمس ابین (سورہ ابراہیم) اور
سفر کیا خدا نے تمہارے لیے سورج و چاند کو جو چلنے والے ہیں۔ سابق مفسرین نے
کہا ہے کہ تفسیر میں تحریک ہے آفتاب میں حرکت حسیہ و مہیا سنو یہ ہوا و دب
بہنے تعب ہے ہذا نفس و قرانی مارت و تاثیر اور صلح حیوانات و نباتات
میں مشغول ہیں اور مخلوق خدا کے لیے تعب اُٹالتے ہیں۔ ساقی آہ ہیکو بتاتا ہوا

خدا نے اس آیه میں اظہارِ نعمت کیا ہے اور یہ فوائدِ عظیم اور منافعِ خدا کی نعمت و احسان ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ تغیرِ بنیہ تحرک ہے اور حرکتِ سبوح و چاند کو بالذات ہے اور دبّ مایہ دبّ علی الارض سے ہے اور یہ دونوں لفظین شمس و قمر کی حرکت کو ثابت کرتی ہیں اور آئین بھی عظیم منافع ہیں اور یہ سب نفعِ نعمات الہی اور احسانِ ناقنابِی خدا کا ہے دیکھو سطحِ کرہ شمسیہ کی مختلف ہے بعض میں کلف اور تل ہے حکماے ہیئتہ نے ثابت کیا ہے کہ اس قدر عظیم کلف ہیں سطحِ شمسی پر چھین سے بعض کا قطر پانچ ہزار فرسنگ ہے۔ بعض مقامات پر وسیع میدان ہیں بعض مقامات پر شدتِ حرارت و شعلہ بلند رہتے ہیں یہ نظامِ مہرِی اس وقت ہو سکتا ہے جب زمین کو دور سے نظر میں آفتاب کے ہوتا ہے اور ان سب امور کا اثر و نفع شفق میں اور بامِ زری ہوتا ہے اور کرہ متناطیسہ میں سجد ہوتا ہے یہاں تک کہ کفر فاندیک نے کہا ہے کہ بڑی نیوٹن کا اثر شدتِ بارش ہے اور چھوٹی بجائیان جو شمس کی کم بارش کا سبب ہوتی ہے اور حکیم ہرشل کا خیال ہے کہ آفتاب کا کلف ایک خاص اثر رکھتا ہے زمین کی فصلوں پر خشک سالی اور بارش وغیرہ کی حیثیت سے اس وقت تک بہت قدر معلوم ہوا ہے یہ ہے کہ بڑے کلف آفتاب کے سبب کثرتِ بارش کا ہوتے ہیں اُن اقلیموں میں جو خطِ استوی کے محاذی ہیں۔

اسی طرح حرارت و ہرودت کے منافع ہیں جو شمس کی ذرات سے وابستہ ہیں پس تغیرِ شمس خدا کی جانب سے یہی ہے کہ آئین حرکتِ محوری ہے جسکی وجہ سے اہل زمین اُس سے منتفع ہوتے ہیں۔

۴۷۔ خدا فرماتا ہے: **کلّ جہی کاجل مصلیٰ** (سورہ رعد) ہر ایک جائزہ منویج میں سے زمانہ معین میں حرکت کرتا ہے جناب امیرِ مہر نے فرمایا ہے: **واللہ الملکی اللہ جملہ مضی اللیل والنہار والشمس والقمر**۔ اور نصائر مانع ایسی ہے جسکو قرار دیا ہے خدا نے **مظنن والاشب وروز کا اور معین کیا ہے** ہر ایک کو

آفتاب و ماہتاب کے چلنے کے لیے۔ صاف صاف بتایا ہے کہ آفتاب
ماہتاب کی حرکت ذاتی ہے فلک کے ذریعہ سے نہیں ہے۔ اور سب ستارے
فضا نامحدود میں مطلق ہیں اور آفتاب میں حرکت مستقل ہے۔

۴۸۔ آیات قرآنی میں خدا نے مرکزیت شمس کو بھی بیان فرما دیا ہے۔
ایک۔ وَالشَّمْسُ صَحَابٌ مِّلَاحٍ (سورہ الشمس) قسم آفتاب کی اور
اسکی صبح کی اور قسم ہے ماہتاب کی جو کہ تلج و تالی ہے آفتاب کا اس آیت میں صاف
فرمایا ہے کہ چاند تالی ہے آفتاب کا حرکت میں جیسا کہ متاخرین قابل ہیں بخلاف
متقدمین کے جو ماہتاب کی حرکت کو تالیج آفتاب کی حرکت کا نہیں کہتے اور چونکہ
سورج کا طلوع و غروب حس بعصری میں بھی آفتاب کو متحرک بتاتا ہے لہذا اسکی حرکت
کا اس مقام پر ذکر نہیں ہے بلکہ اظہر صفات کا اسکے ذکر کیا گیا ہے یعنی نور و ضیاء باریکاً۔
دوسرے۔ خُذِ الْعِلْمَ مِنْ عِنْدِكَ الشَّمْسُ لَنُفِیْ لَهَا تَدَارِکَ الْعُرُوجِ وَاللَّیْلِ
سَابِقِ النَّهَارِ وَطَلَعُ فَلَکَ یَسْبِقُ (سورہ یسین) سورج چاند کو نہیں پاسکتا
یہ بھی دلیل اس امر کی ہے کہ سورج مرکز حرکات ہے جسکو حرکت خارج از نظام زمین
ہے اور ماہتاب کو بھی حرکت انتہائی نہیں ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ قرآن اپنے مدعا کو سمجھ کر
آفتاب سے جا ملے لہذا یہ کہنا صحیح ہوا کہ آفتاب و ماہتاب کو نہیں پاسکتا۔
اور یہ بھی ممکن ہے کہ ظاہر آیت کا یہ مطلب ہو کہ سورج قیصر رفتاری میں چاند کا مقابلہ نہیں
کر سکتا اور اسکو تیز روی سے نہیں پاسکتا اسلیئے کہ آفتاب کی حرکت انتہائی چودہ
میل فی دقیقہ ہے اور چاند کی حرکت انتہائی مع زمین کے فی دقیقہ بیس میل ہے
پس ممکن ہے اس آیت میں سورج کی حرکت انتہائی کا ذکر ہوا اور آیت وَالشَّمْسُ تَجِی
لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا یعنی سورج کی حرکت وضعیہ مراد ہو۔

۵۰۔ وَاللَّیْلِ سَابِقِ النَّهَارِ سے مراد یہ ہے کہ سلطان لیل (یعنی کوکب لیلیہ سابق
نہین جو تے سلطان نہار) پر بیٹے تمام ستارے تالیج ہیں سورج کے
حرکت میں واضح ہو کہ ہر سیارہ کی واسطے دو حرکتیں ہیں ایک حرکت وضعی و دوسرے

انتقالی کرد آفتاب کے اس دورہ کی وجہ سے کوئی تارہ کسی تارہ پر سبقت نہیں کرتا
 اسلئے کہ جب کوئی تارہ طلوع ہوگا تو مقابل اُس کا غروب کریگا اور جب ایسے مقام پر
 کوئی ستارہ طلوع کریگا جہاں دوسرا ستارہ موجود ہو اُس وقت یہ کہا جاوے گا کہ ایک ستارہ
 نے دوسرے ستارے پر سبقت کی حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر کہا ہے کہ
 چاند پر سورج تقدم نہیں کرتا اور **لَيْلِي سَابِقُ النَّهَارِ** سے یہ ثابت ہوا
 کہ کوکب لیلیہ بھی سورج پر سبقت نہیں کرتے۔

(شبیہ ۱) خدا فرماتا ہے **لَيْسَ لِّلَّيْلِ سَابِقُ النَّهَارِ** حقیقتاً
 یہ آیت خلاف بردالت کرتی ہے اسلئے کہ نہار جب طالب لیل ہے تو لیل سابق
 نہار ہوگی پس اُس آیت اور **لَيْسَ لِّلَّيْلِ سَابِقُ النَّهَارِ** میں تناقض ہوا۔
 (جواب) آیت اول میں شب سے سلطان شب یعنی چاند مراد ہے جو سورج پر اپنی تیز رفتاری
 سے سبقت نہیں کرتا اور اس آیت میں شب سے مراد خود شب ہے پس جبکہ شب و
 روز بعد ایک دوسرے کے آتے رہتے ہیں تو انکو ایک دوسرے کا طالب کہنا
 صحیح ہے۔

(شبیہ ۲) ذکر آیت میں چاند سورج کا ہے پھر **كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ**
 کیونکہ کہا گیا۔

(جواب) کل عام ستاروں کی واسطے ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ تمام
 ستارے جو شکر و افلاک میں نمایاں ہوتے ہیں اور سیارے ہیں سب اپنے اپنے افلاک میں
 متحرک ہیں انہذا کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔

(شبیہ ۳) اس آیت سے یہ جی معلوم ہوا کہ ہر سیارے کی واسطے علیحدہ فلک ہے۔
 (جواب) ہر سیارے کے لیے سیارات ہیں کیسکا ایک چاند ہے کیسکے دو کیسکے تین
 اولیہ چاند گرد اپنے ساتھ کے دورہ کرتا ہے اور ہر ایک کی واسطے دو حرکتیں ہیں ایک
 حرکت گرد سیارہ کے دوسرے حرکت خونی پس ہر ایک کا مدار اُس کا فلک ہے۔
 تیسرے۔ خدا فرماتا ہے **هُوَ الَّذِي جَعَلَ لِّلشَّمْسِ ذِيئًا وَاللْقَمَرِ رَاقًا** قلد

منازل (سورہ یونس) خدا ایسا قادر مطلق ہے جسے سورج کو ضیاء اور ہر روز نورانی بنایا اور معین کین اسکے لیے منزلیں۔ اس آیت میں ماہتاب کے شانہ میں تخصیص ہے دوسرے مقام پر فرمایا ہے "وَلَقَدْ رَافَاهُ مَنَازِلَ" (وہیں ماہتاب کے لیے جسے منزلیں معین کین یہ تخصیص بتا رہی ہے کہ سورج مرکز حرکات پر وہ بروج و منازل میں نہیں جاتا جیسا کہ متقدمین کا خیال تھا ضرور تھا خدا سورج کی منزلوں کا بھی ذکر فرمایا لیکن ان آیتوں کے خلاف بہت سی حدیثیں ہیں۔

(۱) مسیح بن نباتہ نے کہا فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے سورج کے تین سوٹھ بروج میں ہر بروج اس قدر وسیع ہے جیسے عرب کے جزیرے وسیع ہیں ہر روز آفتاب ایک بروج میں جاتا ہے کافی، دانی، بحار، مجمع البحرین، تفسیر فی

مجمع البحرین میں ایک حدیث رسول خدا ص سے نقل کی ہے اور حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ مراد بروج سے دائرہ کا درجہ ہے بنا برتنوی منون کے اور اصطلاحی معنی مراد نہیں ہیں کیونکہ ہبیتہ کی اصطلاح میں نصف دائرہ کے سدس کو درجہ کہا ہے اور دائرہ کی تقسیم ۳۶۰ درجوں پر ہے سورج ہر روز ایک درجہ میں جاتا ہے یعنی ہر روز ایک درجہ طو کرتا ہے۔ اور پچھارہ ورہ ایک سال میں طو ہوتا ہے۔

یہ طرح خود مذکورہ حدیث سے باطل ہے۔ کیونکہ حدیث میں وسعت بروج کی بقدر جزیرہ عرب کے بتائی گئی ہے حالانکہ ایک درجہ فلک البروج کا یا فلک آفتاب کا زمین سے کروڑوں حصہ بڑا ہے چہ جائیکہ مثل جزیرہ عرب کے جو اور قطع نظر اسکے سورج ہر روز ایک درجہ میں دائرۃ البروج کے داخل نہیں ہوتا ہے بلکہ بعض کے نزدیک ایک ذہین جب درجہ سے زیادہ قطع کرتا ہے اور بعض کے نزدیک ایک درجہ سے کم طو کرتا ہے علاوہ اسکے کہ مسی سال ۳۶۰ دن سے زائد کا ہوتا ہے اور حدیث میں ۳۶۰ دن سال کہا گیا ہے۔

(۲) ابن عباس نے کہا۔ فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے آفتاب کی ۱۸۰ منزلیں ہیں ۱۸۰ روز میں جنکو آفتاب طو کرتا ہے پھر ایک دن میں انھیں منزلیں میں داخل ہے

پلٹتا ہے اس آمد و رفت میں ایک سال ہوتا ہے (بحار)
 برج و منزل عرف میں محل و مقام کو کہتے ہیں اس بنا پر دو دن حدیث کا ایک منہوم ہی
 اگر خبر کی شرح ہمیشہ قدیم کی بنا پر کیا جاسے تو وہ سب اعتراض خیر اول کے اسپر ہی ہوتا
 ہون گئے بلکہ کچھ زیادہ کیونکہ اس حدیث میں بتایا ہے کہ ہر ایک منزل میں مکرر سوچ کے
 داخل ہونے سے سال تمام ہوتا ہے ۳۶۰ دن پورے نہیں ہوتے جب تک آفتاب
 پھر لپٹ کر ان منزلوں میں داخل نہ ہو آمد و رفت میں ۳۶۰ دن پورے ہوتے ہیں
 لہذا ان حدیثوں کی ایک اور تفسیر کرنا لازم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان حدیثوں
 میں حرکت میلہ زمین کی سوچ کی طرف بتائی ہے اس لیے کہ زمین کے محور استوائی کو
 سوچ کی طرف میلان ہے اور ہی میلان کی وجہ سے سال پیدا ہوتا ہے مثل اس
 جمہولی کے جو اپنے مقام پر متحرک ہو سطح سے کہ انکی حرکت اُس سمت واقع ہو جیسا
 سوچ کی کرین پر رہی ہیں مثلاً جنوب سے شمال کی طرف ۱۸۰ دن میں آوے
 پھر شمال سے جنوب کی طرف ۱۸۰ دن میں پہنچی جس کا مجموعہ ۳۶۰ دن ہوں۔ اور
 برج و منزل سے مننے عرفی مقصود ہوں یعنی محل و موقع اور ان حدیثوں میں محل و موقع سے
 وہ قطعات زمین کے مراد ہوں جو دائرہ نصف النہار کے نیچے ہیں جس پر ہر روز سورج
 اُگتی کرین پڑتی ہیں۔ اس صورت میں برج و منازل متعلق سطح ارض کے ہونگے نہ سطح
 افک سے۔ ورنہ بات ظاہر ہے کہ یہ مقدار جو خط نصف النہار کے نیچے ہے ایسی مقدار
 ہے جیسے آفتاب ریشہ پڑتا ہے گو وقت میل جنوبی و شمالی کے قرینہ (۴۵) درجہ
 اصطلاح سے اور ایک درجہ بنا برآء متقدین میں فرسخ۔۔۔ ۱۰۰ ہوتا ہے
 اور متاخرین کے نزدیک ۱۸ فرسخ ہیں۔ سافت مجموع میل جنوبی و میل شمالی کی
 آفتاب سنہ ۱۸۰ فرسخ سے زیادہ ہوئی۔ اگر ہم آفتاب کو جس کرین پر دو ایک
 منزل میں اس خط پر جو مابین جنوب و شمال ہے اور منازل بنا بر حدیث ابن عباس
 ۱۰۰۰ درجہ تو اس صورت میں آٹھ سو فرسخ کو ایک سو اسی قطعات ارضی تفسیر کریں
 پنا ہے اس وقت ہر حصہ زمین کا جس پر ہر روز سورج پڑتا ہے ۱۸ فرسخ جو کا تفسیر کریں

حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ہر برج مثل جزیرہ عرب کے ہے اور جزیرہ عرب جیسا کہ اب وسیع ہے ایسا ہمیشہ سے نہیں ہے بلکہ عرب میں جزیرہ اُس قطعہ زمین کو کہتے ہیں جو پانی سے گھرا ہوا ایک جریب سے لیکر دس فرسخ تک کا ہو سکتا ہے لہذا عرب کی زمین جو اب جزیرہ عرب کے نام سے موسوم ہے وہ بہت سے جزائر سے مرکب سمجھی جاتی تھی۔

اور دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب کے میلان کے وقت ۸۰ انٹرین زمین پر ہوتی ہیں جب اُس مقدار کے سپر کرین آفتاب کی پرتی میں اہم محاذات قرص زمین کی مدار جی سے مدار سرطان تک رہتی ہے تو اُس وقت میں کرین آفتاب کی ہر روز اُس خاص قطعہ زمین میں پڑتی ہے جو قریب پانچ فرسخ کے ہو مثل ایک جزیرہ کے جزائر عرب سے پہلے سے نصف سال تک پھر پہلے سے سولج کی منزلیں نمود کرتی ہیں جس سے تین سو ساٹھ منزلیں آمد و رفت میں ہو جائیں گی اور مجموعہ ۱۱۶ سالوں اور یہ دونوں مذکورہ حدیثیں متناقض نہیں ہیں بلکہ پہلے خبر میں سال بھر کے منازل کا ذکر ہے عام اس سے کہ منازل آنے میں ہوں یا جانے میں۔ اور دوسری حدیث میں سال کی ان منزلوں کا ذکر ہے جنہیں تفریق کی ہے آمد و رفت کی منزلیں۔

ہمارے اس بیان کے فقرات حدیث خود تائید کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے یہ آتا ہے ہر برج پر علی کے ساتھ تعبیر کیا ہے جس سے سطح ارض کی منازل مراد ہو سکتی ہیں اور اگر قطعی صحیح مراد ہوتے تو لغتانی کا استعمال ہوتا اور کہا جاتا کہ آتا ہے ہر برج میں ۱۱۶ پھر دوسرا فقرہ یہ تنزل ہے جس کا منشا یہ ہے کہ شعاعیں آفتاب کی زمین پر پڑتی ہیں۔ خود آفتاب برج میں نہیں دھنسل ہوتا لہذا یہ حدیثیں اس تعبیر و تفسیر پر جو بننے کی ہے آیات مذکورہ سے معارض نہ ٹھہریں۔

۴۹ - خدا فرماتا ہے: وَاللَّهُ عَلَى الْقَوْمِ مُسْتَقَرٌّ أَوْ مَرَكٌ وَإِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (سورہ نمل) آفتاب و ماہتاب اور کل شائع حکم خدا جلتے ہیں اور ان رفتاروں میں خدا کی مملی ہوئی نشانی ہے سمجھنے والوں کے لیے۔

مشک ستارے فلک میں ٹھکے ہوئے نہیں بلکہ ہر ایک اپنے عہد پر شناوری کر رہا ہے اور ہر ایک کی رفتار خدا کی کبریائی کی نشانی ہے

مطابق نظام فیثاغورث اکثر سیاروں کے مدار قریب قریب ایک ہی سطح میں فرض کر دیتے ہیں کہ وہی شکل کے جسم ایک بہت بڑے کرے کے گرد پانی کی سطح پر یوں تیر رہے ہیں کہ انکو نصف حصہ پانی کے اندر اور نصف اوپر نمایاں ہے اس حالت میں ظاہر ہے کہ سطح آب ہر ایک کرے کے مرکز سے جو کہ گزرتا ہے اس طرح سے یہ کل سیارے اس فضا آسمانی میں آفتاب کے گرد معلق تیر رہے ہیں اور ایک خالی سطح جسکو منطقہ البروج کہتے ہیں وہ مرکز آفتاب سے ہوتا ہوا زمین کے مرکز سے گزرتا ہے اس سطح سے زمین اوپر یا نیچے کجیاں بہ کر حرکت نہیں کرتی اور دوسرے سیاروں کی سطح مدار سطح منطقہ البروج سے بہت کم انحراف رکھتی ہے اور جس مقام پر کسی سیارہ کا سطح مدار منطقہ البروج کو قطع کرتا ہے اسکو نوڈ یعنی نقطہ تقاطع کہتے ہیں۔ لہذا جتنا نظام فیثاغورث جسکے مقلد حال کے حکماء بھی ہیں آفتاب مرکز عالم ہے اور اس کے گرد آٹھ سیارے۔ عطارد۔ زہرہ، زمین، مریخ، مشتری، رحل، یوٹیس، نیپ چون، فضا نامحدود میں آزادانہ اپنا پنڈو مدار پر ایک خاص طریقہ اور وقت سمیت پر مختلف رفتار سے کشش آفتاب اور وقت و افق مرکز سے منطبق کرتے ہوئے گردش کر رہے ہیں علاوہ ان آٹھ سیاروں کے ہیں سو ساٹھ چھوٹے چھوٹے سیارے ہیں جن میں سے بعض کا نام وٹا، جو زہرہ میرا پانس، ہے مریخ اور مشتری کے درمیان میں مثل اٹھین بڑے سیاروں کے آفتاب کے گرد گردش کر رہے ہیں جنہوں پر بارہ شمس قطار مورد طلوع کے آفتاب کے گرد گردش کرتے ہیں مختلف مداروں پر پس کیا عجب ہے کہ جذب مادی سے ایک وقت میں آپس میں ٹکرا ایک بڑا سیارہ مثل مشتری کے بنجائے اس لیے کہ دائرہ گردش ان سب کے قریب ایک دوسرے کے واقع ہیں۔

علاوہ ان سیاروں کے جو اس نظام شمسی سے منعلق ہیں وہاں ستارے اور غبار

ہیں ہیں یہ نظام زمین آفتاب مرکز ہے اور اس کے گرد مختلف اجسام جن کے نام سیارے
سیان کیے گئے ہیں گردش کرتے ہیں یہ سب ملکر ایک عالم ہے اور فضا کے نامہ و
مینا سے ایسے لائقہ لائحہ ہیں اور ہر ایک مثل اس آفتاب کے بذات خود روشن
ناباں ہے اور ہر ایک کے گرد محیط سے سیارے اور آثار ہیں جنکی حالت دریافت
کرنافوت انسانی سے باہر ہے گردش کر رہے ہیں۔

کل سیارے سوائے دھار تارون کے محور پر گردش کرتے ہوئے آفتاب کے
گرد چکر لگاتے ہیں اور ان سبکی حرکت سالانہ ایک ہی سمت ہے سطح سے کہ اگر
جسم آفتاب سے دیکھنا ممکن ہو تو ہر ایک کی چال وہی جانبست بائیں جانب
کو نظر آوے گی مگر ہر ایک کی تیزروی الگ الگ ہے جو سیارے قریب آفتاب کے
ہیں انکی چال بہ نسبت ان سیاروں کی چال کے کمزور ہے بعد کہ زمین تیز ہوتی ہے
مثلاً زمین کی چال مریخ و مشتری کی چال سے تیز اور عطارد کی
چال زمین کی چال سے زیادہ ہے ایسے کہ بہ نسبت زمین کے یہ دونوں آفتاب سے
قریب تر ہیں ان سیاروں کا مدار زمین کے جیسے وہ اپنے دورہ گردش میں کچھ تو
آفتاب کے قریب آجاتے ہیں اور کبھی دور ہٹ جاتے ہیں اسکا یہ نتیجہ ہے کہ جب
قریب ہوتا ہے تو انکی چال تیز ہوجاتی ہے ایسے کہ کشش آفتاب کا اثر زیادہ ہوتا
اور جب بعد ہوتا ہے تو چال سست ہوجاتی ہے چنانچہ بائیں جون کو جب
گرد ارض باعث بیضاؤں ہونے مدار کے آفتاب سے بعد حاصل کرتا ہے تو انکی
چال سست اور تیس دسمبر کو جب قریب ہوتا ہے تو چال تیز ہوجاتی ہے جسکے
سبب سے آفتاب کی حرکت در حقیقت گردش زمین کے سبب سے ہوجاتی ہیں
سیفہ تیز اور گرمیوں میں کتنی ہی سست و کجائی دیتی ہے۔

۵۔ خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے "ان الله يمسك السماوات والارض
ان تزولا لئن زالتا ان لمسكنا من احد من عباده انما انما حليما غفورا
سورہ فاطر خداوند کریم آسمان و زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ گرنے سے گرا کر گرنے

ازد
جانب

تو کوئی تمام نہ سکے بجز خدا کے وہی ہے خدا نے اجسام کو خلق کیا ہے اور ان کے اجزاء مفردہ میں قوت جذب دی ہے اس قوت جذب سے تمام اجرام میں قوت اجتذاب ہے موجود ہونا کسی چیز کا اور پھر اُس کا باقی رہنا دونوں امر ہی جذب اجتذاب سے ہیں۔ تین قوتیں ہیں جن سے اجسام مرکب و باقی ہیں ایک عقدگی کشش۔ دوسرے قوت جاذبہ متلاصقہ۔ تیسرے قوت دافعہ قوت جاذبہ متلاصقہ نہ ہو تو اجسام کا وجود نہ ہو عقدگی کشش نہ ہو تو مفردات سے مرکبات موجود نہ ہوں قوت دافعہ نہ ہو تو تمام اجسام باہم مخلوط ہو جاویں انھیں قوتوں پر دنیا قائم ہے تمام ثوابت و سیالے و آثار بھی انھیں قوتوں سے قائم ہیں عقدگی کشش نہ ہوتی تو کوئی کرہ نہ بنتا قوت جاذبہ متلاصقہ نہ ہوتی تو کرے ریزہ ریزہ ہو جاتے قوت دافعہ نہ ہوتی تو سب گرے مگر اجائے اب تمام کرے ایک دوسرے کی کشش سے قائم ہیں اور قوت دافعہ سے ہر ایک اپنے اپنے مار پر علیحدہ علیحدہ مناسب دوسرے سے مگر حرکت کر رہا ہے خداوند کریم اسی قوت سے آسمان و زمین روک رکھے ہیں قیامت کے دن یہ قوتیں نازل کر کے تمام نظام عالمہ و جسم و برہم کر دیگا۔

قوت جاذبہ جو متماثل اجزاء میں ہے جامدات میں قوی ہے بہ نسبت سیال کے اور سیال میں گیزر سے قوی ہے یہی وجہ ہے کہ جواد بہ نسبت سیال کے دشواری ہے نوتے ہیں اور سیال میں تفرق اجزاء بہ نسبت گیزر کے دشوار ہے آسمان زمین کو خدا نے جواد سے بنا کر انکی زیادہ مخالفت فرمائی اور پھر ان میں بھی قوت جاذبہ رکھ کر ایک دوسرے سے قائم کیا ہے اسیکو خدا نے آہ کریمہ میں بیان فرما دیا ہے۔

پھر اس قوت جاذبہ کو بہت صراحت سے ایک حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے۔
 "فلک دریا کے سطح پر ہے مابین زمین و آسمان طول اُس کا تین سو چھی سو چھ و چار
 اُن میں تیزی سے دوڑتے پھرتے ہیں تین سو ملک پانچ سو چھ کو اُس پھر ملک میں گھومتے
 ہیں (تفسیر فرات، بخاری) اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ چاند سورج کو تین سو ملک بحر
 فلک میں گھومتے ہیں تین سو چھ ہر قدر سہ کے جذب سے چاند سورج کا کچھ نہ خاصہ تیزی

اجنب و انجناب کا اظہار ہے۔

پھر اس جذب کو تیسرے مقام پر شریعت نے سطح سے بیان کیا ہے۔ وہ جب کوئی سوچ طالع ہوتا ہے تو اسکو ستر نزار ملک کہتے ہیں (مجمع البحرین) مطلب یہ کہ جو ثابت تارہ برہمی نظام سے اپنے مقام سے جدا ہوتا ہے اور دوسرے نظام میں طالع ہوتا ہے اسکو ستر نزار کشین کہتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ خود سوچ بھی جدا شدہ شعلہ ہے کسی اور بڑے ثابت تارہ کا جب وہ جدا ہوتا ہے تو ستر نزار کشین اسکو نظام جدید قائم کرنے کے لیے روک لیتی ہیں۔

۵۱۔ قدیم فلاسفہ خیال کرنے تھے کہ شب و روز آفتاب کی حرکت سے پیدا ہوتے ہیں لیکن فلسفہ جدید نے اسکو باطل کر دیا ہے اور تحقیق تائید کرتی ہے اسلامی فلسفہ کی جو تیرہ سو سال پیشہ پکار پکار کر یونانیوں کی غلط فہمی کا اظہار کر رہا تھا اور جو چند اہل ایمان کے کوئی کان دھر کر نہ سنتا تھا۔

جناب امیر علیہ السلام اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں: **طالعوا لکفوف اللہ جعلتہ** **مخفیاً لللیل والنہار** (نیج البلاغہ) اور **فضاء کمون** (دائع) وہ ہے جسکو خدا نے شب و روز نہ لکھنے کیوا۔ سطر خلق کیا ہے۔ اس کلام ہدایت نظام سے صاف علوم ہوا کہ شب و روز کا وجود حرکت سے ظلمت و نور کے سبب ہے۔ شب زمین کا سایہ نہ ہو ہمیشہ مشرق زمین سے مغرب کی طرف متحرک رہتا ہے۔ اور دن آفتاب کا نور نہ ہو ہمیشہ مشرق زمین سے ظلمت ہوتا ہے اور مغرب میں غائب ہوتا ہے۔ جسکو خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے: **قال اللہ یأتی بالشمس من المشرق فأتی بھا من المغرب** (سورہ بقرہ) خدا دن کو مشرق سے لاتا ہے تم مغرب سے لاؤ۔

ببالتشمس اور **بھا** اُصاف و دلیل ہے کہ سوچ کا لازماً مقصود نہیں ہے بلکہ کوئی دوسری چیز سوچ کی مطلوب ہے اور وہ نور ہے جس سے دن ہوتا ہے۔

مقصود کا یہ فرمانا قضا کی صفہ میں کہ وہ شب و روز کو لگتی ہے اسکا صاف مطلب ہے کہ محل غروب شب و روز فضا ہے اور بتا دیا ہے کہ شب و روز سوچ کیوجہ سے

ہیں مگر حرکت لیلیہ و نہار یہ ظلمت و نور کی ہیں اور یہ حرکت ظلمہ و نور کی زمین کی حرکت کی طرح سے ہے لہذا ایسا دلیل و نہار میں سورج کی کوئی مداخلت نہ رہی۔

۵۲۔ خدا قرآن مجید میں غروب و طلوع کی نسبت فرماتا ہے: "حقاً ذابلق مغرب الشمس حدھا لغرب من عین منہ" جو جملہ اھانتا ہے۔ سورج کی نسبت فرماتا ہے: "حقاً اذ ابلق تطلع علی قیام لہ" جو جملہ اھانتا ہے۔

(سورہ کہف) جب پہونچے (ذوالقرنین) مغرب میں آفتاب کے پایا سورج کو چشمہ سیاہ میں غروب کرتے اور وہاں بھی ایک قوم موجود تھی اور جب پہونچی (ذوالقرنین) تو دیکھا سورج کو طلوع کرتے وہاں بھی ایک قوم تھی جس پر آفتاب طالع ہوتا تھا نہ تھا اُس قوم کی واسطے سورج آفتاب کے کوئی سایہ۔ اس آیت پر دو اعتراض ہیں: (۱) اعتراض (۱) زمین کرومی ہے انہیں کوئی مخصوص مقام مشرق و مغرب گاہیں ہو مگر ہر نقطہ زمین مشرق ہے اُن لوگوں کی واسطے جو مغرب میں رہتے ہیں اور ہر نقطہ مغرب ہے جو اُس سے مشرق کی جانب ہیں تو یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ ذوالقرنین مطلع شمس یا مغرب شمس میں پہونچی۔

(۲) اعتراض (۲) آفتاب زمین سے کروڑوں درجہ بڑا ہے کیونکر ممکن ہے کہ وہ کسی دریا میں دیا ہاے ارضی سے ڈوبے

یہ دونوں اعتراض ظاہر نظر میں صحیح معلوم ہوتے ہیں لیکن غور سے دیکھو نہایت صحیح ارشاد پاؤ گے۔ جہاز پر سوار ہونے والے دیکھتے ہیں آفتاب بھی سمندر میں ڈوب گیا ہے مگر کچھ دیر بعد کھاجا جا رہا ہے حالانکہ فی الحقیقت اُس سمندر کی کیا ہستی ہے چند شلہ آفتاب کے ان بڑے سمندروں کو بھاپ بنا کر اڑا دین بعض نظر کا دھوکا ہے اس دھوکے کو خدا اسلحہ جہان ذوالقرنین کی سیاحت کے بیان میں ذکر فرماتا ہے صحراے عرب کے گوشہ میں بیٹھنے والے سورج کو ایسا ہی سمجھتے تھے کہ وہ ایک سمندر میں غائب ہو جاتا ہے اُس سمندر کے پیچھے نہ کوئی دریا ہے نہ زمین ہے نہ سورج کا طلوع و غروب ہے خدا نے ذوالقرنین کی سیاحت سے

دیکھا یا سبک باوجود ایسے دور و دراز سیاحت کے انکو بھی تمھاری طرح سے معلوم ہوتا ہے
اپنے منتہائے سفر میں کہ سورج مشرق سے نکلنا اور مغرب میں ڈوبنا ہے حالانکہ وہاں
بھی نظر کا دھوکا تھا انکی نظر کے مشرق و مغرب کے اُس پار بھی زمین پر اور مخلوق کا
یونانیوں نے کہہ کر آب سے خالی جو جزائر قرار دی ہیں وہ ایشیا، آفریقہ اور دیا، جو
ہم نہیں جانتے کہ ذوالقرنین کی سیاحت کہاں سے کہاں تک ہو گئی مگر مشہور یہ ہے
کہ انھوں نے ارض مسمولہ کی شرفا و جزائر اور سیاحت کی تھی لیکن بے کہ سوال فرماؤ
آفریقہ تک پہنچے ہوں اور دیات اطلانتک سے عبور نہ کر سکتے ہوں جسکو بحیرہ
وقیانوس بھی کہتے ہیں اُس مقام پر ذوالقرنین کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن قاباس جزیرہ پیدا
کنار ہیں غروب ہو رہا ہے حالانکہ اُس کے بعد بھی زمین ہے اور جہان ذوالقرنین پہنچے تو
وہاں بھی وحشی قوم موجود تھی بیان خدا نے محض ذوالقرنین کے وجدان اور خیال کی
حکایت کی ہے واقعیت کا اظہار نہیں ہے۔

اور دریائے اوقیانوس پر عین ہا اطلاق صحیح ہے عین اُس دریاکو کہتے ہیں جس میں مختلف
پانی گرتے ہوں (قاموس، اقرب الموارد) اوقیانوس بیشک وہ بحر ہے جس میں کام دریا
گرتے ہیں لہذا عین کا مصداق ہے۔

حصۃ سیاہ مٹی کو کہتے ہیں یا تمامیتہ بر بنا، اختلاف قرائت معنی شدید لحرارت
یعنی بھرا سو جو غرب ایشیا میں ہے اور محیط اطلانتک پر جو غرب آفریقہ میں ہو
پوری جوتی ہے کیونکہ بھرا سو کو سیاہ اور شدید لحرارت کہا ہے اور بھرا اطلانتک کو
شدید یا السوتہ۔

اور یہ ارشاد کہ وہاں بھی ایک قوم ہو گی جس پر کوئی سایہ نہ ہو گا یہ زمین بھی کی تکمال
نہیں ہے جزائر سیبریاء، الیابان، جزائر ہندوستان کی مخلوق کو دیکھو کیسی وحشی تھی
حاصل بیان یہ ہے کہ ذوالقرنین کی سیاحت اُن جزائر میں ہوئی جو شرقی تھا اور وہاں
ایک وحشی قوم ساکن تھی وہاں سورج اُس قوم پر طالع ہوتا تھا جو مثل وحشیوں کے برہنہ
تھے یا کہ ایسی قوم تھی جنہوں نے کوئی رہنے کا ٹھکانا اور مکان نہیں بنایا تھا جیسا

دن کی دھوپ سے کوئی بچاؤ نہ تھا

۵۳۔ قرآن مجید میں اکثر آیات میں حرکت یومیہ کا حرکت شمس سے تعلق ظاہر ہوتا ہے اور طلوع وغروب آفتاب کا اکثر ذکر ہے جس سے طلوع وغروب جتنی مراد ہو گا اور اسی سے احکام شرع کا مثل نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ کا تعلق ہے۔

۵۴۔ قرآن مجید میں دو مشرق اور دو مغرب کا ذکر ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے
سَبِّحْ لِلْمُشْرِِقِينَ وَالْمُغْرِبِينَ (سورہ رحمن) ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں
کہا ہے کہ سورج کا ایک مطلع جاڑوں میں ہے اور ایک مغرب جاڑوں میں ہو۔ ایک مطلع
ایک مطلع گرمی میں ہے اور ایک مغرب میں ہے (بحامالانوار)

اور ابن کوا سے بھاب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ۷۰ جاڑوں میں مشرق اور دو بار
اور گرمی میں مشرق اور دو بار ہے تم نہیں سمجھتے اسکو سورج کے قرب و بعد کی وجہ سے
(احتجاج طبرسی) مطلب ان حدیثوں کا یہ ہے کہ گرمی اور جاڑوں میں مشرق و مغرب
سورج کا بدل جاتا ہے کس قدر سچا اور واقع کے مطابق ارشاد ہے۔ جب تک آفتاب
جاڑوں میں خط استوا سے ۳۳ درجہ مائل بجوب اور گرمیوں میں آٹا ہی مائل بشمال
ہوتا ہے جس سے دو مشرق اور دو مغرب ہوتے ہیں۔

۵۵۔ اسلامی تعلیم میں بہت سے مشرق و مغرب کا ذکر ہے۔

(الف) فلا اقتدر یسرت للمشرق والمغرب (سورہ مارج) ابن عباس
تفسیر میں اس آیت کی فرمایا ہے کہ ہر روز سورج کیو اسطے ایک مطلع ہے جس سے طلوع
کرتا ہے اور ایک مغرب ہے جہاں غروب کرتا ہے (بحار)

(ب) ابن کوا سے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ۷۰ سورج کے تین سو بار
برج میں پھر آؤ گے اگر حیب اس کے لیے وہ دن آؤ۔ (احتجاج)

معلوم ہے سورج کا ہر روز مشرق مغرب بدلتا ہے اور بیشک یہی ہوتا ہے آفتاب
جاڑوں میں خط استوا سے ۳۳ درجہ مائل بجوب اور گرمی میں آٹا ہی مائل بشمال ہوتا ہے
پس ۳۳ درجہ اگر تین تین نہیں ہوتے بلکہ دیکھی اور رفتہ رفتہ ہونے میں ممکن ہے

ہر روز نیا مشرقی مغرب ہوتا ہے اور سال کے تین سو ساٹھ دن بین المذاہبن سو ساٹھ مشرق و مغرب ہوتے۔

اور اگر اس تفسیری بیان کا لحاظ نہ کریں تو بیشک مشارق و منارب لاکھوں ہیں جو ہمارا اول وقت شب ہے اُن بلاد میں جو اسکے مغرب میں ہیں کہیں وقت طلوع ہو گا کہیں ظہر کہیں وقت عصر ارض قسین میں چھ ماہ کا دن رات ہوتا ہے پس ہر شہر کا نیا مشرق و مغرب ہوا جسکو ہمتہ اسلامی نے اسطرح سے بتایا ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے شامی کو حقیقۃ مشرق و مغرب کی بتائی ہے فرمایا: "مشرق و مغرب میں فرق اتنا ہے جتنی ایک روز کی رفتار سورج کی تکر سورج طلوع ہوتے معلوم ہوتا ہے مشرق سے اور غروب ہوتے معلوم ہوتا ہے مغرب میں (احتجاج) واقعی مشرق و مغرب ہر شخص کا وہی ہے جو اُسکو طلوع و غروب میں معلوم ہوتا ہے اور جس نقطہ میں آفتاب متحرک معلوم ہوتا ہے۔ پس مشرق و مغرب محض اعتباری ہے ہر شخص سمجھتا ہے کہ اسی وقت طلوع و غروب ہوتا ہے۔

اور زیادہ توضیح مشرق و مغرب کی اسطرح سے فرمائی ہے کہ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے بعض اصحاب سے فرماتے ہیں۔ سورج غائب ہوتا ہے تمہارے سامنے سے قبل اسکے کہ چارے سامنے سے غائب ہو (وائی کوسال) تہذیب) بیشک ہر نقطہ زمین مشرق ہے اُس شخص کی واسطے جو اسکے غرب میں ہو اسیطرح سے ہر نقطہ زمین مغرب ہے اُس شخص کی واسطے جو اسکے شرق میں ہو لہذا کروڑوں مشرق و مغرب ہوئے۔ ایکو خدا نے فرمایا ہے پس غور کرو تو اس ارشاد میں پوری رو ہے فلاسفہ قدیم کی وہ لوگ طلوع و غروب سے سورج کی حرکت یومیہ کو ثابت کرتے ہیں اسلئے ایک مشرق و ایک مغرب ہونا چاہیے خدا نے ہر شے کے مشرق و مغرب بیان فرما کر بتایا کہ مشرق و مغرب اعتباری ہیں جو کروڑوں ہو سکتے ہیں۔

۵۶۔ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے: "الہ تبارکی تعالیٰ کیف یصلح الکرنا

لجعلہ سالکنا ثم جعلنا الشمس علیہ ولیلاً ثم قبضنا الیہ قبضاً یسیراً
 (سورہ فرقان) تم بندین دیکھتے اپنے رب کی قدرت نامی کو کو کر اُسے سایہ کو چھلایا
 اگر وہ چاہتا تو سایہ کو سالک کر دیتا۔ اُسے سو لچ کو اُسپر دلیل کیا پھر تھوڑا تھوڑا کر کے
 اُسے سایہ کو ہمارے لیے لیا۔ مفسرین و محدثین نے خوب خوب طبع آنا ایمان کی
 ہین محض اس بنا پر تاکہ فلسفہ یونانی کی مخالفت نہ ہونے پاوے ورنہ ایسی رکبیک
 تاویلون کی ضرورت کیا تھی صاف صاف آیہ کا مفہوم پیش کر دیتے عام اس سے
 کہ فلاسفہ کے موافق ہوتا یا مخالف ہم اس مقام پر علامہ سبحانوی کی ایک تاویل
 نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب خدا نے افلاک کو بدو لکھ
 و چاند کے خلق فرمایا اور افلاک کے نیچے و حواض ہو افلاک کا سایہ زمین پر پڑا
 اُسی حالت کی نسبت ارشاد ہے کہ اگر ہم چاہتے تو اس حالت کو ثابت و برقرار
 رکھتے پھر سو لچ کو خلق کرتے اور اُسپر مسلط کرتے اس طرح سے کہ حرکات سے آفتاب
 کے اس سایہ میں کمی بیشی ہوتی نہ تھی (تفسیر سبحانوی) یہ تاویل اسی بنا پر ہے کہ فلک
 اُنکے نزدیک وہی پانچ سو سال کی مٹائی کا جسم تھا اُسی کا سایہ زمین پر ڈال رہا
 ہیں۔ اور پھر لطیف یہ ہے کہ چاند سو لچ مدار و پھر سایہ سطح سے پڑا وہ کونسی روشنی
 اُن افلاک پر تھی بسین حایل ہو کر زمین پر سایہ واقع ہوا سو لچ مدار و سایہ موجود
 عجب منطقی ہے۔

(۱) ظاہر آیت سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ ہر ستارہ کا سایہ ایک کا دوسرا
 نظر آتا ہے شیخ پولی سینا نے بھی لکھا ہے کہ زہرہ سو لچ پیش یکا تل کے نظر
 آتا ہے اس طرح سے عطارد کا جرم بھی آفتاب پر معلوم ہوتا ہے۔ یہ سارے کو گشت
 ہوتا سایہ ہے۔ عطارد سے زہرہ کو گشت ہوتا ہے چاند سے سو لچ کو گشت ہوتا ہے
 جو قوت چاند زمین کے سایہ کے نیچے آ جاتا ہے تو اسکو گن ہوتا ہے حل کہ مشرق
 سے گن ہوتا ہے۔ مشتری مریخ سے اس طرح سے زحل سے اور ثوابت کو گن ہوتا
 ہے۔ ممکن ہے خدا انھیں سایوں کو سالک کر دینا یعنی دنیا اسی حال پر نہ جاتی

اور اسکا قدر ایک نہ ہوتا تو عام عالم تیرہ دنار ہو جاتا خدا نے اجرام مطلقہ کے سایہ کو متحرک کر کے آفتاب کی روشنی سے دور فرمایا۔

سایہ کا ساکن کر دینا بھی محال نہ تھا تو اگر افراس فن کی ایجاد کے بعد یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ سایہ ساکن نہیں ہو سکتا۔

(۲) ممکن ہے آیہ میں سہاٹ اشارہ ہو کہ تمام سیاروں کی دوسری سمت ایک ظل مخروطی مستطیل ہوتی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ جب سوچ پشت پر سیارہ کے آجاتا ہے اور نصف حصہ کی محاذات ہوتی ہے تو نصف باقی کا سایہ ہمیشہ بظلمت مخروطی پشت سیارہ پر واقع ہوتا ہے اس صورت میں ہر سیارہ جب حرکت کرتا رہتا ہے جیسے دریا میں مچھلی تیرتی ہے ممکن ہے اسی بنا پر احادیث میں سیارہ کے ہارون کو دریا سے تشبیہ دی اور ظل مخروطی کو مچھلی سے اور شاید اسی بنا پر حدیث میں وارد ہو ہے کہ زمین مچھلی پر ہے یعنی زمین کی پشت پر اسکی ظل مخروطی ہے جو مثل مچھلی دریا میں تیرتی ہے۔ بہر حال ممکن تھا کہ سایہ ساکن کر دیا جاتا خواہ اس سیارے کو ساکن کر کے یا فوٹو گرافری کے اصول سے اس فصائین سیاروں کے سایہ پھیل جاتے اور ساکن رہ جاتے تو نتیجہ ظلمت و تاریکی ہوتی خدا نے اس تاریکی کو سوچ سے دفع فرمایا ستاروں کی حرکت سے سایہ بھی متحرک رکھا کیسے کہ دن تو کسب طرقات ہوتی ہے ہمیشہ نہ تو ایسا ہے کہ ایک طرف دن ہوا اور ایک طرف رات نہ ہو کہ سب طرف رات ہو نہ یہ نہ کہ سب طرف دن ہو ستاروں کی حرکت سے ظل مخروطی کو بھی حرکت ہے جس سے دن و رات مختلف ہوتے رہتے ہیں۔

(۳) اور ممکن ہے کہ یہ تاویل ہو خدا نے جب سوچ کو زمین پر طالع فرمایا اور سایہ رات کا دفع ہوا تو عقل نے یہ سمجھا کہ ظل ایک کیفیت نہ اندہ جسم ولون کی ہے اس لیے خدا نے فرمایا: ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسُ عَلَيْهِ دَلِيلًا یعنی پہلے منے سایہ کو خلق کیا پھر عقل کو سایہ کی معرفت و حقیقت بتائی سوچ کو طالع کر کے اس لیے کہ یہ آئینہ تعارف با خدا ادا ہے سوچ طالع نہ ہوتا تو سایہ کے سوا اس کا

عدم مفہوم نہ ہوتا پس گویا سورج دلیل ہوا وجود ظل پر ہے **ثُمَّ قَبَضْنَا إِلَيْهِ قَبْضًا**
 دہشت ہوا ہے پھر تھوڑا تھوڑا کر کے چنے سایہ دو دو کیا جستہ سورج بلند ہوا مغرب
 کی جانب سایہ پہنچتا گیا اور چونکہ حرکات مکانیک ایک فریق میں ہوتے بلکہ تھوڑا تھوڑا ہوتے
 ہیں لہذا ازالہ سایہ کا بھی تھوڑا تھوڑا ہوگا پس مراد قبضنا ایسے سے نفاذ ہے
 (۴) ممکن ہے یہ مراد ہو جب خدائے زمین اور ستاروں کو خلق کیا زمین کا سایہ پڑا
 جس سے رات ہوئی پھر غروبِ شمس کے متحرک ہونے سے سایہ میں بھی حرکت
 ہوئی پس سورج دلیل ہوا **ثُمَّ قَبَضْنَا قَبْضًا سَيِّدًا** پھر تھوڑا تھوڑا سایہ
 چنے لینا شروع کیا یعنی تھوڑا تھوڑا سایہ دور ہوتا گیا جستہ رقت و افقہ المکرز
 زمین کی کم ہوتی جاوے گی اور زمین سورج سے قریب ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ زمین
 اور سورج کی دوری سوانیزہ بھر ہوگی اور قیامت کا ایک دن ہزار سال کے برابر
 ہوگا یہ سایہ دفن ہو نہ ہوگا بلکہ تھوڑا تھوڑا یہاں تک کہ قیامت میں سایہ نہ رہے گا
 اور قبض ہوگا بعض اسباب خواہ اس طرح سے کہ جن اجرام کیوجہ سے زمین کا سایہ
 پڑتا ہے ان اجرام کو خدائے کر کے لے لیوے یعنی ہٹا دے اور فنا کر دے یا یہ کہ
 قوت و افقہ المکرز کے ابطال سے دوری جاتی رہے **ثُمَّ هُوَ يَبْعَثُ الْجِبِلَّ سَاكِنًا**
 خدا چاہتا تو قادر تھا کہ وہ اسباب عکس کرنا اور کبھی قیامت نہ آتی سایہ کو ساکن کر دیتا
 یعنی اسباب سایہ کے ساکن و باقی رہتے۔

قیامت میں ستاروں کا فنا ہوگا

۷۵۔ خدا فرماتا ہے **ثُمَّ هُوَ يَبْعَثُ الْجِبِلَّ سَاكِنًا** یعنی **ثُمَّ هُوَ يَبْعَثُ الْجِبِلَّ سَاكِنًا**
 خلا لا عن الیمین والشمائل سجد اللہ ہم داخل تھا (سورۃ النحل)
 کیا نہیں دیکھتے جو خدائے نہائی ہے ہر شے انہیں کی سایہ اُسکا دہنے اور بائیں
 پھرتا ہے خدا کو سجدہ کرتا ہے ذیل سے۔

(۱) یمین و شمال سے مراد یہ ہے کہ یمین فلک مشرق و شمال مغرب ہے
 اور سب ان ناموں کی تخصیص کا یہ ہے کہ انسان کی دونوں جانب زمین قوی جانب
 داہنا ہے جس سے زیادہ قوت کے کام انجام پاتے ہیں اور چونکہ زمین مشرق سے

مغرب کی طرف گھومتی ہے لہذا یمن فلک مشرق کو قرار دیا ہے اور مغرب کو شمال پس چاند سورج اور تمام ستارے ہر روز بشکو افق پر مغرب کی سمت میں طالع ہوتے ہیں سطح سے کہ ہر ایک قوس بنانا ہے اپنے مدار پر وجہ یہ ہے کہ زمین میں لکھنہ میں اپنا دورہ ختم کرتی ہے پس اگر کوئی شخص زمین پر کھڑا ہو مشرق کی طرف پشت کر کے تو پہلے سورج کو دائری طرف دیکھے گا افق سے قریب اور جب ربع دورہ زمین کا ختم ہوگا تو سورج اپنے سر پر دیکھے گا اور جب نصف دورہ ختم ہوگا تو سورج بائیں پر معلوم ہوگا قریب جہت افق کے اور جب نصف آخر دورہ شروع ہوگا تو سورج بالکل مخفی ہو جائیگا جب تک کہ یہ نصف دورہ بھی ختم نہ ہو پس سورج وقت طلوع سے وقت انتہا تک وسط فلک پر جب تک ہے اس وقت تک سایہ جانب غربی میں واقع ہوگا اور جب سورج خط نصف النہار سے جانب غربی میں ہوگا تو سایہ شرقی پڑیگا یہ ہے مراد "یتضییٰ ظلہ عن الیمین الی الشمال" کے اس بنا پر سایہ اول نہاد میں شروع ہوگا یمن فلک سے ربع غربی پر زمین کے اور سورج کے جھکنے پر خط نصف النہار سے ابتدا، سایہ کی شمال فلک سے ہوگی جملہ شرقی بر زمین کے واقع ہوگا۔

(۲) یا مادیہ شمال سے یہ ہے کہ جب کوئی شخص مشرق کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو تو دائری جانب جنوب ہوگا اور بائیں جانب شمال ایسے کہ وسط فلک بروج دائرہ عظمیٰ ہے جو ازل سے خط استوی پر ساڑھے تیس درجہ پر اور دائرہ متدہ ہو تا ہے دو بڑے دائروں متوازیوں تک جو بنائے جاتے ہیں دائرہ استوی سے ساڑھے تیس درجہ کی دوری پر یہ دونوں دائرے مدار کہلاتے ہیں ان دونوں دائروں سے معلوم ہوتا ہے مقام آفتاب کا صعود و بہو طمین اور دو دائرے جو قطب جنوبی و شمالی سے بنتے ہیں انکا بعد قطب سے ساڑھے تیس درجہ فرض کو ان دونوں دائروں پر چہرہ دن و رات رہینگے جب تک سورج دونوں قطبین قطبی یمن رہے گا یہ ہیں سنے سایہ کے انتقال سے داہنے سے بائیں کی طرف اور

بائیں سے داہنے کی طرف۔

دوسرا آریہ میں قابل بیان یہ ہے کہ زمین بلفظ واحد شمال ہوا ہے اور شمال جبینہ جسے وجہ یہ ہے کہ زمین مشرق کو قرار دیا ہے پس نقطہ مشرق شمس ایک ہو گا لہذا زمین بھی ایک ہی ہوا۔ اور شمال سے مراد سایہ کے انحرافات ہیں جو زمین پر واقع ہونے ہیں اور وہ بہت ہیں لہذا شمال جبینہ جمع ارشاد ہوا۔

تفصیل اس بیان کی یہ ہے کہ اگر ہم خط استوا اور خط زوال بنا دیں برابر سے تو اس تقاطع صلیبی حاصل ہو گا جس کے چار گوشہ ہونگے اور چاروں اصلی نقطہ ہونگے پس نقطہ چہ قطب شمالی سمت شمال کہلا دیکھا اور نقطہ قطب جنوبی سمت جنوب کہلا دیکھا اور نقطہ سمت طلوع کو اکب سمت مشرق کہلا دیکھا اور نقطہ جہ غروب کو اکب سمت مغرب کہلا دیکھا اس وقت زمین چار حصوں پر منقسم ہوئی اس وقت میں تمام دو اتر اس کرے کے زمین پر قیاس کر کے شمال کیے جاویں گے انہیں سے وہ دوائر ہیں جو موازی دائرہ استوا کے ہیں اور دونوں قطبوں تک گزرے ہیں پس تقسیم کرے کی تین سوساٹھ برابر کے حصوں پر ہوگی اور ان دوائر کے تقاطع سے چھوٹی چھوٹی سطحیں مروج تکلیفگی جنکو درجات کہتے ہیں اس تقسیم سے باہر خط استوا اور قطبین کے درمیان درجہ برابر ہونگے اور باہر نصف دائرہ زوال (یعنی زوال لیل) اور نصف آخر کے (یعنی زوال نہاری) ایک سو اسی وجہ ہونگے زمین کے اس تقسیم سے اظلال شمالی صحیح ہوگا۔

۵۸۔ اختلاف ہے اس بات میں کہ سورج کی حرارت ذاتی ہے جیسے نور کا ذاتی ہے یا نہیں متقدمین کا خیال تھا کہ حرارت و برودت رطوبت و ہیوست عنصریات سے مخصوص ہیں اور آفتاب جرم فلکی ہے اس میں یہ صفات نہیں ہو سکتے پس یہ حرارت جو آفتاب سے محسوس ہوتی ہے یہ نور شمسی کی وجہ سے ہے اور اسکی دو خاصیتیں ہیں جب تک وہ سطح زمین پر واقع ہوتی ہے نور ہوتا ہے اور جب اسے جلا دیں تو شعاعیں منکسر ہوتی ہیں تو انہیں حرارت کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔

متاخرین قابل ہیں کہ جو شمسی بالذات منبع نور و نار ہے جس نور و نار کو سورج اپنی شاعری
ذریعہ سے ہر سیارے تک پہنچاتا ہے کہ اس کا مرکب ہے طبقات ناریہ و بخاریہ
سے کہ آفتاب آگ کے دریاے عظیم سے بچا ہے ہر وقت شعلہ و جوں کے
شعلے بلند رہتے ہیں ایک ایک شعلہ چاس ہزار فرسنگ کے طول میں جو
سورج ایک ایسا جسم ہے جہاں ہر اٹھ گھنٹہ کے عکس سے چودہ سے زائد دہائیں ثابت
ہوئی ہیں مثل تائبہ، لولہ، اہل، جستہ، وغیرہ کے جن دہائوں کے گیس جو شمسی سے
اوپر کر اس فضا سے نامتناہی میں بلند ہوتے ہیں اور تمام نظام شمسی میں وہ حرارت
پہنچتی ہے یہاں تک کہ جو حرارت سورج کی ہماری زمین کو پہنچتی ہے وہ حرارت
آفتاب سے ۳۸۱ ملین کا حصہ ہے باقی ناریہ آفتاب کی اور سیاروں
و قمار وغیرہ پر تقسیم ہو باقی ہے۔

۵۹۔ ہیتہ اسلامی میں آفتاب کو معدن نور و نار فرمایا ہے جیسا کہ تحقیق جدید
میں بھی ہے۔

(الف) خدا فرماتا ہے: "وَجْعَلُ الشَّمْسُ مَلْجَاً" (سورہ فوج) اور سورج کو
چراغ بنایا۔ صاف معلوم ہوا کہ چراغ بسطیح سے بالذات نار و نور سے فیضان
ہو جاتا ہے بسطیح سورج ہی۔

(ب) "وَجْعَلْنَا سُلَّامًا لِّجَاهِهَا" (سورہ النبا) اور قرار دیا ہے چراغ روشن
تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ مراد اس سے سورج ہے۔ "وہاج" کے معنی
روشن آگ کے ہیں (قاموس)۔

(ج) سلام بن مستنیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی۔ مولا
سورج چاند سے کیوں زیادہ گرم ہے۔

امام علیہ السلام۔ خدا نے آفتاب کو خلق کیا ہے آگ کے نور اور آب صاف
سے ایک طبق اس کا نور سے ہے دوسرا طبق آب صاف سے بسطیح سے سات
طبق ہیں۔ پھر خدا نے سورج کو آگ کا لباس پہنایا اس وجہ سے وہ چاند سے زیادہ گرم

(مختصا لعل الشریع، بخار، رد منہ کافی، تفسیر فی، مجمع البحرین)
اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سائل تحقیقات شرعیہ سے واقف تھا
ہیو جو سے اُسے سوچ کو معدن تازہ کھجڑا سوال کیا لیکن وہ چاند کو بھی ٹھنڈا نہیں خیال
کرتا اسکو بھی گرم سمجھتا ہے لیکن دریافت یہ کرتا ہے کہ ایک دوسرے سے کیوں
گرم ہے۔

امام علیہ السلام نے جو تعلیم فرمایا ہے وہ قابل غور ہے۔
(۱) سوچ کو طبقات سے مرکب فرمایا ہے جس میں فلاسفہ قدیم کی رو ہے وہ
لوگ آفتاب کو بسیط خیال کرتے تھے۔

(۲) سوچ کو مثل دیگر اجرام ارضیہ عنصریات و ماویات سے مرکب فرمایا ہے
مثل آگ، پانی، بخار، ہوا کے آئین بھی مستفیدین کی رو ہے وہ اجرام فلکی کو عنصریات
سے نہیں خیال کرتے تھے لیکن حال کی تحقیق میں پیکر سکوپ سے معلوم ہوتا ہے کہ
آفتاب میں بھی وہی مادہ موجود ہے جو ہماری زمین میں ہیں البتہ فرق یہ ہے کہ یہ مادہ
آفتاب میں نیز کی حالت میں سیال پائے جاتے ہیں جو چیزیں آفتاب میں پائی
جاتی ہیں وہ ہیدروجن، سوڈا، لوہا، نیکل، جست، گلتیشیا، وغیرہ ہیں علاوہ انکے
بہت اور ایسے مادہ ہیں جو ہماری زمین پر نہیں ہیں۔

(۳) سوچ کو بالذات منبع نور و نار فرمایا ہے جیسا کہ متاخرین قائل ہیں۔
(۴) وجہ حرارت آفتاب کی یہ بتائی گئی ہے کہ خدا نے آتش آگ کا لباس نہایا
یعنی آگ کے طبقات کو چھان و محیط ہے جو بائیں متاخرین کی آپس کے مسلمان
گزٹل پوس فائیک کا قول ہے کہ قوت سوچ کی روشنی کی سطحیں غلاف میں
جو نورانی مادہ کا ہے اور محیط ہے بزم آفتاب و جس کا نام مونو سفیر ہے اور تمام
طاقت بزم آفتاب کی اسی طرف منحرف ہے کہ یہ کہہ اپنی حالت و خاصیت سے
یعنی نور و حرارت کی صورت میں باقی رہے ہیں کہ آفتاب گویا وہ بزم ہے جو
گھرا ہوا ہے اس کرہ نور یہ یار یہ سے اور یہ ہیں تمام آفتاب ہے جب تک اس

کرہ ناریہ سے پہچان ہے۔ یہ کرہ نیزہ اُس مادہ سے بنا ہے جو موثر ہو جو بم آفتاب کے نور میں اور یہ مسئلہ متاخرین نے اس پیکر سکوپ سے ثابت کیا ہے اب دیکھو جو مسئلہ ہے اور مذکورہ حل ہو سکتا ہو شکوہ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام فرقی خواص و تابعین سے کس طرح سے بیان کر کے تسکین فرماتے تھے جو میں دلیل ان حضرات کے قلم جو نئے کی ہے اس لیے کہ بے اسباب و آلات کبھی مسئلہ کی تحقیق کرنا بیشک مجاہد کا تعلیم ہے۔

(۵) اصحاب بن نبیاء جناب امیر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں۔ اگر سورج کا رُخ اہل زمین کی طرف ہو جاوے تو تمام زمین جل جاوے اور جو کچھ زمین پر ہے سب جل کر رہ جاوے (تہ حارہ و روضہ کافی)

ظاہر نظر میں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آفتاب کرومی ہے اُس کا کوئی منہ نہیں ہے اگر فرض بھی کر لیں تو یہ لازم ہو گا کہ بعض مفعولات آفتاب کے ہم سمت نہ دیکھتے ہوں حالانکہ زمین کی گردش کے وقت ہر سطح سورج کی دیکھا کی دیتی ہے پھر منہ کون سا رخ ہے۔

جواب یہ ہے کہ ہر تہ جدید میں ثابت ہے کہ سورج میں بعض مقامات بہ نسبت بعض کے شدید الحرارة ہیں یعنی تمام حصہ آفتاب کا حرارت میں برابر نہیں ہے کلف دار حصہ سورج کا دیگر مقامات سے زیادہ حرارت رکھتا ہے سورج پر بہت بڑے بڑے کلف ہیں جو آفتاب پر چہ شرقی میں نظر آتے ہیں پھر مغربی عرصہ کے بعد وسط آفتاب میں معلوم ہوتے ہیں پھر سمت مغربی میں دیکھا دیتے ہیں اکثر کلف جو قریب خط استوا کے آفتاب پر معلوم ہوتے ہیں ان کا بعد ۳۰ درجے زائد نہیں ہے احد القطبین کی طرف گمان کیا جاتا ہے کہ کلف اعماق میں کرہ نیزہ کے ہیں یعنی گرمی و حرارت آفتاب سے جو گیزا کرتے ہیں ان کو کرہ چاروں طرف منتشر کرتا ہے اور اُن سے بہت بھاری گیزا یک مقام پر مجتمع ہوتے ہیں جو جواب ہو جاتے ہیں نور آفتاب کے اور اتنا حصہ سیاہ معلوم ہوتا ہے فرض آفتاب کا

ظاہری رخ نہایت کثیف ہے اور دوسرا رخ لطیف ہے جو بغیرہ لطیفہ زیرہ بین پھیلے ہوئے ہیں گرد سوچ کے لاکھ لاکھ میل تک لیکن ہر کو قرص آفتاب کے نزدیک جو سے معلوم نہیں ہوتے جس طرح سے آفتاب کے نور کی وجہ سے دنگو تارک نہیں معلوم ہوتے البتہ گرہن کے وقت ہر کو وہ بخرات مختلف رنگ کے معلوم ہوتے ہیں جنہیں اکثر رخ رنگ کے ہونے میں اور جب قدر سوچ سے قریب ہوتے ہیں اُنہی رخ روشن ہونے میں حتیٰ کہ اہل بخرات کا مستقل ایک کرہ گرد آفتاب کے چو گیا ہے جسکو کرہ موسفیر (یعنی کرہ طونہ) کہتے ہیں۔

کوہ ولسن کے رصد خانہ کے ڈاکٹر پروفیسر جارج ای ایل صاحب نے ساٹھ اناج سفیدی کی دور بین کی مدد سے ثابت کیا ہے کہ سوچ پر بعض اوقات عظیم برقی بگولے آتے ہیں جنہیں جھللی میں آفتاب کا داغ کہا جاتا ہے یہ بگولے آفتاب کی سطح پر سے اسی تیزی سے گزرتے ہیں جیسے زمین پر سے آذھیان اور انہیں اس بلا کا زور ہوتا ہے کہ خیال کرتے ہوئے دل کا ہنسا ہے چوٹی چھوٹی دور بینوں کی مدد سے جو سیاہ داغ نظر آتے ہیں وہ ان آفتابی آذھیوں کی بنیادین میں جانہ کرہ آفتاب کی گرم سطح پر اس زور سے چلتی ہیں کہ اگر وہ ہماری زمین پر چلیں تو اس میں گوبال لٹو کی طرح گھیر لیں اور ایک منٹ میں شاید تین بار اسکا دورہ کر لیں۔

اسکو امام علیہ السلام نے حدیث میں بیان فرمایا ہے۔

اور یہ کہنا کہ ہم تمام کرہ آفتاب کو دیکھتے ہیں تو یہ سمجھو کہ قطب شمالی و قطب جنوبی کے حصہ سوچ کے ہماری زمین سے کبھی محاذی نہیں ہوتے کیونکہ زمین کی حرکت گردان حصوں کے ہوتی ہے جو وسط آفتاب کے میں پس جو شخص کرہ زمین سے قطب جنوبی و شمالی کو آفتاب کے دیکھتا ہے وہ محاذی قطب آفتاب کے نہیں ہوتا اور شعاعیں آفتاب کے قطب کی زمین کی سمت ہوتی ہیں جیسے سوچ کے وسط کی شعاعیں اس کرہ کے سمت آتی ہیں مگر یہ مصوم کا مقصود و شمس کی سمت شمالی آفتاب کی مراد جو یعنی اگر اُس کا رخ زمین کی طرف ہو جاوے تو زمین چل جاوے اور

کوئی شک نہیں ہے کہ سمت شمالی سوچ کی عاوی کی کہ زمین سے نہیں ہے اگر عاوی
ہوتی تو زمین جل جاتی کیونکہ سمت شمالی سوچ کی سمت گم ہے۔

اور جو جانب بھی ممکن ہے کہ سوچ کی کل گری زمین پر نہیں پہنچتی بلکہ ۲۰۰۳۸۱ میلہ بمقام
زمین تک پہنچتا ہے اور عاوی گری سوچ کی اور سیاروں پر ختم ہو جاتی ہے ممکن ہے
مراد مصدوم کی "لوکلان فاجہا لاهل الارض سے لوکلان فاجہا لاهل
الارض" ہے جو یعنی اگر تمام گری سوچ کی زمین پر پڑے تو بیشک زمین اور اہل زمین
جل جاوین ڈاکٹر فائیک صاحب کا قول ہے کہ جو گری سوچ کی سال بھر بتدیج
زمین کو پہنچتی ہے اگر وہ ایک مرتبہ زمین تک پہنچی تو کیا حالت ہو بیشک یہ
گرہ شعلہ ہنگامہ نجاوے۔

(۷) امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آفتاب و ماہتاب دونشانیاں ہیں
بعد اسکے فرماتے ہیں کہ عنوان دونوں کی عرش کے نور سے ہے اور حرارت ان دونوں
آتش جہنم سے ہے جب قیامت آوے اور ان دونوں کا عرش میں چلا جاوے لکھا ہو وقت
نہ سوچ رہے گا نہ چاند رہے گا (تفسیر قمی، ج ۱) اس بیان سے بھی معلوم ہوا کہ
گرہ آفتاب میں ذاتی حرارت ہے اور چاند بھی شعلہ نہیں ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ
فنا صورت کے معدوم ہونے اور مادہ کے منشر ہو جانے کا نام ہے۔ اور سوچ
عرش کا جدا شدہ شعلہ ہے یا جہنم کا جدا شدہ شعلہ ہے جو قیامت میں اس میں طبا و کھلا
حال کے حکماء کا خیال ہے کہ تمام سیارے اور اقمار سوچ کا جدا شدہ شعلہ ہیں کھلا
تعلیم سوچ کو بھی جدا شدہ شعلہ عرش جہنم کا بتاتی ہے ممکن ہے عرش جہنم کی کوئی
غزن نور و آتش کا نام ہو اور وہ ایک جزائرت تارہ ہو جس کے شعلوں کے علیہ علیہ
نظام قائم ہوے ہیں۔

(۹) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سوچ کے لیے ایک ملک ہے جو
اسپر بانی چمکتا ہے اگر ایسا نہ ہو تا تو زمین جل جاتی (بخاری، کافی) یہ بھی اسی امر کی
دلیل ہے کہ سوچ بالذات حرارت و نور رکھتا ہے۔

اب رہا پانی کے چھینٹے دینا اگر بعض جاؤ ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ حرام میں آب کی تیزی پانی کے چھینٹوں سے کم کیجاتی ہے خداوند کریم جو ہر قدری سے سوچ کی حرارت کم فرماتا ہے جس سے زمین نہیں جلتی حرارت سے زمین کا محفوظ رکھنا پانی کے چھینٹوں سے استعارہ ہے۔

اور اگر مجاز و استعارہ نہ ہو تو ہر سیارہ تک جو آفتاب کی گرمی پہنچتی ہے اُس کے سرد کرنے کیو اسکے خدا نے وہ اجزائے مائید اور رطوبات جو کہ ہوا میں ہیں مفسد فرمائے ہیں جو آفتاب کی شمعوں کو سرد کر کے ہر سیارے کی زمین تک پہنچاتی ہیں اور آفتاب پر پانی کے چھینٹے دینا مراد اس سے آفتاب کی کرنیں ہیں جو حرارت آفتاب کی کرہ زمین تک پہنچاتی ہیں۔

۶۰۔ وزن آفتاب کے متعلق متقدمین کا یہ خیال ہے کہ وزن یعنی خفت و ثقل فلکیات میں نہیں ہے نہ عناصر کا کوئی وزن ہے اسی لئے کہ خفتہ اور ثقل اجزاء کرہ کا ہوتا ہے نہ خود کرہ کا کیونکہ مراد وزن سے میل الی المرکز ہے اور چونکہ کرہ کو کسی سمت میلان نہیں ہوتا لہذا اُس کے لیے وزن بھی نہیں ہے۔

متاخرین میں حکیم کپلر صاحب کا خیال ہے کہ ہر شے میں وزن ہے اور خفت و ثقل اس میں امتیاز رہتا ہے قوت جاذبہ سے کسی میں قوت جاذبہ زیادہ ہے سپین کم ہے جیسے پتھر پانی سے زیادہ کثیف ہے اور زمین سے مشابہ ہے اُس پر زمین کا جذب زیادہ ہوتا ہے پانی کی نسبت لہذا پتھر پانی سے بوجھل ہوگا اس طرح سے ہر جسم نسبت دوسرے کے قوت جاذبہ میں تفاوت رکھتا ہے اور یہی وزن ہو پس منشا ثقل و خفت قوت جذب ہے اور جس چیز میں پانی جاذبگی کرہ ہوا وغیرہ عنصری ہوا یا فکلی دوان وزن ضرور ہوگا آفتاب ہوا یا مہتاب۔

فائدہ ایک کا خیال ہے کہ کثافت مادہ آفتاب کی ۲۵۰ مرتبہ کم ہے کثافت مادہ ہوا سے کیونکہ ترکیب کرہ آفتاب کی بخارات وغیرہ سے ہو لہذا وزن ہوا کا ہوا کے وزن مصر کا الملال جلد ۷ امین ہے کہ وزن آفتاب کا ۶۳۷۹۳۴۷۵ حصہ ہے۔

متاخرین بھی تعدد عوالم کے قابل ہیں وہ کہتے ہیں جتنے ثوابت ہیں سب آفتاب ہیں اور ہر ایک کا نظام شمسی مثل ہمارے نظام شمسی کے جدا ہے۔ دلیل انکی یہ ہے کہ تمام سارے اور آثار ہمارے سورج سے کسب نور کرتے ہیں اور وسعت ہمارے نظام شمسی کی جو محدود ہے فلک پنچون سے وہ ایک ہزار پانچ سو بیویون منسرج کا ہے اور سورج با این وسعت فلک پنچون سے ایک بہت چھوٹا تارہ مثل اخروٹ کے معلوم ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پنچون کے بعد بالکل معلوم نہیں ہوتا ہوگا۔ لہذا پنچون سے بہت فصل پر جو ثوابت ہیں وہ کیونکہ ہمارے سورج سے روشن رہ سکتے ہیں۔ دیکھو بعض کو صفت ہمارے سورج سے اتنے فصل پر ہیں کہ جتنا فصل سورج کو پنچون سے ہے اس فصل سے بارہ گنا فصل ہے باوجود اسکے وہ ہمارے سورج کی کشش سے قائم ہیں اور کسی دوسرے تارے کا جذبہ انہیں نہیں ہے کیونکہ اور ستاروں کو ان کو مٹون سے اتنی دوری ہے جو قیاس سے باہر ہے اور وہ ہر کم دیکھا ئی دیتے ہیں تو پھر بتاؤ ان ستاروں کا جاذبہ اور نور دینے والا کون ہے۔

ڈاکٹر فائیک کا قول ہے کہ جو ثوابت جسے قریب ہیں اور نظر آتے ہیں انکی دوری سے آتی ہے کہ جتنا بعد ہوگا سورج سے ہے اسکو ایک درجہ فرض کر دو یہ پانچ لاکھ درجہ زایہ ثوابت جسے دور ہیں

سائنس دانوں کا خیال ہے کہ نئی دنیا اس دنیا سے جسکی وہ شاخ ہے ایک کرب پسند رہ لاکھ میل دور ہے اور اسکا قطر ۱۰۰۰ میل ہے ان اعداد پر غور کرنے سے انسانی دماغ چکر میں آجاتا ہے آسمان کے ان رازوں میں جو بنجمن کو حیرت میں ڈالتے ہیں وہ ناکہ سن ستاروں کے کچھ بھی ہیں جو ہر جگہ حیرت انگیز اور بے شمار تعداد میں موجود ہیں انکی جسامت بہت بڑی ہے انکے اشکال عجیب و غریب اور ہیبت ناک ہیں اور جس طاقت کو وہ ظہور میں لاتے ہیں وہ غیر محدود ہے انکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ زمانہ مستقبل کے نظام شمسی کی ابتدائی شاخیں ہیں یا یوں کہنا چاہے کہ وہ اس عالم کے مادہ پر وٹو بلازم کے اڑتے ہوئے حصہ ہیں جنہیں سے نئی سطح اور نئی دنیا

میں سطح پیدا ہو رہی ہیں جیسے ایک گھومتے ہوئے چکر سے آگ کے خراسے
اڑنے میں ہلکاوار کے چاک سے مٹی کے برتن۔

بعض محققین کا قول ہے کہ مقنابت تارہ جسکا نام دلفا ہے وہ جسے آٹھ دور رہی
جسکا اندازہ (..... ۲۰۰۰۰۰۰۰) میل یعنی بیلیون بیلیون میل ہے جسکا دور ہم تک
تین سال میں پہنچتا ہے باوجودیکہ رفتار نور کی فی دقیقہ ایک لاکھ نوے ہزار میل ہے
تو اب بتاؤ اس ثابت کو جسکی روشنی اس حساب سے ہم تک سو برس میں یا ہزار
برس میں پہنچتی ہے وہ جسے اور ہمارے آفتاب سے کتنے دور ہو گا تو اس
دوری پر کبوتر خیال ہو سکتا ہے کہ یہ ثابت ہمارے سورج سے کب نور کرنے
میں یا ہمارے سورج کی کشش سے قائم ہیں بجز اسکے کہ ہم قایل ہوں کہ یہ ستارے
بالذات نور رکھتے ہیں اور خود مستقل مرکز حرکات ہیں مثل ہمارے سورج کے اور
وہ خود سورج ہیں کہ جن میں سب سے چھوٹا ہمارے سورج سے ہزاروں درجہ بڑا ہے۔
دلیل اس بات کی کہ انہیں سے چھوٹا بھی ہمارے سورج سے ہزاروں درجہ بڑا ہے
یہ ہے کہ ہمارا سورج بچوں کے اوپر ایک چھوٹا تارہ سہا کے مانند دیکھائی دیتا ہے
اور اس سے بلندی پر وجود بھی سورج کا نہیں ہے باوجودیکہ یہ دوری دو درجہ بھر
گرو میل سے زائد نہیں ہے تو اب اندازہ کر سکتے ہو دلفا ستارے کا کہ وہ اس سے
دس گنا دور ہے باوجود اسکے کہ کو یہاں سے بڑا معلوم ہوتا ہے اس سے اسکی
بزرگی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

علاوہ اسکے دلفا کو دیکھو جسکا نور تین سال میں پہنچتا ہے اور شہرے ستارے کا
نور جس سال سے زائد میں ہم تک پہنچتا ہے وہ دلفا سے بھی لاکھوں کروڑوں
میل کی دوری پر ہے پھر اس ستارے سے سورج کو کیا نسبت ہو گی جیسے ایک
پہاڑ کو مائی کے دانے سے نسبت ہوتی ہے اور قطب شمالی کی روشنی زمین تک
پہنچنے میں دس ہزار سال لگتے ہیں اگر حساب لگاوین تو وہ ستارہ جسکو قطب شمالی
کہتے ہیں تقریباً زمین سے (..... ۶۵۹۵۰۰۰۰۰۰ ۶۲۷) میل ہو گا اور

۶۲۔ خدا فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا الْمَلَأَئِكَةُ خَلَقْتُ هَذَا الْبَشَرَ** (سورہ آل عمران) خداوند ملائکہ نے ان سبکو فضول و عبث خلق نہیں فرمایا۔ خدا علیم و عظیم ہے جو کسی چیز کو عبث نہیں پیدا فرمایا ہمارا نظام مسمیٰ کس قدر چمکتا ہے اس کے قوی، طبائع، مصلح، انوار، حرکات، سب چمکتا ہے جن جن میں بہت سی زمینیں سیاروں کی جن ہر ایک زمین ہماری جھوٹی سی زمین کو نظر کرتے ہوئے فضول و بیکار نہیں بلکہ جستہ اور زمین وسعت ہے اُنقدر زمین آبلوی اور اسباب تعیشات بھی زیادہ ہونگے پس اس جھیر اور چھوٹے سے سورج کے آثار وجود اس حد پر ہیں جسکو ان بڑے بڑے شمس سے کوئی نسبت نہیں تو کیونکر انکا وجود عبث و بیکار ہوگا اُن کے آثار وجود و بیشک ہمارے اس چھوٹے سے سورج کے مقابل میں بدرجہا زیادہ ہونگے اُن کے سیارات کا زمین و آسمان نرالا ہوگا وہ ان کی مخلوق علی مخلوق ہوگی وہ ان کی ہر شے ترقی کا اعلیٰ نمونہ ہوگی جنکو ہمارے اخبار و احادیث نے اجمالاً بیان بھی کیا ہے بہشت و دوزخ کے عجائبات کو دیکھو جس سے عقول بشری حیران ہوتے ہیں اور گھبرا کر اٹھا کر بیٹھتے ہیں حالانکہ ایک پکا مسلمان جب صدق دل سے لکھو دیکھتا ہے تو قدرت خدا پر عرش عرش کرتا ہے اور دیدہ ایمان روشن منور ہو جاتے ہیں۔ عام اس سے کہ کوئی فلسفہ یا عقل حکمی اُن سے مطابق ہو یا مخالفت بھی وہ لوگ اُس مخالفت کی پروا نہیں کرتے اُس طریقہ سے اُسکا اعتقاد رکھنے میں جیسے ہم دور میں سے دیکھ لیا ہو اور پھر اگر فلسفہ بھی مطابق ہو گیا تو نور علی نور ہے جیسا کہ قد عالم کے مسئلہ میں فلسفہ بالکل مطابق ہے چنانچہ ثوابت کو آفتاب کہا ہے اور اس تحقیق کی تائید ہوتی اور زیادہ ہوگئی جب شعری سارے کے گرد ایک سارہ بھی نظر آیا جیسا کہ حکیم فلیکس ورنہ فریسی نے تحقیق کیا یا ایک سیارہ برج سنبلہ میں دیکھائی دیا جسکا نام "اؤ نوریا" ہے جسکو حکیم بالیل نے دریافت کیا۔ اب یقین ہو گیا کہ ہر ثابت سطح سے سیارات رکھتا ہے جسے ہمارا سورج اور ہر ایک کا نظام علیحدہ ہے نتیجتاً **لَعَلَّاهُ احسن الخالقین**۔

۴۶۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہارے اس آفتاب کے علاوہ چالیس آفتاب اور ہیں جن میں بہت سی مخلوق الٰہی ہے۔ دھارہ دانی بہت بڑا ہے۔ مصائر الدرجات میں حدیث میں صراحت سے فرمایا ہے کہ ہمارے عالم سے خارج اور اس نظام شمسی کے علاوہ چالیس آفتاب اور ہیں۔ اب اس حدیث میں تاویل کرنا بلاوجہ محض بغرض مطابقت فلسفہ قدیم اور اس تاویل سے قویٰ کاپوشیدہ کرنا ہماری سمجھ سے باہر ہے اور نہایت تعجب نیز ہے لیکن اس حدیث میں وہ مظاہر نظر میں قابل شبہ ہیں۔

(شبیہ) تعداد آفتابوں کی چالیس فرمائی ہے بعض دیگر اخبار میں کم اور زیادہ تعداد کا ذکر ہے۔

(شبیہ) آفتاب کی حرارت مقتضی خلقت کی نہیں ہے۔ متاخرین میں بھی کوئی قریل نہیں ہے۔

(جواب) متاخرین نے کہا ہے آفتاب ایک کرہ نار اور شعلہ جالہ بولا کہوں اور آرون سال اربعین حرکت ہوتے ہوتے ایک انقباض پیدا ہوتا ہے اس کے بعد ایک پٹری بن جاتی ہے بروقت آجانے سے اور کروڑوں سال گزرنے پر بسبب اپنی حرکت وضعی کے وہ شعلہ کرہ کی صورت میں ہو جاتا ہے پھر دوسرے کرہ کے لہریں بڑھنے سے اس پر چھپکا آتا ہے اور لالہ لہوؤں مار گزرنے سے اس جھلکے کی مشائی بڑھتی جاتی ہے۔ یہ کم ہوتی جاتی ہے پھر آٹھ سو سال بعد سب سے روئیدگی کی آتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ سکونت سے نہ ہو جاتا ہے۔ یہ آٹھ سو سال جی ہے کہ سورج میں نور و غش سے آہستہ و زاریں ہوتے ہیں۔ یہ آٹھ سو سال کے نور و سورج کا ہوش میں چلا جاوے گا اور سورج ہضمین نور پا جائے گا۔

نہایت پرچمکتا اور شاد و غش سے نورہ آنا اس بات و بار بار ہے کہ ہمارا سورج کسی اور بڑے کرہ کا چھپا ہوا شعلہ ہے۔ یہ آٹھ سو سال کے دوران اس سورج کی یہ حالت ہوگی کہ نہایت اس میں غش و تاریں ملی جائیں گی تا کہ سیاروں کی

تمام ثوابت کی آگ بجھ گیا دے گی اور نور اُسکا اُس معدن نور میں جاوے گا جسکو معدن
میں عرش کہا ہے اُسوقت تمام ثوابت بے نور اور ٹھنڈے ہو جاویں گے جب نور
ٹھنڈے ہو گئے اُنکے جگر کی حرارت غمزدگی کی بجائے کئی ذمی روح
میں رہ سکتی سب فنا ہو گا جیسا کہ قر کے ٹھنڈے ہو جانے سے اُنکی مخلوق
تباہ ہو گئی جب ان ثوابت میں حرارت نہ رہی تو تمام نظام برہم ہو جائے گا قوت
کشش و اتصال و قوت دفع المرکز کچھ بھی نہ رہے گی سب کرے ٹکرا جاویں گے یہی
قیامت ہے سورج کا بھرم میں ڈالا جانا بھی صحیح ہے اُنکی آگ اور نور کل گیا تو آفتاب
کہاں رہا صفت شمسہ بھرمین والی کئی جس سے سورج کا بھرم میں ڈالا جانا صحیح ہوا اور
یہ بھی ممکن ہے کہ نور فنا نہ کھنے کے بعد وہ معدن نار جسکو بھرم کہا ہے سورج کو اپنی طرف
جذب کرے اور یہ سورج دوسرے نظام میں داخل ہو کر اُسکا سیارہ بن جاوے
یا کوئی اور حالت ہو۔

یہ حدیث بتا رہی ہے کہ سورج سے حرارت نہ کھنے والی ہے اور وہ بیشک رفتہ رفتہ
نکلتے گی اوسط حالت آفتاب کی ایک سیارہ کے مانند ہوگی جو خلقت کی حلاوت
رکھے گا۔ جیسے دیگر کو اکب کی نسبت کہا گیا ہے۔ اور حدیث میں بھی بتایا ہے کہ
حرارت آفتاب رفتہ رفتہ نکل رہی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سورج کا نور ہر روز لے لیا جاتا ہے
اور دوسرا نور سُکودیا جاتا ہے (اجتاج طبری) صاف ارشاد ہے کہ سورج کا
نور ہر روز کم ہو رہا ہے اور اُسکے عوض دوسرا نور ملتا ہے جسکا یہ مطلب ہے
کہ سورج بھی عالم متغیر کے کلیہ سے خارج نہیں ہے جیسا دانش بھی
دیکھو سورج جوتا ہے ویسا اُسی دن بارہ بجے نہیں رہتا قوت اُنکی کم ہونی جاتی ہے
جو ہم مسی ٹھنڈا ہوتا جاتا ہے اور دوسرا نور ملتا اشارہ ہے دوسرے قسم کے
تور کی طرف یعنی نور اُسکے بے ناریت کا ہوتا جاتا ہے یہ گویا دوسری قسم کا نور ملنا
ہے۔

حکماءے حال نے کہا ہے حرارت اور نور و چیرمین زندگی کے واسطے لازمی
 ہیں ایسے صاف ظاہر ہے کہ سورج زندگی کا منبع اور سرچشمہ ہے پس جب سورج
 کی روشنی اور گرمی ختم ہو جاوے گی تو اسکے متعلقین بھی ختم ہو جاوے گئے سورج کی حرارت دن
 بہ دن کم ہوتی جا رہی ہے وہ کروڑوں سال کے بعد زمین کی موجودہ صورت اختیار
 کر چکا ہوگا وقت ختمی حرارت و روشنی سورج سے ہماری زمین پر آتی ہے اس سے
 پائیس ارب ساٹھ کروڑ گنت زیادہ حرارت خارج ہوتی ہے اگر سورج کی شاتی اسکے
 نصف قطر کا چلیم حصہ ہو تو ساٹھ چوبیس ارب سال کے بعد اس سے زیادہ
 حرارت خارج نہ ہوگی ختمی اب سالانہ ہوتی ہے یعنی شرح تیزی مدت کثیر کے بعد بھی
 وہی رہے گی مگر اس عرصہ میں ہکا ایک حصہ سرد ہو جاوے گا اس واسطے ساٹھ ارب
 سال زمانہ قرار دینا چاہیے لیکن پانی کو جانے والی خشکی و دیگر لاکھ ملین سال کے بعد
 پیدا ہوگی اور یہ سیادے قیاس ہے اسے اعداد میں ظاہر کرنا دشوار ہے۔ **وہیستلونک عن الساعة انکامرسمها قل انما علمها عند**
ربک لا یعلمها الا هو (سورہ اعراف) اور پوچھتے ہیں تم سے (اے محمد) زمانہ
 قیامت کو کد و علم ہکا خدا کے پاس ہے کوئی اُوقت کو ظاہر نہیں کر سکتا مگر وہی خدا۔
 علم قیامت بجز خدا کے کو نہیں ہے۔ جب سطح آفتاب سرد ہو کر اسپر ایک
 قسم کا چمکا چڑھ آویگا تو وہ گیزروں کے نکلنے سے بھٹ جاوے گا اور اسے کھولتا
 ہوا لادانکھ گا وہ بھی کچھ حصہ کے بعد جم جاوے گا اور شگاف مٹ جاوے گا
 اندوئی گیزر گاہے گاہے آتش فشان بیازوں کے راستے سے نکلا کر چمکے خشکی کی
 ترقی کے ساتھ ساتھ بخارات اور کاربونک ایسڈ گزریں گے گی پھر پانی منجمد ہو جاوے گا
 اور سطح آفتاب پر سرد رہن جاوے گئے جیسے ہمارے بیان میں پھر مندرجی جم جاوے گئے
 سورج کو شہاب ثاقب گرنے سے اور خلا کی طرف سے پھر گرمی ملیگی مگر طریقہ و روش
 گرتا جاوے گا کاربونک ایسڈ گیزر جسے لگے گی اور کرہ ہوائے مسمی برف کی طرح بنو و ابھری
 پھر ۲۰ سنٹی گریڈ پر کرہ ہوا کی گیزر بن منجمد ہوگی۔ نائٹروجن کا نیا سمندر پیدا ہو جاوے گا

صرف لیتھیم اور بیڈروجن باقی رہ جاوینگے۔ آخر میں سورج چاند کی طرح ایک عظیم
 کالائڈ نفاذ دلیجا۔ آخری حالت اسکی یہ ہوگی جو زمین کے واسطے ہونے والی سے
 ایسی کروڑ سال کے بعد جب اسکا محور سکڑ جاوے گا تو زمین سورج میں گر کر بحسب
 ہوجاؤنگی اس طرح سے آخری نتیجہ سورج کا بھی یہی ہے کہ اسکا محور سکڑ جاوے گا اور
 وہ بھی زمین کے سورج میں گر کر بحسب ہوجاؤنگا جسکو اسلامی تعلیم نے جہنم بتایا ہے اور
 خبر یہی ہے آج سے تیرہ سو سال پیشہ کہ قیامت میں جہنم میں سورج ڈالا جاوے گا
 بیشک ایسا ہی ہونا ہے۔ اس کل بیان کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام علیہ السلام
 نے چالیس وہ سوئ فرمائے ہیں جو پہلے مثل ہمارے سورج کے آسمان اور شعلہ و رنج
 اب ان چالیس سورجوں کی یہ حالت ہے کہ انہیں خلقت ہونے لگی اور وہ اب آواز
 سے سیاروں میں داخل ہو کر دوسرے بڑے ثوابت کے مطیع ہو گئے ہیں اور
 دوسرے نظام کے ماتحت ہیں۔

حکیم بہ مثل کا خیال ہے کہ یہ سب اجرام صلاحیت سکونیت کی رکھتے ہیں حتیٰ کہ
 چاند سورج میں صلاحیت ہے نہ تھا اس امر یہ ہے کہ ہر جرم میں ویسی مخلوق ہو
 جو مقتضی اور مناسب اس کرے کہ ہے جیسے وہ ذیروح جو آگ میں خلق ہوئی
 ہے مثل سمنل جڑیا کے جیسا کہ متقدمین نے نقل کیا ہے۔

فرانس کے مشہور حکیم پروفیسر فیوگی نے لکھا ہے کہ جب انسان اس دنیا سے رخصت
 ہو جاتا ہے تو پھر کسی اور سیارے پر جا کر پیدا ہوتا ہے پھر وہاں سے آگے جا کر کسی اور
 دنیا میں جنم لیتا ہے اس طرح سے چند مرتبہ مختلف سیاروں میں پیدا ہونے سے
 اسکی روح کیفیت اجزاء سے پاک ہو کر اس قابل ہو جاتی ہے کہ وہ سورج کے خطہ نور
 میں داخل ہو وہ نری پاکیزگی اور خالص عقل رہ جاتی ہے پھر سورج کے خاص حصہ میں
 مستقل سکونت اختیار کر لیتی ہے۔

(جواب ۲) ممکن ہے مواد اس مخلوق شمسی سے مخلوق ذیروح نہ ہو بلکہ غلام غلام
 مراد جو مثل گیز اور عناصر مادہ کے اور یہ اس بنا پر ارشاد ہوا ہے کہ یونانی جرم

آفتاب کو بسیط اور غیر عرضی خیال کرتے تھے انکی ترویج کیا سطرے فرمایا گیا ہے کہ ان سورجوں میں بھی مخلوق الہی ہے جو مناسب حال شمسی ہے۔

(جواب ۳۲) ممکن ہے مراد مخلوق شمسی سے مافی نظام آتش جو سطح سے ہمارے نظام شمسی میں قہرسم کی مخلوق ہے سطح چالیس اور ایسے سورج ہیں جنکے نظام علیہ علیہ لکشل ہمارے نظام کے ہیں اور ہر نظام میں ہمارے نظام کے مانند ہر قسم کی ذریعہ موجود ہے جیسا کہ اس بیان کی تائید میں یہ دوسری حدیث موجود ہے۔

جابر جعفی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے فرمایا۔ تمہارے آفتاب کی پشت پر چالیس آفتاب ہیں ہر دو آفتاب کے مابین چالیس عالم ہیں جنہیں خلقِ اشیر ہے جنکو اسکی بھی خبر نہیں کہ ہمارے آدم خلق ہوئے یا نہیں (انوار النہایہ، ج ۱) اس حدیث میں صراحت خلقت کی کردہی گئی ہے کہ شمسی میں خلقت کا ذکر نہیں ہو بلکہ نظام شمسی مراد ہے۔

۶۴۔ حدیث میں ہے بروز جمعہ تین ساعت تک استہیلا فرمایا عیش پر نخلہ تین ساعت کے ایک ساعت میں خلقت آفتابوں کی فرمائی (بخاری، و مشکوٰۃ) اس حدیث سے بھی کثرت اور تعدد آفتابوں کا ثبوت ہے لیکن ایک ساعت میں خلقت فرمان آفتابوں کی اس ساعت سے ساعت الہی مراد ہے نہ ساعت نبوی جسکو ہم مفصل اپنے مقام پر بیان کریں گے۔

۶۵۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یمن کے نجومی سے اپنی نسبت فرمایا ہے کہ جب میں اس سوچ کو حکم کر ڈیٹھا تو یہ بارہ سورج بارہ چاند بارہ مشرق بارہ مغرب بارہ دریا بارہ عالموں کو طے کر جاوے گا (بخاری، احتجاج، بصائر الدرجات، اختصار) اس حدیث سے بھی بہت سے شمس و قمر اور مشرق و مغرب اور عالموں کا ثبوت ملتا ہے لیکن اس حدیث میں بارہ آفتابوں کا ذکر ہے اور یمنی منافات اُن حدیثوں میں نہیں ہے جنہیں چالیس کا ذکر ہے اسلئے کہ وہ چالیس آفتاب خاص آفتاب ہیں جسکی خصوصیت کو ہم بیان کر چکے پچھلے آرٹیکلوں میں اور یہاں بارہ کا عدد بیان ہو رہا ہے

انہیں انحصار صد شمس کا نہیں ہے بلکہ بیان ان بارہ آفتابوں کا ذکر ہے جبکہ ہمارا سورج
 ہمارے وہ حقیقی طور پر دکھاتا ہے اسے زائد آفتابوں تک ہمارا یہ سورج نہیں پہنچ سکتا
 لیکن ایک نئی بات البتہ یہ فرمائی ہے کہ سورج ہمارا بارہ آفتابوں تک ہمارا آلتی
 پہنچ سکتا ہے اس میں اس مضمون کی طرف اشارہ ہے جسکو ہم نے اسی باب میں ذکر کیا ہے
 یعنی قیامت میں سورج کی گرمی اور نور نکل جانے کے بعد پھر سورج سورج نہ رہے گا
 بلکہ زمین بیکریہ کسی اور نظام میں داخل ہوگا اور کسی بڑے آفتاب کا تابع و مطیع ہو جائیگا
 معصوم نے اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ سورج ہمارا بارہ نظاموں تک جذب
 کشش سے کھینچا جائیگا یا یہ کہ فوت وافتدائے مرکز کے بطلان سے بارہ ہواں آفتاب
 ہتھ بزرگ ہے کہ وہ اسکو کھینچ کر اپنے نظام میں داخل کر لیگا اور اپنی زمین بنالیگا
 تیرہویں نظام تک اس سورج کی پہنچ نہ ہوگی۔

معصوم کا یہ فرمانا کہ جب میں حکم کروں گا یہ صاف دلیل ہے کہ آج ایسا ہو گا
 جب حکم دیا جائیگا یعنی قیامت کے دن۔

باب آٹھواں چاند کا بیان

۶۶۔ متقدمین و متاخرین میں صفات و حالات میں اس کے بعد اختلاف ہے
 بعض کہتے ہیں فرسط ہے، بعض کہتے ہیں، بعض چھوٹا کہتے ہیں، بعض بڑا
 کہتے ہیں، بعض بسیط و طبعیت کہتے ہیں، بعض مرکب کہتے ہیں بعض فراتی کہتے
 ہیں، بعض ظلماتی کہتے ہیں، بعض کا خیال ہے کہ قرآنیک ہے، بعض تعداد امار کے
 قابل ہیں۔ باوجودیکہ تمام اجرام کی نسبت کہ زمین سے بہت قریب ہے لیکن
 پھر بھی اسکی پوری حالت دریافت نہیں ہوئی اور بعد اختلاف ہے۔ چہ جائیکہ وہ
 اجرام فلکی جو کہ درون سال کی راہ پر ہیں انپر کوئی قطعی رائے قائم کرنا کیونکر ممکن ہے
 پس صحیح فلسفی کی مخالفت حدیث و قرآن سے کیا ضرر پہنچا سکتی ہے اسکی الماسبت
 کی راہ سے اور فلسفہ کی تخمینہ اور قیاسی حالت سے۔

۶۷۔ چاند کے مقام میں اختلاف ہے اور اس کے فلک میں بھی متعدد میں کا خیال ہے۔ ماہتاب آسمان میں ٹھکا ہوا ہے اور اس کا آسمان تمام عناصر کے آسمانوں کو محیط ہے۔ اسپرہ و سمر آسمان ہے جس میں عطار و ٹھکا ہوا ہے۔

موجودہ فلاسفر متفق ہیں کہ ماہتاب ہمارے کرہ ہوا میں ہے جو کرہ زمین کے اپنے مدار پر حرکت کر رہا ہے کسی جسم میں ٹھکا ہوا نہیں ہے جیسے ہماری زمین کسی چرخ زمین ٹھکی ہے چاند اور زمین ایک مدار پر حرکت کر رہے ہیں چونکہ زمین کا مدار اور ٹھکا فلک وسط میں ہوا فلک میں سیاروں کے لہذا ماہتاب بھی ستاروں کے وسط میں ہے۔ اسلامی ہیئتہ فلسفہ جدید کی تائید کرتی ہے۔

(الف) قرآن مجید میں ہے: **الموترو کیف خلق اللہ سبع سموات طباقا و جعل النجوم فیہن نوراً و جعل الشمس سراجاً** (سورہ نوح) کیا تم نہیں دیکھتے کیونکہ خدا نے سات آسمان طبق طبق بنائی اور قرار دیا ان کے درمیان میں ماہتاب کو اور بنایا سورج کا چراغ۔

اس آیه میں صاف بتایا ہے کہ ماہتاب وسط میں ہے اور کل آسمان ماہتاب کا ظرف ہیں۔ نہیں فرمایا کہ ماہتاب کو آسمان میں جگہ دی پس عام اس سے کہ سموات سے افلاک مراد ہوں یا وہ کرہ جو فوق میں ہے ہر دو بنا پر چاند وسط میں ہے۔

اس بیان کی تائید سیاق آیت سے اس طرح سے بھی ہوتی ہے کہ خدا نے: **جعل الشمس فیہی سراجاً** نہیں فرمایا سورج و چاند کی حالت میں فرق رکھا ہے۔

(ب) حدیث میں ہے۔ ماہتاب، ستارے، رجوم سما، دنیا پر ہیں (بخاری و ترمذی) چونکہ سما دنیا کرہ بخاریہ ارضیہ ہے لہذا معلوم ہوا کہ چاند سما دنیا پر ہے اس طرح سے رجوم سما۔

۶۸۔ تعدد انبار میں بھی متعدد میں نے خیال کیا ہے کہ سواہ ہمارے ماہتاب کے اور نہیں ہے لیکن تحقیق جدید میں ثابت ہوا ہے کہ سطح سے آفتاب کے گرد سیارے گردش کرتے ہیں سطح سے سیاروں کے گرد ایک دوسری قسم کے سیارے ہیں جنکو

چاہتے ہیں گردش کرنے ہیں اسکا یہ کام ہے کہ آفتاب سے روشنی لیکر سیاروں
جو مثل زمین کیفیت ہیں بشکوہ و بخشین ہر ایک سیارہ کے ساتھ تعداد قمر جدا ہے زمین
کے گرد صرف ایک قمر بے مینخ کے ساتھ دو مشتری کے ساتھ پانچ زحل کیسے
آٹھ، یورنیس کیساتھ چار، نیپون کے ساتھ ایک قمر گردش کرتے ہیں ممکن ہے ان
سیاروں کے گرد اور بھی قمر گردش کرتے ہوں جنکا نظارہ اب تک نہیں ہوا ہے۔
دکھان اور مونتاہن نے زہرہ کا بھی ایک قمر کہا ہے۔

ڈاکٹر میخائیل مدعی ہیں کہ بہت سے فلاسفہ مدعی ہیں کہ زہرہ کا بھی ایک قمر مثل چار کے
قمر کے ہے جسکو بعض نے چارم تبہ دیکھا ہے جسکا قطر دو ہزار میل کا ہے اور وہی
اسکی کرہ زہرہ سے قریب اتنی ہی ہے جیسے ہمارے چاند کو کرہ زمین سے۔

ڈاکٹر فائڈلک کا خیال ہے کہ ایک کوٹ چار سی زمین کا جدید قمر بنا ہے جو زمین
کے گرد تین گھنٹہ میں پانچ ہزار میل کے فاصل سے وارہ معدل النہار کے
گردش کرتا ہے جسکی نسبت اخباروں میں شہرت دیکھی تھی کہ بجائے ایک قمر کے
دو قمر زمین چلا کر گئے۔

دو اسٹلٹن کے مشہور اکڑ ہال صاحب نے مشدء میں منج کے دو چاند تحقیق
کیے ہیں جو منج سے قریب رہے اس کا نام فوبوس ہے اور جو دور ہے اس کا نام
مونیوس ہے دونوں قمر گھٹا قطر دس میل سے فوبوس کا زمانہ دور سات گھنٹہ
۳۵ دقیقہ ہے اور مونیوس کا دورہ اپنے محور پر ۳۰ گھنٹہ ۱۸ دقیقہ میں تمام ہوتا ہے
فوبوس کو بعد مرکز سے سارے کے ۶۰۰۰ میل ہے اور سطح سیارہ سے صرف
۴۰۰۰ میل کا بعد ہے۔

اور مونیوس کو بعد سیارے سے ۵۰۰۰ میل ہے۔

مشتری کے چار چاند جب ذیل ہیں۔

بعد سیارہ سے	مقہ دوران	قطر میل
۲۶۷۰۰۰ (۱)	۵	۱۸
۲۹	۳	۲۴۰۰

۲۱۰۰	۱۸	۱۳	۳	۲۲۵۰۰۰ (۲)
۳۴۰۰	۰	۴	۷	۶۷۸۰۰۰ (۳)
۲۹۰۰	۵	۱۸	۷۶	۱۱۹۳۰۰ (۴)

یہ چاند کرہ مشتری سے سطح سے معلوم ہوتے ہیں جیسے ہماری زمین پر سے ہمارا چاند معلوم ہوتا ہے کبھی ہلال کی شکل میں کبھی بدر کی شکل میں۔ مدار ان چاندوں کے سطح فلک مشتری کی جانب تھوڑا جھکے ہوئے ہیں اسوجہ سے ہر دوری میں ان کو گرہن ہوتا ہے اور سوچ کو بھی ہر دوری میں گرہن میں ڈالتے ہیں سہاے چوتھے چاند کے اسکا مدار بچہ جھکا ہوا ہے فلک سیارہ کی طرف اسوجہ سے کبھی اوپر اور پر یہ چاند نکل جاتا ہے اور کبھی نیچے نیچے اسوجہ سے ہر دورہ میں آفتاب کو گرہن نہیں کرتا۔
 زحل کے آٹھ چاند ہیں لیکن شدت بعد کی وجہ سے کسوف و آفتاب و عبور اٹکا
 سطح سیارہ سے ٹھیک نہیں معلوم ہو سکتا لیکن مدار چاندوں کے بچہ مدار سیارہ
 کی طرف جھکے ہوئے ہیں اسوجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ چاندوں کو ان کے بہت کم
 گرہن ہوتا ہے جو چاند سیارہ کے حلقہ خارجہ کے قریب ہے اسکی دوری
 (۴۰۰۰ میل ہے۔)

اسم قمر	بعد سیارہ سے بحسب میل	مدۃ دوران ہر ایک کی
میاس	۱۲۱۰۰۰	۱ ۲۲ ۳۷
انکیلا دس	۱۵۵۰۰۰	۱ ۸ ۵۳
تیس	۱۹۲۰۰۰	۱ ۲۱ ۱۸
دیونی	۲۴۶۰۰۰	۲ ۱۷ ۴۱
رہیا	۳۴۳۰۰۰	۴ ۱۲ ۲۵
تیشان	۷۹۶۰۰۰	۱۵ ۲۲ ۴۱
ہیریون	۱۰۰۷۰۰۰	۱۱ ۷ ۷
پانیوس	۳۳۱۴۰۰۰	۷۹ ۷ ۵۷

پڑوس کے چار پانچ دین جو سید دوری کی وجہ سے کل نامعلوم میں نہ آ سکا مگر معلوم ہو سکتا
 عکس بنو البتہ بعد سيارہ سے اور مدت دوران گرد سيارہ کے معلوم ہوتی ہے جو سید فیل جو
 مدت دوران بعد سيارہ کے سید

۲۰۰۰۰	۲۹	۱۲	۲	ارمیل
۶۰۰۰۰	۲۷	۳	۴	امبرمیل
۲۸۰۰۰۰	۵۷	۱۶	۸	نیتانیا
۳۷۰۰۰۰	۷	۱۱	۱۳	اوبرون

پنچون کا ایک چاند ہے جسکو اپنے سيارہ سے دوری ۲۲۰۰۰۰ میل ہے اور
 مدت دورہ کی پانچ یوم ۲۱ گھنٹہ ۳ دقیقہ ہے اور ممکن ہے دیگر قمار بھی اس سيارہ کے
 چوں جو سید دوری کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے۔

یہ تحقیقات تعدد قمار کے جسطرح بھی ہیں سنہ ایک ہزار ہجری کے ہیں قبل اسکے
 تعدد فکر کی فلاسفیوں نانی کے مقابل میں جسے خبر دی تھی وہ اسلامی فلسفہ تھا۔

(الف) جناب امیر علیہ السلام کا قول۔ ہمارا قمر یا اُنکے قمر (روضہ دانی)
 یہ فقرہ صاف بتا رہا ہے کہ وہ قمر کے لیے ہمارے چاند کے علاوہ اور بھی چاند ہیں۔

(ب) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہارے چاند کے علاوہ چالیس
 اور چاند ہیں ہر دو چاند کے مابین چالیس عالم ہیں جن میں خلق کثیر ہے انکو اسکی بھی خبر نہیں
 کہ ہمارے آدم خلق ہوئے یا نہیں (انوار الثمانینہ) اس حدیث سے چالیس چاندوں کا
 وجود پایا جاتا ہے ممکن ہے آئندہ جدید تحقیق ہو اور فلسفہ بھی چاند کے عدد میں
 اتفاق پیدا کرے۔ لیکن بحث اس امر میں ہے کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے
 کہ ہر دو چاند کے مابین چالیس عالم ہیں۔ تعدد عوالم کے بیان میں ہم دیکھا ہیں کہ
 اقسام عالم کے کتنے ہیں مختصر یہ سمجھو کہ عالم حیوانی، عالم روحانی، عالم مثالی، وغیرہ
 وغیرہ بہت سے عام ہیں ممکن ہے ہر دو چاند کے مابین چالیس قسم کے عالموں کا
 وجود ہو جسکو ہم نہیں جانتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کل چالیس عالم چوں اس لیے

کہ حدیث کے عربی فقہاء میں سے ابیہل القاصد فی القاصد لا خوالیہ عالمی
ما بین قمر کے قمر آخر تک چالیس عالم ہیں ”القاصد“ میں القاصد عرذہنی کا
ہو جس سے مراد ہمارا قمر قمر جو او قمر سے آخر سے مراد آخری اور انتہائی قمر ہو
یعنی ان چالیس قمر صوں کے درمیان میں چالیس عالم ہیں۔ بعض نسخوں میں کتاب کے
سجائے ”عالمات“ کی لفظ ہے اگر ایسا ہے تو بد بتایا گیا ہے جس کے
معنی سال کے ہیں۔

۶۹۔ نظام محمدی میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اُن قمر زمین غلو کی کثیر ہے۔
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ تمہارے اس چاند کے علاوہ چالیس
چاند ہیں جن میں خلق کثیر ہے وہ نہیں جانتے کہ آدم علیہ السلام تمہارے پیدا ہوئے
یا نہیں (بخاری)

یہ حدیث مسکوئیت قمر کی بین دلیل ہے اور بتا رہی ہے کہ قمر فی روح صاحب
ادراک ذی فہم غلو کی سے آباد ہے جسکو ہمارے آدم علیہ السلام کی خبر نہیں ہی
جیسے حکم اور چاند کی تفصیلی خلقت کی خبر نہیں ہے۔
متاخرین میں جو کہ ہرشل، نوک، کاسن، اراغ، گسٹوک، اسپکریں، وغیرہ بھی قابل
ہیں کہ ہمارے چاند پر ذی روح کا وجود ہے۔ لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ قمر ویران
ہے نہ اُس پر ہوا ہے نہ پانی نہ بخار نہ روئیدگی۔

سیاہ داغ جرم قمر میں جسکی نسبت متقدمین کا خیال تھا کہ قمر صیقلی ہے مثل
آئینہ کے اور یہ سیاہ داغ زمین و اشیاء زمین کا عکس ہے، شرح تذکرہ معنی جو دنیا
فاضل نیشاپوری،

بعض کا خیال ہے کہ کچھ اجسام جرم قمر میں ایسے ٹھکے ہیں جو انارت کو قبول نہیں کرتے
(تذکرہ) اس حقیقت کی بخوبی تردید جو کہ یہ ثابت ہو گیا ہے چونکہ چاند کا فاصلہ زمین
محض دو لاکھ چالیس ہزار میل ہے اور بہ نسبت کل جرم فلکی کے قریب تر ہے
اسکے پھر زمین کا تاثیر بہت ہی وضع دین نظر آتا ہے۔ چاند میں سیاہ داغ جو

دیکھائی دیتے ہیں اسکو کہا ہے کہ ملق ووق میدان اور دامن کوہستان ہوا سکے
 سیاہ نظر آنے کا سبب یہ ہے کہ وہاں شمع آفتاب بباعث ارتفاع جبال
 پوری طرح نہیں پہنچ سکتی اور جو حصہ کہ بہت ہی روشن و تابان نظر آتے ہیں وہ
 اونچی اونچی پہاڑوں کی چوٹیاں ہیں انہر جب آفتاب کی کرن پڑ کر منعکس ہوتی ہے
 تو ہم انکو روشن و درخشان دیکھتے ہیں۔ زیادہ تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ صحرا کے
 ملق ووق جو چاند میں نظر آتے ہیں سوکھے ہوئے سمندر وں کے قعر ہیں جس سے
 کہا جاتا ہے کہ چاند میں بھی مثل بحر اطلالتک کے کسی زمانہ میں بہت بڑے بڑے
 سمندر موجود تھے اور سطح سے یہاں زمین پر عمدہ اور خوشنام غرار وادیان تھیں
 اس سطح سے چاند میں بھی دلغریب سبز و زار موج دتھے مگر اب وہ دریابا بے فخر
 سوکھے نظر آتے ہیں اور خوشنام غرار جو سطح طرح کے پھولوں سے مزین تھے وہاں پڑ
 ہن سوائے صحرا و بیابان و جبال عظیم الشان اور کچھ نظر نہیں آتا ہے ان پہاڑوں کے
 دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی زمانہ میں کوہ آتش نشان تھے اسلئے کہ ان میں بڑے
 بڑے دسے جو بالکل تاریک مثل آذر و جون کے منہ لھوئے نظر آتے ہیں مگر اب وہ پہاڑ
 جنہیں گرم بخارات اور کچلے ہوئے فلزات نکلتے تھے بیکار اور خراب بڑے ہیں اسلئے
 کہ چاند کی حرارت بالکل زایل ہو چکی ہے اور اسکا جگہ تک ٹھنڈا ہو گیا ہے۔
 یہ سب نظارات بتاتے ہیں کہ ایک زمانہ میں یہ کرہ بھی آباد تھا اگر چاہے غیر آباد ہو
 اس سے معلوم ہوا کہ آبادی و بربادی ہر کرہ کیواسطے ہے جو وقت امام علیہ السلام
 کرہ قمر کی آبادی کا ذکر فرمایا تھا ممکن ہے کہ اس وقت تک یہ کرہ قمر بھی آباد ہوا و اب
 ذیروح کا ہونا کلام معصوم کی تردید نہیں کر سکتا اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا
 کہ دیگر اقمار بھی مثل ہمارے قمر کے وہاں وغیر آباد ہوں جیسا کہ حدیث مذکورہ سے
 بھی نہیں پایا جاتا کہ ہمارا قمر مخلوق ذیروح سے آباد ہے بلکہ صاف فرمایا ہے کہ
 ”تھارے چاند کے علاوہ چالیس چاند ہیں جن میں خلق کثیر رہے“ پس خلق کثیر کی خبر ان
 چالیس چاندوں سے متعلق ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان چالیس کے علاوہ

اور بھی چاند من بن جو غیر آباد ہوں اس حدیث میں محض آباد چاند نکا ذکر ہے۔
 • • چاند کی نسبت تقدیر کا خیال خاکہ سرو ہے لیکن مستآخرین کے نزدیک
 ماہتاب بھی گرم ہے۔

حکیم فانی یک کا قول ہے ماہتاب کی حرارت زمین تک دو طرح سے پہنچتی ہو۔
 ایک سطح سے کہ سورج کی کرنوں کا ماہتاب سے انعکاس ہوتا ہے۔ دوسرے
 یہ کہ گرہ قمر آفتاب سے گرم ہو کر اپنی آبی دوسرے کرہ پر پہنچاتا ہے۔

حکیم فیلکس ورن کا قول ہے ضو کے ساتھ منہج حرارت بھی کرہ ارض تک
 پہنچتی ہے۔ نظام محمدی میں جی چاند کو گرم کہا ہو، ورنہ اس قدر قدیم کی تردید کی ہو۔
 (الف) امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سورج و چاند دو آتشی نشانیاں ہیں پھر
 فرمایا ہے کہ ان دونوں کی روشنی نور عوس سے ہے اور حرارت ان دونوں میں
 آتش جہنم کی ہے۔

(ب) امام محمد باقر علیہ السلام سے سائل نے دریافت کیا۔

سوال۔ چاند سے سورج کیون زیادہ گرم ہے۔

جواب۔ خدا نے ماہتاب کو آگ کے نور کی ضو سے خلق کیا ہے اور آب صاف
 سے ایک طبق اس کا ضو سے خلق ہوا ہے دوسرا طبق آب صاف سے ہے کہ
 سات طبق اس طرح سے ہیں بعد اسکے خدا نے پہنا دیا اس کو لباس پانی کا سورج سے
 چاند سورج کی نسبت ٹھنڈا ہے۔ اس حدیث میں بھی صاف بتایا ہے کہ چاند
 گرم ہے اگرچہ اس کی گرمی کم ہے نسبت سورج کے اور بتا دیا ہے کہ جرم قمری میں حرارت
 باطن میں موجود ہے۔

مستآخرین بھی چاند میں طبقات ناریہ کے قایل ہیں جیلح سے ہماری زمین کا جو گرم
 چنانچہ زمین اکثر اندرونی گیزروں کے دباؤ سے بھٹ جاتی ہے اور شعلہ نکلنے لگتا ہے۔
 ہوتے ہیں اور کوہ آتش فشان کے ذریعہ سے بڑے بڑے شعلہ نمودار ہوتے ہیں
 یہی حالت کہ قمر کی بھی تھی اُس میں بھی کوہ آتش فشان تھے۔ چنانچہ اکثر روایتیں

اپنی تحقیقات میں چاند کے کوہ آتش فشان کا نظلمہ بیان کیا ہے اور صبح اور شفق کو قمر کی دلیلی ہے اور بڑے بڑے شعلہ کوہ آتش فشان کے شفق قمر سے زائد روشن انکو نظر آئے ہیں اور کرہ بخار یہ دھوا اور جو فضا کا وجود کرہ قمر کے لیے ثابت کیا ہے۔

حدیث میں یہ بھی بتا دیا ہے کہ کرہ قمر بیضا نہیں ہے بلکہ ہوا پانی خور نار وغیرہ کے لینے مادہ عنصریہ سے مخلوق ہے جیسا کہ مرات العکس وغیرہ سے ماہتاب میں اٹھارہ یا اس سے بھی زائد دہائین ابتک دریافت ہوئی ہیں ان سب فلوات کی موجودگی ماہتاب میں ایسی تقنی ہو چکی ہے جیسے مادیات کا کوئی بدیہی مسئلہ اور قوی و درمیںون سے اسپرڈی نالہ جھار جھنکار نظر آتے ہیں جسے زمین پر

اے۔ ماہتاب کی روشنی کی نسبت متقدمین کا بھی خیال تھا کہ ہسکا نور ذاتی نہیں ہو بلکہ آفتاب کے نور سے مستفاد ہے۔ متاخرین کا خیال ہے کہ جملہ سارہ آثار مثل زمین کے کیفیت ہیں اور آفتاب کی طرح ان میں نور نہیں ہے یہ سب آفتاب کے کسب ضیا سے ہیں اور شکار آفتاب کی شاعین منکس ہو کر زمین کی جانب آتی ہیں تو ہم انکو دیکھتے ہیں ہر ایک ثابت تاہ جو نبات خود روشن ہے اپنے اپنے مقام میں حرارت و نور ہو چکا رہا ہے چنانچہ یہ سار انظام مسمی صرف آفتاب کی ذات سے روشن ہو ہر ایک سیارہ اور اس کا قمر آفتاب سے اخذ نور کرتا ہے اور ایک دوسرے کے سامنے چھتے نظر آتے ہیں چونکہ اجسام غیر شفاف ہیں نور کی شاعین نفوذ کر کے وارد پائین ہو سکتیں لہذا جسم قمر پر چھایک غیر شفاف جسم ہے شعلہ نور آفتاب کی بڑ کر چھہ وہاں سے منعکس ہوتی ہے اور زمین پر پھیل کر چاندنی بن جاتی ہے یہ روشنی آفتاب کی روشنی کے پانچ لاکھ چالیس ہزار حصوں میں سے صرف ایک حصہ ہے اس لیے آفتاب کا نور پورا منعکس نہیں ہوتا کچھ جسم قمر میں نفوذ ہو کر زائل ہو جاتا ہے اور باقی جو منعکس ہوتا ہے وہ ہر سمت میں منتشر ہو جاتا ہے لہذا نور چاند کا آفتاب کے نور سے پانچ لاکھ چالیس ہزار درجہ کم ہوتا ہے چاندنی میں حرارت نہ ہونا اس ثابت کی

دلیل نہیں ہے کہ چاند سورج سے اخذ نور نہیں کرتا یہ ضرور نہیں کہ آفتاب کی روشنی کسی جسم سے منعکس ہو تو زمین حرارت بھی ہو اور منسلکہ میں حرارت ہو نا چاہئے ہونا ایک جسم کے ایک خاص کیفیت سے تعلق رکھتا ہے مثلاً لوہا، تانبا، جامی، سونا، جو چیزیں سخت اور چمکی اور چمکی ہیں ان سے نور کے ساتھ کسی قدر حرارت بھی منعکس ہوتی ہے مگر مثل لکڑی، یا مٹی، کوئلہ، وغیرہ جنکے مساوات کھلے ہوئے ہیں وہ حرارت کو بالکل جذب کر لیتے ہیں اور شعلہ نور جو ان سب سے منعکس ہوتی ہے جسکے سبب سے آنکھوں میں دیکھ سکتے ہیں بالکل ٹھنڈی ہوتی ہے چنانچہ زمین پر جب آفتاب کی کرن پڑ کر منعکس ہوتی ہے تو اسکی حرارت مٹی پانی حیوانات و نباتات کے جسم میں جذب ہو کر رہ جاتی ہے جسکی وجہ سے کل چیزیں گرم ہو جاتی ہیں اور صرف اُنکا نور منعکس ہوتا ہے مگر نور بھی مثل حرارت کے کل چیزوں سے یکساں منعکس نہیں ہوتا ہے جن چیزوں میں کہ بہت چمک اور ٹرپ ہوتی ہے وہ صرف اس سبب سے ہے کہ ان چیزوں میں نور کو منعکس کرنے کی زیادہ قابلیت ہے بقدر کہ سطح چمکی اور ہموار ہوتی ہے اسقدر اس سے نور زیادہ منعکس ہوتا ہے چنانچہ لکڑی وغیرہ پر وائش کرنا اسی قاعدہ کے مطابق ہے پس معلوم ہوا کہ حرارت و نور کے منعکس ہونے کے قانون قریب قریب ایک ہی ہیں اور اکثر اوصاف و کوائف اجسام مادی ان دونوں قانون کے یکساں ہیں۔ تجربہ ثابت ہے کہ ماہتاب میں روشنی آفتاب کی روشنی سے پانچ لاکھ چالیس ہزار درجہ کمزور ہے لہذا ایک ادنیٰ تامل سے ظاہر ہے کہ جب نور آفتاب کا جسم ماہتاب میں جذب نہیں ہوتا بلکہ صرف منتشر ہوتا ہے اور اس منتشر ہونے کے باعث زمین پر اس درجہ کمزور ہو کر پہنچتا ہے تو حرارت آفتاب جسکو اکثر اجسام مادی بالکل جذب کر لیتے ہیں جیسا کہ بیان ہوا چاند سے منعکس ہو کر جو ایک جسم مادی ہے زمین کی سطح پر کب آگتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ چاند آفتاب کا نور زمین سے سطح سے کل سیارے سورج کے نور میں ہیں مگر چونکہ زمین و اہل زمین کے لیے آفتاب کا نور چاند کے توسط سے زیادہ پہنچتا ہے نسبت دیگر سیاروں کے اسوجہ سے یہ زیادہ روشن معلوم ہوتا ہے۔

اب اسلامی حقیقات اس بارہ خاص میں پڑھو اور صلوٰۃ بحیرہ محمد آل محمد پر
(الف) قرآن مجید میں ہے **تَجْعَلُ الْقَوْمَ خِيَارًا وَتُجْعَلُ لَكَ خَلَاۓِمٌ** (سورہ یونس)
خدا نے آفتاب کو دنیا بار اور چاند کو نور بنایا۔ خود فرق بتایا ہے چاند سورج کی
روشنی میں لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ماہتاب کا نور مستغاد ہے نہ آفتاب
سے یا ذاتی نور ہے بلکہ ایک طرح ذاتی ہونا معلوم ہوتا ہے جو ظاہر نظر میں تحقیق کے
خلاف ہی حالانکہ غور سے دیکھو تو بالکل تحقیق جدید کے موافق ہے۔

نظام ہر شے کی بنا سید یون پر ہے اسکی بنیاد جملہ سیارے اور آفتاب سورج کے
جدا شدہ شعلہ ہیں اس تحقیق کی رو سے تمام سیارے اور آفتاب نور و ضیاء جو ہیں۔
بلکہ ہر شے کا یہاں تک خیال ہے کہ یہ اجرام مظلمہ فی الجملہ نور رکھتے ہیں جسکا نور ذاتی ہو
اس قول کی تائید میں بہت سے فلاسفہ کا یہ قول ہے کہ جتنے اکثر محقق کے زمانہ
میں صبح کو چاند دیکھا ہے اور ہمیشہ سب گریں میں جتنے چاند کا قرص سرخ دیکھا ہو
یہ دونوں امر دلیل ہیں اس امر کی کہ چاند خفیف نور رکھتا ہے البتہ یہ تڑپ و چمک
اور زیادتی نور کی سورج کے نور سے مستغاد ہے لہذا چاند کو بھی بالذات نورانی
کہنا غلط نہیں ہے۔

(ب) امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیاع سابری سے پوچھا بتا سورج
اپنے نور سے چاند کو کس قدر نور دیتا ہے۔

بیاع سابری۔ اے مولامین نے آج تک کسی سے یہ نہیں سنا۔

امام علیہ السلام۔ اچھا بتا سورج سے زہرہ کو کتنا نور ملتا ہے۔

بیاع سابری۔ میں نے یہ بھی آج تک کسی سے نہیں سنا۔

امام علیہ السلام۔ بتا سورج کو لوح محفوظ سے کتنا نور ملتا ہے۔

بیاع سابری۔ میں نے یہ بھی نہیں سنا۔

امام علیہ السلام۔ یہ وہ باتیں ہیں جسکو اگر کوئی شخص جان لے تو وہ غیب پر گہرا
مطلع ہو گیا۔ پھر فرمایا من نجوم کوئی نہیں جانتا سوائے طبیعت قریش (یعنی ولادت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

کے اور یا اسکے جانتے والے اہلبیت میں ہند کے (بحار) صاف بتایا ہے کہ تمام سیارے اور آتما مثل جاری زمین کے کیفیت ہیں اور سب آفتاب کے نور میں ہیں اور مقدار سے اُس نور کے بجز اُن اولیا، اشد کے کوئی مطلع نہیں ہے۔ اور اُس محفوظ سے علم الہی اور علم غیب مراوے جسکو ہم انا و اللہ بشرط حیات مصل فلسفۃ الاسلام کی کتاب العدل میں بیان کر چکے ہیں اس بشاد کا مطلب یہ ہے کہ کس قدر نور سوج میں علم الہی سے پہنچا ہے کیونکہ خلافاً علیٰ غلہ عالم بالا شیا ہے اُسے جب قدر نور حسب مصلحت و مشیت سوج کو دیا ہے اُسکی مقدار معصوم ریافت قرار ہے ہیں جسکے بعد فرمایا کہ یہ سب علوم خبیہ میں جو کوئی فلاسفر حکیم اپنی ذہانت سے نہیں دریافت کر سکتا جس طرح سے بدون کلمات و صدیہ اور قومی دور بینوں کے گھر بیٹھے ان حضرات معصومین کو علم ہے۔

(ج) قرآن مجید میں ہے: "ما جعل الظلمین فیہ" (سورہ نوح) اور چاند کو آسمانوں میں نور قرار دیا۔ ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ خدا نے چاند کو آسمانوں میں خلق کیا ہے اس واسطے کہ آسمان سبب ہیں روشنی پہنچنے کا اہل زمین کے لیے اور خفا آسمانوں میں کوئی اثر چاند کی روشنی کا نہیں ہے (بحار) بیشک ہر آسمان میں چاند ہیں اور وہ سیاروں کی زمین میں روشنی پہنچانے کی غرض سے خلق ہوئے ہیں انکو آسمانوں کے روشن کرنے میں کوئی دخل نہیں ہے۔ اور آسمان سبب خفا اہل زمین کے لیے اسوج سے ہیں کہ روشنی ہر شان سے کی اس پنجرہ کی طرح سے پہنچتی ہے جسکو ہم سارا کہتے ہیں۔

(د) چاند دیکھنے کی دھامین امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: میں ایمان لایا چون اُسپر جسے تیری وجہ سے ظلمتوں کو دور کیا اور صبح کیا تیری وجہ سے پوشیدہ کیوں کو (صحیفہ کاملہ) بیشک اہل زمین کے لیے نور آفتاب توسط قمر زیادہ پہنچتا ہے نسبت دیگر سیاروں کے اس بنا پر کہ چاند مجھے نسبت اور ستاروں بہت قریب ہے اسوج سے کہ کنا صبح ہے کہ چاند کی وجہ سے ظلمتیں دور رہیں دیکھو

چاند سب ستاروں سے بڑا نظر آتا ہے کہ حقیقت میں یہ سب سے زیادہ چھوٹا ہے
 اس کا قطر جس سے آگے جسامت کا اندازہ ہو سکتا ہے صرف ۲۱۶ میل ہی
 یہ ہے۔ یہ چھوٹا ہے کہ اگرچہ کروڑ تین لاکھ چاند کیجا ہو کر جمع ہوں تو کہہ آفتاب کے
 برابر ہو گئے۔ قرص آفتاب و ماہتاب کا برابر نظر آنا زاویہ رویت سے قطع
 اور کتنا ہے اسوجہ سے دور کی چیز چھوٹی اور قریب کی چیز بڑی دیکھائی دیتی ہے
 پس معلوم ہوا چاند باعتبار جسامت کے کہہ آفتاب کے مقابل میں ایک
 ذرہ ہے ظاہر آفتاب کے برابر ہوتا ہے اُس کے نزدیک ہونے کی دلیل ہے
 اور پھر نزدیک کی سبب ہوتی ہے ظلمتوں کے برطرف ہونے کی اور غرض چاند کی جو
 بھی ہے کہ اپنے سیارہ کو روشن رکھے چنانچہ جو ستارے سورج سے بہت دور طلوع
 ہوں انکو بہت سے چاند دیکھے ہن فقط اسلئے تاکہ آفتاب کے کسے سیار
 کے سیاروں کو روشنی پہنچاویں نہ ہازی زمین کی واسطے صرف ایک ہی چاند نکالیا
 ہے جو کافی طور پر ہکرو روشنی دیتا ہے۔

۲۔ امام رضا علیہ السلام نے حسن بن ہل منجم سے سوال فرمایا تمھکو علم
 نجوم میں کتنا داخل ہے۔

حسن۔ کوئی شے ایسی نہیں جسکو میں نہ جانتا ہوں۔

امام علیہ السلام۔ بتا سورج کی روشنی چاند سے کئے درجہ زائد ہے۔ اور چاند
 کی روشنی سے مشتری کی روشنی کس قدر زائد ہے۔ اور مشتری کی روشنی زہرہ کے
 نور سے کس قدر زائد ہے۔

حسن۔ میں نہیں جانتا۔

امام علیہ السلام۔ پھر تو کچھ نہیں جانتا یہ تو معمولی مسئلہ نجوم کا ہے۔ (بحار)
 حکماء متقدمین نے کوئی اعجاز ان مذہبوں کے وجہات کا نہیں کیا تھا
 اس وجہ سے حسن منجم بھی نہ جانتا تھا پہلے جس شخص نے وجہات زمین و جہات کی ہی
 وہ امام علیہ السلام ہیں اب حقیقت جدید میں بھی تحقیق کا اندازہ کیا گیا ہے چنانچہ چاند کی

روشنی سورج کی روشنی ہے پانچ لاکھ چالیس ہزار حصوں میں ایک حصہ کہا گیا جو
 اور ہوا کے سورج سے زمین کی نسبت میں حصہ زیادہ نور سے مستفیض ہوتا ہے
 اور عطارد زمین سے آخر حصہ زیادہ اور زحل جاری زمین سے نو حصہ میں سے
 ایک حصہ پاتا ہے اور یورینس میں سو ساٹھ حصوں میں بہ نسبت زمین کے ایک
 حصہ پاتا ہے اور نیپچون اس روشنی کو جو زمین کو پہنچتی ہے اُس کے نو حصوں میں
 ایک حصہ روشنی آفتاب سے پاتا ہے جیسا کہ ظاہر یون فرسادی کا قول ہے۔
 اسی بنا پر کہا ہے کہ سورج ہر پارہ پر سے دکھائی دیتا ہے قطر کے مختلف مقدار
 میں نظر آتا ہے چنانچہ ہمارے کرہ پر بالشت بھر کا قطر معلوم ہوتا ہے اور نہرو پر سے
 ڈیڑھ بالشت کا قطر معلوم ہوتا ہے اور عطارد پر سے دو قدم کا قطر معلوم ہوتا ہے
 اور مریخ پر سے سورج نصف قدم کا اور مشتری پر سے مانند اناب کے معلوم ہوتا ہے
 اور کرہ زحل پر سے نارنج کے مانند اور یورینس پر سے مثل بیضہ مرغ کے اور نیپچون پر سے
 بسبب بعد کے سورج مثل اخروٹ کے معلوم ہو گا اس حدیث میں معلوم نے
 درجات زمین تفاوت بھی بتایا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ تمام سیارے آفتاب
 کے نور سے مستفیض ہو قہر میں ایسے کہ عطارد مشتری چاند کو ایک غیس سے خیال
 کر کے ایک مقام پر بیان فرمایا ہے۔ حالانکہ اس وقت حکمت یونانی ماہرین کو
 محض آفتاب کا نور چین سمجھتے تھے۔

اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ مشتری نفس الامر میں چاند سے زیادہ روشن ہے اگرچہ جس بصر
 اس کے خلاف ہے۔ اس طرح سے عطارد سے بھی نور مشتری زیادہ ہے پس تحقیق جیو
 فلسفہ الہی کے موافق ہوئی۔

۳۷۔ قرآن مجید میں ایک مخلص حالت چاند کی بتائی ہے۔ "جعلنا الليل
 العاتلین فی ظلمات اللیل" (سوہی ام لیل) یعنی شب و روز کو دو نشانیاں
 قرار دیا ہے پس عمومی ہنے نشانی رات کی۔ مراد یہاں چاند سورج میں جو شب و روز
 کی نشانیاں ہیں شب کی نشانی کو کرنے سے مراد محو قہر ہے یعنی کمی و زیادتی نور کی

پہلے ہلال ہوتا ہے لم کم نور زاید ہو کر رہ جوتا ہے پھر گھٹتا ہے یہاں تک کہ عناق
ہوتا ہے یہی عو قہ ہے۔

حدیث میں ہے: "جبریل بھیجے جاتے ہیں احد الثمین کی طرف اور وہ پہلو سے اپنی
مس کرتے ہیں اور لیجاتے ہیں انکی شاع و نور کو اور پھر لیجاتے ہیں یمن خواہے
خدا فرماتا ہے: "وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ الْغَاضَا رَاتِيْنِ فَفِيْهَا آيَةُ الْاَلْيَسْلِ" (تفسیر فرات، بحار)
صاف بتایا ہے کہ چاند سورج کا جدا شدہ شعلہ ہے رفتہ رفتہ
نور کم ہا جو م قمری ٹھنڈا ہو گیا اور نور جاتا رہا نور کا جاتے رہنا محو سے تعبیر کیا گیا کہ
خدا تعالیٰ باتنی ہے جو اسکو سورج کے نور سے ملتی ہے ذاتی نور کا مین رہنا اہوت
چاند بنتا ہے جو م قمری سیاد دل کو علا قہ محو بتایا ہے بیشک چاند کے ٹھنڈے
ہونے کی یہ علامت ہے جو خشکی اور صحرائے فشا نات ہیں احد الثمین تغلیباً کہا جا
جو کلام عرب میں مصطلح ہو۔

۴۔ فلسفہ الہی و نظام محمدی میں چاند کی عین حرکتیں بتائی ہیں۔
امام زین العابدین علیہ السلام چاند دیکھنے کی دعا میں فرماتے ہیں: "ای مخلوق طبع
پروردگار چلنے والے تیز رفتاری سے اور چلنے والے کن منازل میں جبکہ خدا نے
تیسرے پے میں کیا ہے۔ اور تصرف کر نیوالے فلک تدبیر میں (صحیفہ کاملہ)
اس ارشاد میں تین حرکتوں کا ذکر ہے۔ ایک چلنا تیز رفتاری سے۔ دوسرے
سیر مخصوص، منازل۔ تیسرے تصرف جو بننے تحویل سے بھی ایک قسم کی حرکت ہے
چاند کی حرکت سر بیوہ ہے کہ وہ ستائیس روز سات گھنٹہ چوبیس منٹ میں تین
کے گرد اپنی گردش ماہواری کو پورا کرتا ہے اسکو حرکت دوری کہتے ہیں۔ دوسرے
گردش محوری ہے جس سے اس میں رات دن ہوتا ہے مثل دیگر سیاروں کے
یعنی اثنائے گردش دوری میں چاند اپنے محور پر آہستہ آہستہ چکر مارتا ہو۔
بیان پر ایک امر قابل لحاظ ہے کہ چاند کا ہمیشہ ایک رخ سامنے نظر آتا ہو حالانکہ
گردش محوری کی وجہ سے اس کے ہر ایک حصہ کو یکے بعد دیگرے نظر آنا چاہیے تھا

حالاً کمریسا نہیں جو تا صرف اتنا ہوتا ہے کہ اٹنا سے گردش مہاری میں کبھی تو قطب شمالی اور کبھی قطب جنوبی کے حصہ کم و بیش نظر آتے ہیں باقی ہمیشہ قریب قریب چاند کا ایک ہی رخ سامنے رہتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ چاند کی گردش محوری و دوری ایک ہی ساتھ اور ایک ہی مدت میں تمام ہوتی ہے یعنی جتنے زمانہ میں چاند زمین کے گرد اپنے چکر کو پورا کرتا ہے اتنی ہی دنوں میں اپنی حرکت محوری کو بھی تمام کرتا ہے جسکی وجہ سے چاند کا ایک دن ہمارے اٹھائیس روز کا ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ چاند کی حرکت محوری جو ایک مہینہ میں تمام ہوتی ہے بہت ہی سست ہی لہذا اہل زمین کو چاند کا ایک ہی رخ نظر آتا ہے۔

میسے قسم کی حرکت چاند میں یہ ہے کہ وہ زمین کے ساتھ ساتھ آفتاب کے گرد بھی چکر لگاتا ہے غرض چاند جو زمین کے ساتھ مثل رویت لگا ہوا ہے اس کے ساتھ حرکت سالانہ میں شریک ہے بھی مدار ارض کی سطح کے اوپر اور کبھی اس سے نیچے گردش کرتا ہے لہذا ایک مہینہ میں زمین کے دائرہ حرکت کو دو مرتبہ قطع کرتا ہے ایک نقطہ تقاطع کو اس اور دوسرے کو ذنب کہتے ہیں چاند گرہن اور وہین گرہن کے واقع ہونے کے ہی مقامات میں اس لیے کہ چاند ان نقطوں سے ہو کر گذرتا ہے تو آفتاب و ماہتاب اور زمین سب ایک سطح میں آجاتے ہیں۔

۵۷۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے چاند دیکھنے کی دعائیں چاند کے اس ترالے طلوع و غروب کو بھی بیان فرمائی ہے "اور خوار کیا تجھ کو زیادتی اور نقصان سے اور طلوع و غروب سے صحیفہ کاملہ چونکہ چاند بالکل نارنگی کی طرح گول ہے لہذا ایک ہی وقت مثل من کے ہنگام نصف حصہ سے زائد روشن نہیں ہو سکتا یعنی جو رخ آفتاب کی طرف رہتا ہے وہ اخذ ضیا کرتا ہے اور دوسرا رخ بالکل تاریک رہتا ہے غرض کہ چاند کی حالت ہمیشہ یکساں رہتی ہے کہ کسی قسم کا تغیر نہیں ہوتا مگر ہماری نظروں میں کبھی تو وہ ہلال اور کبھی بدر دیکھائی دیتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اٹنا سے گردش ماہواری میں کبھی تو چاند کا رخ اور کبھی اسکی

بلندی ہوتا ہے تو کھوقت چند ساعت کے لیے زمین اور ماہتاب دونوں
 ایک ہی سطح میں آجاتے ہیں اگر ایسے وقت میں چاند ماہ کامل ہو تو چاند گرہن ہوتا ہو
 اور اگر حالت محاق میں ہو تو سولج گرہن ہوتا ہے مشاہدہ سے ثابت ہے کہ چاند
 گرہن سولے شب چار دہم کے اور کبھی نہیں ہوتا وجہ یہ ہے کہ شب چار دہم کو
 آفتاب اور ماہتاب کے درمیان میں حاصل ہو جاتی ہے اور یہ سب کے سب
 ایک سیدہ میں آجاتے ہیں لہذا زمین کے درمیان حاصل ہو جانے سے چاند زمین کا
 سایہ پڑتا ہے جسکی وجہ سے وہ حجاب میں پڑ جاتا ہے اس کیفیت کو چاند گرہن کہتے
 ہیں چرچہ و دعویٰ تاویخ اس کیفیت کے واقع ہونے کا موقع آتا ہے مگر چونکہ چاند اور
 زمین ایک سطح میں حرکت نہیں کرتے لہذا ماہ کامل کبھی تو سطح منطقۃ البروج سے
 جسمین زمین حرکت کرتی ہے ذرا سا اوپر یا کبھی اس سے خدا سیلچے رہ جاتا ہے
 اور اسوجہ سے زمین کے سایہ سے بچتا ہوا مثل جاتا ہے پس چاند گرہن کے واقع
 ہونے کے اسباب لازمی دو ہیں۔ ایک یہ کہ چاند ماہ کامل ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ
 اسوقت نقطہ راس یا ذنب سے ہو کر گذرے بشرط اول کا فشار یہ ہے کہ آفتاب
 ماہتاب کے درمیان زمین حاصل ہو اور شرط دوم کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب زمین
 یا ماہتاب ایک سنی خط مستقیم میں اور ایک ہی سطح میں آجاوین پس جسوقت چاند
 زمین کے سایہ کے اندر آجاتا ہے ہسکو گرہن کہتے ہیں۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ ہر مرتبہ
 پورا چاند زمین کے سایہ سے چھپ جاوے اس لیے کہ جب قدر چاند کا حصہ منطقۃ البروج
 سے اوپر یا نیچے رہتا ہے وہ زمین کے سایہ سے نہیں چھپ سکتا خصوصاً کامل
 صرف اسوقت میں ہوتا ہے جبکہ مرکز آفتاب و ماہتاب و ارض ایک ہی
 سطح اور ایک ہی خط مستقیم میں آجاوے جسوقت پورا چاند زمین کے
 سایہ کے اندر آجاتا ہے اسوقت سرخ یا لیل سیاہی نظر آتا ہے حالانکہ اسکی مطلب
 نظر نہ آنا چاہیے۔ وجہ یہ ہے کہ شعاع آفتاب جو زمین کے کرہ ہمارے ہو کر گذرتی
 ہے وہ مطلبی تاوان دیکر گن سکے کچھ ہو کر جسم زمین پڑتی ہو جسکی وجہ سے چاند پورا نہیں ہوتا

اب دیکھو نظام محمدی میں وجہ کسوف خسوف کی کیا لکھی گئی ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا اُس ملک کو حکم کرتا ہے کہ جو مکمل ہو فلک پر تاکہ ہوا کے فلک کو جسے سورج چاند اور دیگر نجوم و کواکب حرکت کرتے ہیں کافی دانی و ہمارے من لایحضر انوار غنائیہ، تفسیر تھی اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ فلک مثل اُس فلک کے نہیں ہے جو نقد میں کافلک ہے بلکہ مجسّم و کواکب لینے دار کواکب کے فلک ہیں کواکب کے۔ چاند کا بلندی سے مائل چہ پستی چونا جس سے زمین اور ماہتاب دونوں ایک ہی سطح میں آجاوین اس میلان کے تبدیل فلک کہا ہے مقام تقاطع لینے اس و ذنب بیشک وہ مقام ہیں جہاں سے چاند اپنی راہ چلتا ہے اور اُنہی مقام پر آنے سے چاند گرہن اور سورج گرہن ہوتا ہے یہ بھی اس حدیث میں بتایا ہے کہ چاند سورج ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ اور نجوم و کواکب بھی منکسف ہوتے ہیں عطارد سے زہرہ کو کسوف ہوتا ہے چاند سے سورج کو کسوف ہوتا ہے زہرہ اور عطارد کا جرم بھی آفتاب پر مثل ایک مثل کے نظر آتا ہے زحل مشتری سے منکسف ہوتا ہے مشتری مریخ سے اہلج سے مریخ سے دیگر ثوابت منکسف ہوتے ہیں اور یہ کسوف اسی بنا پر ہے کہ جب یہ تارے گردش کرتے ہیں ایک سطح میں آجاتے ہیں سطح منطقۃ البروج کے اوپر نقطہ تقاطع سے گزرنے لگتے ہیں اُس وقت ایک دوسرے سے منکسف ہو جاتا ہو اور نقطہ تقاطع سے گزرنا اور میلان اسکو استعارہ تبدیل فلک سے کیا ہو۔ احادیث و اخبار میں ہے کہ چاند و سورج کو قیامت میں گرہن ہوگا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند سورج و دونوں ساتھ گرہن میں ہونے قرآن مجید میں ہے **إِذَا انشأهم انکسارات** جب نجوم میلے پڑ جاویں گے یہ بھی قیامت کی حالت کا ذکر ہے یہ روز اس نظام کی برہمی کا دن ہے کل سیارات اس نظام کے گرد غور مجبذہ کریں گے جسکی وجہ سے جو سبب کسوف خسوف کا کچھ دن ہے وہ ہوگا نہیں معلوم کون تارہ کس تارہ کے درمیان میں آ پڑے اور کون ستارہ کس ستارہ

منکسف ہو وقت ہو سکتا ہے کہ چاند سورج ساتھی منکسف ہو جاویں بلکہ فرجید
میں سب سیاروں کے میلے پڑ جانے کی خبر ہے۔

۷۷۔ شریعت اسلام میں کسوف و خسوف کو کسی حادثہ کی خبر نہیں بتایا ہے
سموہ بن جندب ناقل ہیں کہ جناب امیرؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ رسول خدا
نے فرمایا ہے کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ کسوف شمس و خسوف قراہت اسے ٹوٹنا
سبب ہے بڑے لوگوں کی موت کا حالانکہ وہ لوگ مجھوٹے ہیں البتہ یہ چیزیں آیات
آسی سے ہیں عبرت دلانے کیواسطے لوگوں کو تاکہ وہ توبہ کریں گناہوں سے (بھار)
یعنی خدا کی قدرت و جبروت پر نظر کر کے انکی تمہاری سے خالیف ہوں اور
توبہ کریں پس نماز پڑھنا جائز نہیں میں کسی خوف کے سبب نہیں ہے بلکہ ہماری بھیجی
کتب کو دیکھو ہر وقت کی ایک دعا ہے تاکہ بندہ کسوف یا آتشی سے غافل نہ ہو
ہر حال کی ایک دعا ہے چاند دیکھنے کی دعا، شام کی دعا، سار و نیر نظر کرنیکی دعا
ہر گھنٹہ کی دعا، ہر روز کی دعا، ہر مہینہ کی دعا، ہر طرح سے چاند گرہن اور سورج گرہن
کی بھی دعا ہے اور وہ نماز ہے۔ اور نماز آیات اسکو سوچنے کا ہے کہ یہ نشان
ہیں خدا کی تمہاری دیکھ بھائی کی اور آثار قیامت میں سے چاند گرہن و سورج گرہن ہوتا
ہے لہذا ان دونوں کو دیکھ کر قیامت کا قیامت خیز گرہن یاد کرتے ہیں اور عبرت
حاصل کر کے خوف زدہ ہو کر قبل از قیامت خدا سے توبہ کرتے ہیں گناہوں کی
قیامت کا گرہن بیشک قیامت کا گرہن ہوگا اُس روز چاند و سورج کو اکب
بے نور ہو جاویں گے اسروز یہ وجہ گرہن کے نہ ہوگی جو آج کل ہے بلکہ درحقیقت اُس
روز یہ کرہ ٹھنڈے اور بے نور و نار کے ہونگے اسلئے اُس روز سبکو ساتھ گرہن
ہوگا اور وہ سبب ہوگا نظام شمسی کی برہمی کا جسکا ذکر مفصل جلد معاد میں ہوگا۔

۷۸۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نتائجِ نجاتی میں دو جب
استقاط محل ہے (بعد) نفس و قرد دیگر اکب کے آثار اور نمکویہ میں ظاہر ہیں
مخبر صادق کی خبر سے ثابت ہوتا ہے کہ ان امور میں بھی مدخلت ہو ورنہ نہ مفسد

اس اثر ہا کے عدم کی دلیل نہیں ہے جس طرح سے ادویہ و عقاقیر کے خواص آشکار ہا مل یا خلاف واقع ہونا بہت سے اسباب خارجہ بی وہ غلی سے ہوتا ہے و اسطرح سے بیان جی سمجھو۔ اسطرح سے اس حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام کو تصور کرو زمین فرمایا ہے کہ سفر کرنا یا نکاح کرنا قہر و عقوبت میں اچھا نہیں ہے (بخاری طائی)

باب نوان سیار و نکاح بیان

۷۹۔ سیارون کے عدد میں اختلاف ہے متعین میں کئی گروہ ہیں۔

(۱) بطلمیوس کا خیال ہے کہ سیارہ سات ہیں۔ آفتاب، مانتاب، زہرہ، عطارد، مریخ، مشتری، زحل،

(۲) ذیقراطیس حکیم اشمیدس کا قول ہے کہ سیارے غیر متناہی ہیں۔

(۳) فلسفہ جدید میں کوبرنیک کا خیال ہے کہ۔ چھ سیارہ ہیں اور چاند سورج خارج ہیں۔

(۴) بعض کا خیال ہے کہ مریخ و مشتری کے مابین ایک اور سیارہ ہے جس کا نام سیرس ہے اور یہ بڑا سیارہ ہے۔

(۵) ہرشل نے جب دوربین دریافت کیا تو اس کا خیال تھا کہ سات سیارہ ہیں۔

(۶) بعض منجمین نے مزید تحقیقات کے بعد مابین ظہر و ظہر مشتری چار سیارون ہا اور پتہ لگا دیا ہے۔ پلیس، جون، وستا، سیس، انکی تحقیق کی بنا پر کیا یہ سیارہ ہیں۔

(۷) اب وہ سو ستار اور سیارے معلوم ہوئے ہیں جن میں سب سے بڑا وہ ہے جسے قضاہ و سوسیل سے زاید نہیں ہے لیکن حقیقت یہ سیارے جو مابین عطارد و مشتری کے نظر آتے ہیں مستقل سیارے نہیں ہیں بلکہ یہ اجزاء ہیں ایک بڑے سیارہ کے زمانہ دراز گزرنے پر کیسے جو اسے کوئی بڑا سیارہ پھٹا ہے اور یہ کیسے ٹکڑے ہیں جو چکر مار رہے ہیں اس لیے کہ سکی رفتار ایک سے ہوا اور ایک سے

صفات میں لہذا اس تحقیق کے بعد پھر دہریہ اسے صحیح ہوگی۔
 (۸) حکیم لیور ریافرنسادی نے یورینس کے بعد نیچون کا نظارہ کیا اور برکات کا عطاوار
 کے پہلے انکی تحقیق میں نو سیارے قرار پائے چنانچہ اب بجائے سات کے
 نو سیارے ہیں۔ عطارد، وزہرہ، زمین، مریخ، مشتری، زحل، یورینس، نیچون، پلوٹان
 ہامی۔ اس میں انصاری سات یا نو یا چھ پر یہ سب غلط ہے بلکہ سیارہ ونکی
 لہذا دین کی مشی ہوئی رہتی ہے بھی کوئی سیارہ پھٹ کر ایسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
 بن جاتا ہے جس سے وہ اجزاء نظر نہیں آتے اور نہ خود اس بڑے سیارہ کا وجود
 رہتا ہے یہی چھوٹے چھوٹے اجزاء کبھی کسی سیارہ کے قریب جاتے ہیں اور اس سیارہ
 کے گرد چکر مارتے ہیں جیسے زحل کے گرد نلاوہ آٹھ چاندون کے ایک نورانی
 سلسلہ محسوس ہوتا ہے لیکن ہر کسی پریم کے چھٹنے سے اس کے چھوٹے ٹکڑے ایک
 سلسلہ الذہب کے مان زحل کے گرد آگئے ہوں۔ لہذا ہماری ذلتی سلسلے
 یہ ہے کہ سیارات واقعات کی تعداد نظام شمسی میں معین نہیں رہ سکتی ضرور گھٹتی
 بڑھتی رہے گی۔

سائنس میں ثابت ہوا ہے کہ سورجوں اور سیاروں کے باہمی تصادم سے وہ مادہ
 پیدا ہوتا ہے جس سے عالم بنتے ہیں اسے کاسمک ڈسٹ، خاک، چٹاوی یا پیوٹیل
 کے نام سے پکارا جاتا ہے ایک طرف سیارے بنتے ہیں دوسری طرف بلڈرے
 چلے جاتے ہیں اور یہی سلسلہ جاری ہے۔ اس خاک اور ذرہ ہلکی فلسفہ
 میں بھی ہے۔

یہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جب خدا نے حضرت نوح کی خلق سے
 چاہی جسم کی پہلی ساعت میں جبریل کو بھیجا۔ انھوں نے ۱۰ ہتھ دھڑکنے کی
 سٹی لی ساتویں آسمان سے سوار دنیا تک ہر آسمان سے سٹی لی۔ پھر دوسرے
 ہاتھ میں ساتویں اوپر والی زمین سے سب سے نیچے زمین تک ہر زمین سے سٹی لی
 (کافی) آسمان سے سٹی لینا کہ کاسمک ڈسٹ کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے

اور زمین سے مٹی لینا اشارہ اس طرف ہے کہ سبھی سیارہ جو وضع و تبدیل میں مشبک ہو چکے تھے اور زمین ارحسیت آچکی تھی و چودہ مٹیوں حضرت آدم کی خلقت میں شریک تھیں۔

بہر حال اس بنا پر تعداد سیارات و اقمار کی ہر وقت برابر نہیں رہ سکتی۔

۸۰۔ فلاسفہ قدیم جو کہ چاند سورج کو سیاروں میں شمار کرتے تھے انکی تریزہ سلام نے ہیوقت کی تھی جب فلسفہ جدید کا وجود بھی نہ تھا۔

۷۷۔ جناب امیر علیہ السلام نے سرسبیل منجم سے برسیل امتحان دریافت فرمایا تھا بتا زہرہ اس کے تابع اور جوامع سے کیا نسبت ہے (بحار فرج الہوم سیدین طابوا رحمہم) سرسبیل کچھ نہ بتا سکا اس لیے کہ وہ فلسفہ یونانی کا ماہر تھا اور امام کا سوال و فہیت سے تھا۔

دیکھو مراد تو تابع سے چاند ہیں اور جوامع سے مراد سورج ہیں۔ تمام اقمار اپنے سیارے کی حرکت میں جذب کشش میں اسطرح سے تابع ہیں جیسے سیارے اپنے اپنے آفتابوں کے تابع ہیں۔ شمس کو جوامع فرمایا اس بنا پر کہ ہر سورج اپنے نظام میں کل سیارات و اقمار کا جامع اور جاذب و حافظ ہے پس سیارہ واسطہ ہیں درمیان چاند کے جو تابع سے ہیں اور درمیان سورج کے جو جوامع سے ہیں اگر سرسبیل اس بات کا جاننے والا ہوتا تو کہدیتا کہ نسبت اقمار کو سیارات سے وہی ہے نسبت سیاروں کو اپنے آفتاب سے ہے اور سیارہ زہرہ واسطہ ہے درمیان چاند و سورج کے۔

زہرہ کی نسبت اسوجہ سے سوال کیا گیا ہے کہ تمام سیاروں میں روشن معلوم ہوتا ہی اور اسوقت تک فلسفہ بغیر نبی اس بات سے کہ زہرہ کو کبھی فخر ہونے جیسے ہمارا فخر ہے۔ اس حدیث میں صاف بتایا ہے کہ اقمار تابع ہیں سیارات نہیں ہیں اور سورج سیارہ نہیں ہے بلکہ جوامع ہیں اولیٰ اپنے سیاروں کے حافظ ہیں۔

۸۱۔ نظام محمدی میں جہان تک دیکھا جاتا ہے گیارہ سیاروں کا ذکر ہے سات

سیاروں کا صراحت کے ساتھ جیسا کہ مشہور ہے اور چار سیاروں کی طرف اشارہ تاخیر دی گئی ہے۔

(الف) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آسمان پر چار اور ستارے ہیں جنکو کوئی نہیں جانتا۔ بحر عرب کے اہلبیت (یعنی اہلبیت رسول) کے اور ان چار میں سے ایک ستارے کا اہلبیت ہند کے بھی جانتے ہیں اسوجہ سے انکا حساب کچھ درست ہے (انوار نعمانیہ)

اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چاروں ستارے بھی ہمارے نظام شمسی کے سیارے تھے ثوابت نہیں ہو سکتے اسلئے کہ وہ ہزاروں ہین چھ ہزار تک انکی تعداد بتائی جاتی ہے متقدمین بھی الگ ہزار بایس ثوابت کے قابل تھے پھر تخصیص چار کی کیا وجہ رکھتی ہے اور اس تارے کو بسکی معرفت اہل ہند کو بھی یہ بھی بے عمل ہے کیونکہ وہ بھی ثوابت کو سیکڑوں میں شمار کرتے تھے اسلئے تخصیص و انحصار چار میں انکے سیارہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور قطع نظر اسکے یہ بھی حدیث میں ہے کہ اہل ہند ان چار میں سے ایک ستارے کو جانتے ہیں اسوجہ سے انکا کچھ حساب درست ہے۔ یہ بھی سیارہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ حساب ثوابت سے نہیں ہوتا ہے بلکہ سیارہ کی رفتار سے حساب ہوتا ہے انکے مدار، مقامات، مقابلات، اجتماع، تریح، وغیرہ سے لہذا یہ نسب

میں دلیل ہے اس بات کی کہ وہ چار ستارے ہمارے نظام شمسی کے سیارے تھے جنگی تحقیق حال کے فلاسفوں نے ایک ہزار اجیری کے بعد سے کی ہے۔

حدیث میں ان چار سیاروں کا ذکر ہے جنکو کوئی نہ جانتا تھا پانچ سیارے جنکو سب جانتے ہیں۔ زہرہ، عطارد، مریخ، مشتری، زحل، ہن اب رہے وہ چار جنکا علم اہلبیت رسول کو ہے۔ ایک یورنیس ہے جسکو ہرشل نے دریافت کیا۔ دوسرے نیپچون ہے جسکو لیوریا صاحب نے ۱۷۸۱ء میں اعلان لیا تھا۔ تیسرے برکان ہے۔ چوتھے زمین ہے۔ اہل ہند کو جس سیارے کا

علم تھا غالباً وہ زمین سے جسکی نسبت پہلے بھی اختلاف تھا نظام بطلیموس نے زمین کے سکون کا اعتقاد پیدا کر رکھا تھا لیکن ہند کے منجم و ہندو جن اکثر سکون کو متحرک سمجھتے تھے اس بنا پر ہماری نظام مسمی کے نویاسے ہوئے۔

(ب) ایک حدیث میں گیارہ سیاروں کا ذکر ہے۔ خداوند کریم قصہ حضرت یثیٰ بن فراتاہے: **انی مرایت احد عشر کواکبا للشمس والقمر علیہما السلام** صحابہؓ: سورہ یوسف: تحقیق کر دیکھا ہے گیارہ تارون اور چاند سون کو۔ یہ جھگو سجدہ کر رہے ہیں۔ رسول خدا سے یہودی نے ان گیارہ کے نام پوچھے حضرت نے فرمایا انکے نام یہ ہیں۔ جریان، طامق، ذوال، قابس، عمودان، فلیق، مصبح، شروج، فرج، وثاب، ذوالفکین۔ یہ سنکر یہودی سلمان ہوا فیسریشا پوری، کشاف) اس حدیث کا ضمیمہ بعض کتب میں اس طرح سے لکھا ہو کہ: ہر ایک ان ستاروں میں کا گھر ہے جسے آسمان کو (تفسیر فی) اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ گیارہ بھی سیارے ہیں اس واسطے کہ حدیث میں بیان ہے کہ یہ آسمان کو گھیرے ہوئے ہیں کہ بخار یہ آسمان ہے اور سیارات اپنے مداروں پر اس بخار میں حرکت کر رہے ہیں جسکو گھیرنے سے تعبیر کیا ہے۔

۱۰۔ سری دینا نے یہاں ہونے کی یہ ہے کہ معصوم نے بظاہر صفات مشورہ مخصوصہ ان ستاروں کے ذکر فرمایا ہے اور انکے جو نام تھے انکا ذکر منسلک سے نہیں کیا ہے عام اس سے کہ اورون سے اسوج سے مخفی کرنا مقصود ہو کہ وہ نکتہ یاد کرتے اور آلات رصد یہ قوم کے پاس موجود نہ تھے جس سے انکو تصدیق کرائی جاتی اعجاز وغیرہ سے کام لیا جاوے۔ تو انکو تحریر سمجھتے ہیں لہذا صفات کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یا یہ کہ سائل ان ستاروں کو ان صفات مخصوصہ سے جانتا تھا اسکے علم کی بنا پر صفات کا ذکر ہوا۔ اب دیکھو تطبیق ان صفات کی ہمارے سیارات پر یہ جریان سے مراد ہماری زمین ہے جیسا کہ بعض احادیث میں اسکو جہاں بھی کہا ہے طامق سے مراد: حل ہے جیسا کہ عبد اللہ بن جریجی

نے حاشیہ شرح یحییٰ بن کھایہ "ذبال" عطار وہ اس واسطے کہ ذیل کے
منع خشک اور بے رونق کے ہیں (مجمع البحرین) عطار و بسبب قرب شمس
بے حد خشک اور بے رونق ہے۔

"قابس" وہ ہے جو شدید حرارت ہو اور بہت سی آگ سے گرمی حاصل کرے
(مجمع البحرین) قابس اس ارکان ستارہ بیشک اس صفت سے تصفیت ہو یہ سورج
سے بھی قریب نہ اور شعلہ آتشین اس سے ہر وقت بلند رہتے ہیں۔
"عمودان" بظاہر مستری ہے۔ ایسے کہ عود لقمہ میں بنے سید و سردار کے ہیں
(مجمع البحرین) اور مستری اس نظام شمسی میں سب سیاروں سے بڑا ہے جو زمین
سے ایک ہزار تین سو گنا ہے قطر اس کا ۸۶ ہزار میل ہے اسکی بزرگی کو سرداری سے
تعبیر کیا ہے۔ "دوسری سرداری" ہیں یہ ہے کہ وہ بڑا سیارہ بعد مریخ کے تھا اور
پھٹ گیا اس کے چھوٹے چھوٹے کرے گرد مشتری کے چکر بار رہے ہیں انھیں
اور اس لشکر کا سردار مشتری ہے جیسا کہ عرب میں مقدمۃ الجیش کو عید کہتے ہیں
(مجمع البحرین) مشتری میں دو سرداران ہیں ایسے کہ عودان کہا ہے۔
"فلیق" غالباً وہ سیارہ ہے جو مریخ کے بعد تھا اور پھٹ کر اب چھوٹے چھوٹے
کرے گرد مشتری کے گھوم رہے ہیں خلق کے منہ پھٹنے کے ہیں (قاموس)
مجمع البحرین

"صبح" سے مراد زہرہ ہے ایسے کہ اس نام کے کو کو کب الصبح کہتے ہیں۔
"صرف" سے غالباً یونیس مراد ہے اور اس نام میں فی الجملہ تعریف ہے صاد
ہمלת ہے نقطہ کی زیادتی یا سہو کا تب ہے یا اشتباہ غلط ہے۔ اور صرف
لقمہ میں وہ ہے جو دوسروں سے قطع تعلق کرے (مجمع البحرین) بیشک یونیس
اس نظام شمسی میں سب سیارہ کے دائرہ گردش سے باہر ہے سب سے بڑے تعلق
ہے اور سورج سے بھی اسکو اس حد کی دوری ہے جسکا اندازہ ایک ارب کھتر
کرور میل ہے جسکے باعث سے آفتاب کا نور اور گرمی اس تک بہت کم

پہنچتا ہے پس آفتاب سے بھی گویا بے تعلقی ہے۔

فرج ممکن ہے بچوں ہوا سیلے کہ لقمہ میں فرجہ جاے بلند و فزاع کو کہتے ہیں
بہاؤ الدین انچون ب سے بلند ہے جسکو فصل آفتاب سے اس حد پر ہے
جسکو خیال کرنے سے عقل بشری گھبراتی ہے اکی دوری دو ارب ستر کروڑ میل جو
یہ سارہ سب سے بلند ہے لہذا فرج میں یہ کائنات اب غالباً یروں سے جسکو
حکیم... ویت نے ارض و مریخ کے درمیان میں دریافت کیا ہے اور صحر کے
یہ چو الغصا... ۴۳۳ میں تحقیقات میں فرج کیا ہے۔

وٹاب وٹاب باگسٹری منی مقاعد دقاوس اسنی بنیٹنے کی ہنگامیں اس بنا پر یروں
بہو مثال دیگر سیاروں کے ذیرون ۵ وجود ہوگا۔

وہ کائنات غالباً میں ہے جسکے دو قرین اور ہی... نسبت سے مریخ کو ذوالکھفین
مما ہے۔

چیترا امام جعفر صادق علیہ السلام سے معنی اقول البین کے دریافت کیے گئے
فرمایا وہ زمین ہے سامنے نش کے طہمین دریا جاری ہیں زبجار معانی الاخبار
بے نش کو ثابت کیا ہے کہ وہ منتہا سے نظام شمسی ہے۔ پس گویا یہ ارض
نور ہے و نظام شمسی کے منتہا پر ہے اور اقول البین اس طرف اشارہ ہے کہ
یہ تمام سیاروں کے مدار کے اوپر ہے۔

روایت کی ہے ان جناب سے جبریل نے عرض کی مغرب کی پشت پر ایک
زمین ہے جو روشن ہے اُسمین مخلوق خدا ہے پھر حضرت نے فرمایا کہ رفتہ
سولج کی اُنکے شہرون میں چالیس روز زمین ہوتی ہے (بجاء مصباح کفعمی) اسکے
قریب ایک اور روایت ہے کہ کوہ قاف کی پشت پر خدا نے ایک زمین خلق
فرمائی ہے جو چاندی کے مانند چمکتی ہے طول زمین چالیس روز کی رشتہ
آفتاب کی ہے (بجاء) یہ حدیث باطل سارہ برکان پر مبنی ہوتی ہے اسلئے کہ

سویرج کو قریب ہونے کی وجہ سے وہ زمین بید روشن و چمکدار ہے۔ دیکھو عطار و سحر
 ذہور آفتاب کا پہونچتا ہے وہ ہماری زمین سے آٹھ حصہ زیادہ ہے برکان علاقہ
 سے زیادہ قریب ہے بیشک اسکی چمک چاندی کے مانند ہوگی اور تمام ستاروں
 زیادہ چمکدار ہوگا۔

دوسرے یہ کہ برکان کی پال اپنے محور پر اٹھارہ ساعہ میں تمام ہوتی ہے اور
 حرارت سالانہ اسکی گرد آفتاب کے میں دن میں تمام ہوتی ہے اس حساب سے
 دن رات نو گھنٹہ کا ہوگا اس حساب سے برکان کا طویل بقدر آفتاب کے
 چالیس دن کی رفتار کے ہوگا رفتار سنوی سے برکان کے اور زمین برکان کی مثل
 چاہی کے چمکدار ہوگی۔

پشت سے کہ قامت کے اسطرف اشارہ ہے کہ ظل مخروطی زمین کے بعد پہ
 سیارہ واقع ہے اور پشت مغرب سے اشارہ اسطرف ہے کہ ہماری زمین آفتاب
 کے بہت شرفی میں ہو تو سایہ کا جہہ مغرب میں ہوگا اور اس سایہ کی پشت پر
 برکان ہوگا ممکن ہے بسوقت محسوم نے برکان کی وجود کی خبر دی ہو اسوقت
 زمین ہمارے آفتاب کی جہہ شرقی میں ہو۔

(۱۰) امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک ذاتی بیہم سے بطور امتحان فرمایا
 ایا سکنہ کا نور زہرہ کے نور سے کمتر کم ہے۔

بیہم نے فرمایا میں نے آج تک اس ستارہ کا نام ہی نہ سنا تھا۔

امام علیہ السلام۔ سبحان اللہ العظیم تنے ایک ستارہ کو گھٹا دیا پھر کیا حساب
 کر سکتے ہو (سجاد کافی، دانی، یہ حدیث ایک اور سیارہ کا بہت بتا رہی ہے جو غالباً
 یونیس ہے۔ ثابت ستارے کا حدیث میں ذکر نہیں ہے اسلئے کہ حدیث میں
 تمام سیارات کا ذکر ہے سکنہ کو بھی اسی ذیل میں دریافت کیا ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر اسکو ثابت قرار دیں تو ثابت بالغات نورانی ہیں اور سیارات
 ظلماتی لہذا نورانی کو ظلماتی سے قبیل کر کے نور کا دریافت کرنا بے معنی ہے اس

بنائے ایک ہی صنف سے ہونا چاہیے۔

تیسرے یہ کہ حساب ہمیشہ سیاروں کی سعادت و خوش شرف ہو و مقابلہ و اجتماع و ترجیح و مقارنات وغیرہ سے ہوتا ہے نہ ثوابت سے امام کا فرمانا کہ پھر تو کیا حساب کر سکتا ہے یہ بھی سکیں گے سیارہ ہونیکلی دلیل ہے۔

چوتھے۔ یہ فرمانا کہ تھے ایک ستارہ چھوڑ دیا جو حساب میں داخل ہے یہ بھی سیارہ ہو۔ ثوابت کرتا ہے اس واسطے کہ ثوابت غیر محصورہ میں اور غیر محصورہ کسی نے اس وقت تک متعین و متاخرین نے ان سب کا شمار نہیں کیا پس وہ لاکھوں ایسے ہیں جنکو لوگ نہیں جانتے اگر سکیں گے انھیں ثوابت میں ہوتا تو امام کا استہجاب بے محل تھا معلوم ہوا کہ یہ سیارہ ہے جنکے شمار کرنے اور دریافت کرنیکی ہر ایک کو کوشش رہتی ہے ان قرآن سے اس ستارہ کا سیارہ ہونا ثابت ہوا۔

اوپر بیان نہیں کرتے یونیس ہو چند قرینوں سے۔

ایک یہ کہ نام نہ سکیں گے اور رفتار یونیس کی بھی بہت سست ہو گیا کمال سکون و اطمینان سے دورہ تمام کرتا ہے اور سکیں گے سکون سے ہے۔

دوسرے سرزیرہ اور سکیں گے سے اور کا اندازہ دریافت فرمایا ہے زہرہ بہت چمکدار ستارہ ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی صبح کو بھی معلوم ہوتا ہے اور یونیس شدت بعد سے اکثر چمکے بھی نظر نہیں آتا اور اگر معلوم بھی ہوتا ہے تو مجید چھوٹا اور تاریک مثل شہانارہ کے اور بچوں کو دیکھائی نہیں دیتا اندازہ ہر سے یونیس کی نسبت دریافت کی ہے جو سب سے چھوٹا اور جو سب سے بڑا اور چمکدار نظر آتا ہے۔ ہمارے اس کل بیان سے معلوم ہوا کہ اخبار میں بعض ایسے سیارہ نکالے ہیں جو وقت تک محصور نہ ہوئے تھے۔ ان تین سیاروں کو بجائے اس کے کہ ہر مثل صاحب الیوریا کے نام سے مشہور کیا جاوے انصاف یہ ہے کہ انکو اسلامی سیارہ یا محمدی و علوی سیارہ کہنا چاہیے کیونکہ اکثر احوال پیشتر ان تین سیاروں کی سلام میں خبر موجود ہو

اگرچہ مسلمانوں کی بے توجہی سے ان سیاروں کی شہرت مٹ چکی۔

۸۲۔ حکماء متقدمین کا خیال تھا کہ ہمارے زمین کے اوپر کوئی زمین نہیں ہے اور تمام عناصر مخصوص ہمارے عالم ارض سے ہیں پہاڑ، درخت، ہنسنے والے حیوان سب ہماری زمین سے مخصوص ہیں پانی، ہوا، بخار، آگ سب اسی زمین پر ہے۔ حکماء موجودہ نے اتفاق کر لیا ہے کہ آفتاب کے کل سیارے مثل ہماری زمین کے ہیں جنہیں ہوا، بخار، آگ، پانی، شب و روز، پہاڑ، درخت، ذریعہ سب کچھ موجود ہے۔ پس جب ستارہ مثل ہماری زمین کے ہیں تو انکو حقیقتاً ہم زمین کہہ سکتے ہیں۔

موجودہ حکماء نے بھی اب تک حیوانات ذریعہ کے وجود کو ہکوپڈ سے طر پر نہیں بتایا ہے بلکہ قرآن و آثار سے ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں ہکوپڈ یقین حاصل ہے کہ ان سیاروں پر بہاڑ صحرا بیت ہے اور یہ بھی ہکوپڈی و لیلون سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سیارہ پر گرہ بخاریہ کا وجود ہے ایسے کہ انعکاس نور کا اور شفق وغیرہ سب ہکوپڈ بتاتے ہیں کہ ان سیاروں پر بھی ہوا ہے ابر ہے اودھب ابر و باد وغیرہ تو باریش و طوفان و برف و اولاب کچھ ہو گا اور انے فصلیں پیدا ہونگی جسکی وجہ سے زندگی ہوگی اور جب نباتات و بخار وغیرہ کا وجود ہے تو حیوانات تکونیہ بھی ہونگے اور ایسے حشرات سے حیوانات نسلتہ کا بھی وجود ہو گا۔ تریہ و بحر یہ ہر قسم کے حیوانات ہوتے جیسے ہماری زمین پر ہیں ان قبایس و حدیسات سے وجود ذریعہ کا بتایا گیا ہے۔ لیکن نظام محمدی میں قطع یقین کے ساتھ وجود ذریعہ کا سیاروں پر بتایا ہے قیاس و تخمین نہیں ہے جسکو ہم مفصل بحث قند و عالم میں بیان کریں گے۔

۸۳۔ عطارد آفتاب سے قریب تر ہے اسکا مدار سب سیاروں کے دائرہ گردش سے چھوٹا ہے آفتاب سے تین کروڑ ستر لاکھ میل کا اور سطح فصل ہمارے اس سے ضخیم ہے کہ قطر فلک عطارد کا بہ نسبت قطر فلک زمین کے

۸۴۔ فلک زہرہ مابین فلک ارض و فلک عطارد کے ہے سورج سے دوری اسکی ۶۶۰۰۰۰۰ میل ہے اگر یہ سورج کے بائیں جانب ہوگا تو شام کو دیکھائی دیگا بعد غروب اور اگر دہائی جانب سورج کے ہوگا تو قبل طلوع فجر دیکھائی دیگا۔ فلک زہرہ بہ نسبت فلک عطارد کے وسیع ہے اسوجہ سے زہرہ شرقاً وغرباً بہ نسبت عطارد دور رہتا ہے اسکی رفتار گردش کے ۲۲۴ یوم میں تمام ہوتی ہو اور گردش پر ۲۳ گھنٹہ ۲۱ دقیقہ میں۔

چونکہ میل سطح دائرۃ البروج کا سطح کیطرف خط استوا کے ۲۳ درجہ سے اور بھی علتہ فصلوں کی ہے اور آفتاب کو میاں خط استوا کی طرف ۲۳ درجہ سے ناپید نہیں ہے جنوباً و شمالاً لیکن زہرہ کا فلک سطح خط استوا کیطرف ۵۰ درجہ جھکا ہوا ہے یعنی جھکاؤ آفتاب کا زہرہ میں خط استوا سے ۵۰ درجہ شمالاً و جنوباً ہے لہذا اختلاف فصول زہرہ میں پیدا ہوگا۔

زہرہ زمین کے برابر نہایت خوبصورت و روشن ہے اسکی حالت زمین کی کیفیت سے بہت ملتی ہے زہرہ کا مدار زمین کے دائرہ گردش کے اندر واقع ہے اسوجہ سے یہ اثنائے گردش میں نسبت کل سیاروں کے زمین کے قریب چلا آتا ہے جس سے بخوبی نظارہ ہو سکتا ہے۔ بعض پہاڑ زمین سے بلند ہیں جنکا ارتفاع از روے حساب قریب پچیس میل کے ہے یہ سیارہ مثل قمر گھومتا اور بڑھتا نظر آتا ہے کبھی ہلال اور کبھی ملہ کامل کی شکل میں نظر آتا ہے بیاعث کرویت کے صرف نصف حصہ کسی سیارے کا جو آفتاب کے مقابل ہے وہی روشن ہوتا ہے اور دوسرا حصہ جو آفتاب کے مقابل نہیں ہے وہ بیاعث کثافت تاریک رہتا ہے۔ اور چونکہ ہر سیارہ میں گردش محوری ہے اسوجہ سے ہر ایک حصہ میں یکے بعد دیگرے روشنی و تاریکی پہنچتی ہے جسکرات دن کہتے ہیں یہ کل سیاروں کی حالت ہے مگر زہرہ و عطارد جو زمین کے مدار کے اندر گردش کرتے ہیں انکی عجیب حیرت خیز حالت ہے جسقدر انکا روشن حصہ سامنے آکا جاتا ہے وہ

مثل ہانڈ کے تھمتے نظر آتے ہیں جسے کہ ماہ کی طرح سے ہوا قوس روشن نظر آتا ہے اور اسی طرح سے جب بیاباغت گردش سالانہ کے روشن حصہ رفتہ رفتہ اوٹ میں آجاتا ہے تو یہ سیاہے چاند کی طرح گھٹتے نظر آتے ہیں۔ عطارد کا دیکھنا بہت مشکل ہے یہ ہر وقت آفتاب کے سامنے رہتا ہے مگر زہرہ کا دیکھنا بہت آسان ہے یہ سیاہ جسکی روشنی بالکل سفید نظر آتی ہے پہلے توافق مغربی میں نمایاں ہوتا ہے اور روز بروز مشرق کی طرف حرکت کرتا ہوا نظر آتا ہے مگر تھوڑے ہی زمانہ میں پیچھے ہٹنے کی طرف ہٹنا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ اور صبح کے وقت افق مشرقی میں دکھائی دیتا ہے۔ جب زہرہ زمین آفتاب ایک ہی سطح میں خطا مستقیم آجاتے ہیں تو جتنا بڑا زہرہ اہل زمین کو نظر آتا ہے اتنا حصہ آفتاب کا چھپ جاتا ہے یعنی آفتاب میں ایک نقطہ کے برابر سیاہ دغ نظر آتا ہے جو تھوڑی درمیان دائرہ آفتاب کو طو کرتا ہے۔

ڈاکٹر فائزیک کا خیال ہے کہ چہرہ پر زہرہ کے جو کلفت ہے ممکن ہے کہ یہ زہرہ ہون کرہ

ہو اس لیے یہ بخار یہ کے۔

ڈاکٹر فلامیون کا خیال ہے کہ زہرہ کے ہاڈون کے اکثر تجربہ مدنی معلوم ہوتے ہیں اور اس سے گھیرے رہتے ہیں جسکی وجہ سے ہماری گرمی کے زمانہ میں کرہ زہرہ پرکھ جاتی ہوگی کیونکہ اسی فصل میں بادلوں کی کثرت ہوتی ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ کرہ زہرہ کرہ ہوا سے گھرا ہوا ہے وہاں کی ہوا ایسی ہی کثیف معلوم ہوتی ہے جیسے ہماری زمین کی اور اُس کرہ ہوا میں انگسار نور ہمارے کو پہنچنے کی نسبت کم ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک زیادہ ہوتا ہے اور قطب جنوبی و شمالی زہرہ کے برف سے ڈھکے معلوم ہوتے ہیں۔ (دائرۃ المعارف)

حکیم ہرشل کا خیال ہے کہ اٹھارہ ہوا سے کازہرہ کے پچاس میل کا ہے۔

۸۵۔ زمین کی منسل حالت جیالوجی میں انشاد اللہ بشرط حیات بیان ہوگی جملایہ ہے کہ کرہ آفتاب سے نوکرہ زمیں کے فصل پر مثل اول سیاروں کے

آفتاب کے گرد گردش کرتا ہے اسکی سالانہ گردش ۳۶۵ دنوں میں تمام ہوتی ہو
جسوقت حرکت ارض آفتاب سے جانب شمال واقع ہوتی ہے اسوقت آفتاب
ظاہر جنوب کی طرف حرکت کرنا ہوا معلوم ہوتا ہے اور جنوبی برجوں میں نکلتی دیتا
ہے اسبطح سے جب حرکت ارض آفتاب سے جانب جنوب ہوتی ہے تو
آفتاب کی حرکت محاذی شمال کی طرف معلوم ہوتی ہے اور شمال برجوں میں آفتاب
ظہر آتا ہے۔

۸۶۔ مریخ سیارہ زمین کے دائرہ حرکت سے باہر گردش کرتا ہے آفتاب سے
دو کروڑ اکیس لاکھ ہزار میل کا فاصلہ رکھتا ہے اسکا دورہ سالانہ دو سال میں تمام
ہوتا ہے ۱۰ گردش محوری ۲۴ ساعہ ۳۷ دقیقہ ۲۳ ثانیہ ہے یعنی دن مریخ کا
آدھ گھنٹہ زیادہ ہے چارے دن سے اور قطر زمین سے نصف ہے قطر مریخ کا
جسوقت مریخ اور ارض دونوں آفتاب کے ایک ہی جانب واقع ہوتے ہیں اور
دونوں سیاہ دن میں مواجہہ ہوتا ہے تو زمین سے مریخ کا بعد صرف ۱۲-۹-۳ کروڑ
میل رہ جاتا ہے اسوقت مریخ کا بخوبی نظارہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ۱۶۶۲ء میں
جب مریخ نے گرد ارض سے مقابلہ کیا تھا اسوقت اسکا فوٹو بھی لیا گیا تھا علاوہ
دیبا بیا بان پاتر پارہا سے سحاب وغیرہ کے سطح مریخ کے بہت سے حصہ برف سے
ڈکے ہوئے تھے اور جا بجا نرین بھی نظر آتی تھیں جس سے محققانہ کا بہتہ لگتا ہے
مار مریخ کا ایلیچی ہے اسوجہ سے کبھی مریخ زمین سے قریب ہو جاتا ہے اور کبھی دور ہو جاتا
ہے مار مریخ کا سطح خط استوا کی طرف ۲۹ درجہ جھکا ہوا ہے اسوجہ سے قطبین مریخ
کی مثل زمین کی فصلوں کے ہیں۔ حکیم فائز یک کا خیال ہے کہ دونوں قطبوں کے
گرد مریخ پر سفید سطح نظر آتی دیتی ہے جو جازون میں بڑھ جاتی ہے اور اسپون میں کم
ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں قطب برف سے گھرے ہوئے
ہیں اور اسکیلر سکوپک علی بخارات مائید محیط کا وجود ثابت ہوتا ہے اور زرد
وسبز دھاریاں مریخ کی برمی و بحری نشانات بتاتے ہیں چنانچہ مقامات بری

بحری سے زاید معلوم ہوتے ہیں۔ سطح مریخ پر کئی متوازی خطوط ہیں جو نہرین معلوم ہوتی ہیں مگر انکا فاصلہ ۵۰ - اور ۴۰۰ میل زمین کے درمیان پایا جاتا ہے بعض نہرین ایک دوسرے کو قطع کرتی ہیں جیسے جال کی رسیاں ایک دوسرے پر ۴۴ سو میل لمبی ہے یعنی لاہور شہر سے قاہرہ تک لمبی ہے کہیں زمین نہروں کے اتصال پر خلیستان سے دیکھائی دیتے ہیں

مشہور ڈاکٹر ہال صاحب نے دو مسئلے کے مریخ کے دو جانبہ تحقیق کیے ہیں۔
جسوقت آفتاب طلوع کرتا ہے اور غروب کرتا ہے اسوقت تک شمع سطح زمین کے خطاماس کے متوازی پڑتی ہے ظاہر ہے کہ اس حالت میں شمع آفتاب کو زمین تک پہنچنے میں کرہ ہوا کی بہت سی بخون میں نفوذ کرنا پڑتا ہے جسکی وجہ سے اسکا نور ماند پڑتا ہے اور سرخی شفق میں نمایان ہوتی ہے۔ مریخ کے سطح نظر آنے کا بھی یہی سبب ہے وہاں کا کرہ ہوا جو اس کے ہر چار طرف مضبوط ہے۔ عموماً بہت دیر تک جسکے سبب سے شمع آفتاب جب تک مریخ پر سے منحس ہوتا ہے تو اسکا نور ماند ہو جاتا ہے اور سرخی پیدا ہوتی ہے مگر یہ کیفیت صرف اسوقت نظر آتی ہے جب وہاں کا مطلع صاف رہتا ہے ایسے کہ جب کرہ ہوا ملہر ہو جاتا ہے اور پارہا پارہ ہوا کو وغیرہ حاصل ہوتے ہیں تو آخر مریخ شمع منکسہ سے دوسری کیفیت پیدا ہوتی ہے اور مریخ بھی سفیدی اور بھی زردی و سرخی مایل ہوتا ہے۔

۸۷۔ مشتری یہ سیارہ نظام شمسی میں کل سیاروں سے بڑا ہے اسکا قطر ۱۰۸۹ ہزار میل کے ہے یعنی کرہ ارض سے ایک ہزار تین سو گنا بڑا ہے آفتاب سے ۴۹ کروڑ ۵ لاکھ میل کا فاصلہ ہے اسکا سالانہ دورہ بارہ برس کا ہے اس کے گرد چاند چاندورہ کرتے ہیں۔ جس مادہ سے اسکی ترکیب ہوئی ہے وہ مادہ زمین سے (۳۰) درجہ ہلکا اور مادہ مشتری کو مادہ آفتاب سے وہ نسبت ہے جو ایک کو ۱۰۴۹ سے ہوتی ہے قلوبن کے پاس سے یہ کرہ چلتا ہے حرکت محوری اسکی ۹ گھنٹہ ۵۵ دقیقہ میں ہوتی ہے یعنی اسکا دن ہمارے نصف دن سے بھی کم ہے ماہ اسکا بہت

کم مائل ہے سطح خلاستہ کی طرف جاس بہت کی دلیل ہے کہ فصلوں میں زمیں
کم ہے اسکے چار چاند ہیں۔

مال صاحبے مشتری کے قوی نظامہ کے بعد اعلان کیا تھا کہ مشتری پر خط
استوی کے قریب بہت بڑی بڑی دھاریاں مختلف رنگ کی معلوم ہوتی ہیں
جو ایک حال پر نہیں رہتیں بلکہ رنگ بدلتے نظر آتی ہیں ایک ایک دھاریہ
لبائی ۲۲۰۰ میل تک کی معلوم ہوتی ہے جو میں دقیقہ میں پھیل جاتی ہے۔ اس
معلوم ہوتا ہے کہ یہ تغیرات و نیز نگیاں بسبب بادلوں اور بارشوں اور بخرو وغیرہ
کے نمودار ہیں۔ بعض کا گمان ہے کہ یہ نیز نگیاں سورج کی حرارت کی وجہ سے نہیں
ہیں بلکہ مشتری کی ذاتی حرارت ہے اور یہ تغیرات ان ابھرات کی وجہ سے
ہیں جو کہ مشتری سے اٹھتی رہتی ہیں مگر مشتری کا ان بخارات میں چھپا ہوا
پھر تھوڑے عرصہ بعد اُنی مقام پر جہاں پوشیدہ تھا معلوم ہونے لگا اور نواشی خط
استوا مشتری کے زائید روشن معلوم ہوتے ہیں باقی سطح سے اور بہت بڑے
بڑے حلقہ سطح مشتری پر نمودار ہوتے ہیں جو ممتے رہتے ہیں اور رنگ برنگی
ہوتے ہیں بعض روشن بعض تاریک بعض حکماء کا خیال ہے کہ مشتری چونکہ ہمیشہ
و باد سے گھرا رہتا ہے اور اسکے سطح پر اغلب پانی معلوم ہوتا ہے لہذا اس پر مریخ
کا ہونا نہیں معلوم ہوتا اور اگر ہو بھی تو بھری جو اناست ہو گئے۔

۸۸۔ رطل سیارہ آفتاب سے نوے کروڑ میل کے فاصل سے گردش کرتا ہے
اسکی چال بہت سست ہے سالانہ دورہ (۲۹) سال کے عرصہ میں تمام ہوتا ہے
بے سال قریب تیس سال کے چارے ہوتا ہے قمر ۷۲ ہزار میل کا ہے اور
گردش جواری اسکی اگشتہ ۵۰ دقیقہ میں تمام ہوتی ہے اور فلک اسکا سطح خط استوا
بیطرف ۲۸ درجہ جھکا ہوا ہے جس سے اسکی فصلیں مثل چارسی زمین کے چلی ہیں
اور وہ ۴۸ گنا مشتری سے نصف ہے اور دو وزن قطبوں کے پاس سے ۱/۲

جہاں ہے۔

علامہ عین لومانی حلقوں کے جوڑ مل کے ہر چار طرف محیط ہے اسکے گرد آٹھ چاند دورہ کرتے ہیں ابھی تک ان نورانی حلقوں کی مہارت دریافت نہیں ہوئی ہے قیاس کہتا ہے کہ آثار کا ایک جھڑپ ہے جوڑ مل کے گرد گردش کرتا ہے۔ عین نورانی حلقہ گرد مل کے ہیں آخری حلقہ کا قطر ایک طرف سے دوسری طرف تک ۱۶۶۰۰۰ میل ہے آخری اور وسطی حلقہ زیادہ نورانی ہے اور وہ حلقہ جو متصل ہے سیارہ سے وہ کی نور کو جو سے قدرت معلوم ہوتا ہے۔

حکیم ہرشل کا خیال ہے کہ رحل کی فصلیں مشابہت کی فصلوں سے ہیں اور یہ کرہ بھی کرہ ہوا سے محیط ہے اور کرہ بخار یہ بھی ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ رحل مشابہت ہے مشتری سے اور گھرا ہے ابرو بخار ہوائیہ سے اور بلندی کرہ بخار یہ کی رحل کے قریب ہزار میل کے ہے۔

۸۹۔ یورنیز جسکو ہرشل نے دریافت کیا ہے یہ ایک ارب پچھتر کروڑ میں لاکھ میل کے فاصلہ پر آفتاب کے گردش کرتا ہے اسکا سالانہ دورہ ۸۴ برس میں تمام ہوتا ہے باعث بعد آفتاب کے نزدیک اس تک کہ کم ہونے لگی ہے قطر اسکا ۳۳۰۰۰ میل ہے یعنی چوگنا زمین سے قطبوں کے پاس سے چلتا ہے گردش محوری اسکی تھینا دس گھنٹہ میں تمام ہوتی ہے اور کثافت مادہ ۲۳ وجہ ہے کثافت مادہ ارضی سے یعنی کثافت مادہ مشتری سے کچھ ہی فرق ہے اسکے چار چاند ہیں۔

۹۰۔ یونین یہ سیارہ نظام شمسی میں سب سیارہ کے دائرہ گردش سے باہر دورہ کرتا ہے اور سب سے آخر ہے ممکن ہے اسکے بعد کوئی اور سیارہ بھی ہوگا۔ زمین لیوریا صاحب نے یورنیز کی حرکت متزلزلہ دیکھ کر اعلان کیا تھا کہ اسکے بعد دوسرا سیارہ اور ہے جسے اپنے جذب سے زمین بھونچال پیدا کر دیا ہے اسکا سالانہ دورہ ۱۶۴ سال میں تمام ہوتا ہے آفتاب سے اسکا فصل جسکو تصور کرنے سے عقل انسانی گھبراتی ہے۔ ۲۶۶۰۰۰۰۰۰ میل ہے قطر اسکا ۳۶۰۰۰ میل ہے کثافت مادہ مثل یورنیز کے ہے اسکا ایک چاند دریافت

ہوا ہے یہ دوری اور ضعف نور و حرارت اسکا سبب ہے کہ اسکے متعلق تحقیق و شواہد ہے۔

۹۱۔ مکان سیارہ لیوریا صاحب قرآنی نے قبل عطارہ کے دریافت کیا ہے لیکن اب تک تحقیق میں نہیں آیا ہے۔

۹۲۔ اخبار و نصوص قرآنی میں صراحت سے بتایا گیا ہے کہ جملہ سیارے مثل ہماری زمین کے ہیں بلکہ سیاروں کو زمین ہی کہا ہے اور آثار ارضیہ یعنی دریا، پہاڑ، جوا، بخار، ابر، باد، چاند، و مخلوق ان سب کا آج سے تیرہ سو سال پیشتر وجود بتایا گیا ہے مگر چونکہ صدر اسلام میں نظام بطلمیوسی و ماغون میں بھرا ہوا تھا ظواہر آیات و اخبار کو بھی تاویلین کر کے مطابق فلسفہ یونانی کر دیتے تھے سو جب حقائق اس ہئیتہ اسلامی کی پوشیدہ رہی اور وضع نہ ہو سکی جہاں تک اخبار و احادیث و نصوص قرآنی کو دیکھو گے پکار پکار کر بتا رہی ہیں کہ سبع سیارات پر منحصر نہیں بلکہ تمام ستارے زمین ہیں اور سب پر مخلوق ذیروح ہے۔ مفصل بیان قند و حوالہ کے باب میں بیان ہوگا۔

باب دسواں و مدار تارون کے بیان میں

۹۳۔ متعین ذوات الاذئاب کو کوکب و نجوم نہیں خیال کرتے تھے بلکہ حوادث جہ سے سمجھتے تھے اور بخار و دھوین کو اسکا باعث خیال کرتے تھے۔
ارسطو و بطلمیوس وغیرہ کا خیال تھا کہ لہج و حیوان و حنیات کا ہمارے کرہ ارض پر جہلند ہوتا ہے اور کرہ نار جو متصل ہے فلک قمر سے اُس پر چڑھتا ہے اور کرہ ارض میں وہ مادہ دہستہ رہتا ہے تو اُس کرہ نار سے جو اجزائے دہستہ بل اسفنجین اسوقت آسمان پر خط کی صورت میں آگ لگی معلوم ہوتی ہے کہ مادہ دہستہ اسطیبت ہوتا ہے تو شغالی آگ کا نظرمیں نہیں معلوم ہوتا اور مادہ کثیف ہوتا ہے تو جلنے کے بعد معلوم ہوتا رہتا ہے اور کبلا و قات وہ آگ کچھ عرصہ کے لیے

بالی رہتی ہے مختلف حورون پر جو حالت و حورین کی ہوتی ہے وہی شکل اس
مشتعل مادہ کی بھی معلوم ہوتی ہے کبھی دھار اور کبھی غزوطی اور کبھی عمودی شکل
اور کبھی چھب ڈو کے مانند نظر آتی ہے۔

یہ حکما ان مشتعل مادوں کو فلکی نہیں سمجھتے اس لیے کہ اُن کے نزدیک خاک کون فساد کا
قبول نہیں کرتا اور یہ مادی حرکت مستقیم رکھتے ہیں اور انہیں تغیر و حال محسوس ہوتا ہے۔
اس واسطے سے متقدمین میں حکیم سینکا نے اختلاف کیا تھا اُس کے نزدیک دھار
ماہ اجرام فلکیہ سے تھا۔

متاخرین نے متقدمین کی رائے کو باطل خیال کیا ہے اور کوٹ کو دوسری قسم کا
سیارہ قرار دیا ہے جسکا جسم پلا اور ہلکا مثل پارہائے سحاب کے یا دھنی ہوئی
روئی کے ہے جو آفتاب کے گرد بے نیکان و بے تکلف چکر لگاتے ہیں انکو
دھار تارہ کہتے ہیں۔

ڈنمارک کا تجربہ راہ حکیم المتوفی ۱۶۷۷ء اول وہ شخص ہے جس نے متاخرین میں اس
بابت کی تحقیق کی کہ کوٹ سیارہ ہے جو فلک قمر کے اوپر ہے اُسے کوٹ کے
فلک کو مستند خیال تھا۔

ڈاکٹر کپلر جرمنی جو حکیم مذکور کے شاگردوں میں سے تھا اس نے اعلان کیا کہ کوٹ
مثل چھوٹی بڑی مچھلیوں کے اس فضا نامحدود میں سیر کرتے پھرتے ہیں اور
رقعات آگنی خط مستقیم میں ہے رویت کے اسباب ایک قریب آ جانا مارا جی
سے۔ دوسرے بڑا ہوتا ہے۔

حکیم نوٹن، اور حکیم وریل کا خیال ہے کہ افلاک کوٹ کے بیضاوی ہیں اور یہ
مثل دیگر سیاروں کے ہوتے ہیں لیکن چند فرق ہیں ان سیاروں میں اور مشہور
سیاروں کے۔

ایک۔ سیارات گردش کے دورہ کرتے ہیں اور شمس ان سیارات کے
مدارات بیضیہ کے وسط میں ہے۔ اور مذہبت کا دورہ سطح سے ہوتا ہے کہ

سورج آگئے افلاک کی سطح کے کسی پہلو میں واقع ہوتا ہے۔

دوسرے۔ مدار سیارات کے بیضاوی ہیں لہذا ہر مدار میں دو قطر ہونگے ایک قطر دوسرے قطر سے نیچے سے زیادہ کم نہیں ہوتا۔ اور کوٹ کے مدار کا قطر نیچے سے زیادہ کم ہو کر تیس ہے۔

تیسرے۔ اجرام سیارات کے ٹھوس ہوتے ہیں اور ٹھنڈے ہوتے ہیں اور مذہبات کے اجرام پورے اور شدت حرارت کی وجہ سے مشتعل ہوتے ہیں بمساو اوقات گیس اور بخارات اُس سے اُڑتے نظر آتے ہیں جو بارہ حصہ زیادہ خطر کوٹ سے بلند ہوتے ہیں۔

نیوٹن صاحب کا خیال ہے کہ ۱۶۸۶ء میں ایک دمدار تارہ دیکھائی دیا تھا جسکی گرمی اُس کو ہے سے جو آگ سے سرخ ہو دو ہزار درجہ برسی ہوئی تھی جس سے سمجھا جاتا ہے کہ کئی ہزار سال میں اُسکا جسم ٹھنڈا ہو گا۔

چوتھے۔ افلاک سیاروں کے سطح سے ہیں کہ ایک سیارہ دوسرے فلک میں نہیں داخل ہو سکتا۔ اور کوٹ کے افلاک سطح سے نہیں ہیں وہ سطح سے ریتا کر تے ہیں کہ ہر سیارہ کا مدار قطع کرتے ہوئے نیچوں سے ہوتے ہوئے سطح کے گرد چکر مارتے ہیں پھر سطح سے ہر ایک سیارے کا مدار قطع کرتے ہوئے جہان کے تہاں چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ آج تک کوٹ (۱۲۰۰) شمار ہوئے ہیں جو آج تک دو ہزار سال کے زمانہ میں دیکھائی دیے ہیں اور پھر چلتے پھرتے نظر آئے دیئے انہیں سے صرف دو سیاروں کا دائرہ حرکت دریافت کیا گیا ہے

انہیں سے چالیس سیاروں کا مدار جو اس نظام میں داخل ہوئے ہیں بیضاویک زمانہ مسینہ میں گرد آفتاب کے دورہ کرتے ہیں غایت درجہ کا بیضاوی اور بقیہ ایک سو ساٹھ سیاروں کا مرکز ہمیشہ بدلتا رہتا ہے وہ کسی ایک خاص مرکز کے گرد دورہ نہیں کرتے ان سیاروں میں بعض کا مدار محدود اور بعض کا جا بیک طرف اکتلا ہوا ہے غیر محدود ہے جن سیاروں کی چال کی کوئی حد معین نہیں وہ اس

نظام میں صرف ایک جرم کے سوا دوبارہ نہیں آ سکتا کیلئے کہ انکی چال سے
 صاف ظاہر ہے کہ آفتاب سے پھر قرب نہیں ہو سکتا۔ سطح سے یہ سارے
 نظام شمسی میں آکر پھر باہر نکل گئے۔ سطح سے ایک نظام سے دوسرے نظام
 میں سیر کرنے پھر نکلے تا اینکه ایسے بڑے نظام میں داخل ہوں کہ آفتاب اپنی
 قوت جاذبہ سے انکو روک رکھے اور پھر اپنے نظام سے باہر نہ نکلنے دے۔ غلام
 یہ کہ سطح سے ہمارے آفتاب نے چالیس چھوٹے و مدار سیاروں کو اپنا
 تابع کر رکھا ہے۔ سطح سے ممکن ہے اور آفتاب جنگی جسامت و قوت ہمارے
 آفتاب سے کروڑوں درجہ زیادہ تر ہے ان وحشی سیاروں کو اپنے نظام کے
 اندر لئے ہیں۔

۹۴۔ کرمت کی خلقت کے کیا اسباب ہیں یہیں بھی متاخرین نے مختلف
 اسباب بتائے ہیں۔

ایک۔ سورج کے شعرون میں سے جدا شدہ شعلہ ہیں۔
 دوسرے۔ سیارات کے پھٹنے پر اُسکے اجزاء غیر منتظمہ حرکت کرنے لگے۔
 اور تیسری۔ کوٹ ہیں۔

تیسرے۔ بعض کا خیال ہے کہ مستقل جرم ہیں جو اس فضا نامحدود میں بھرتے
 ہیں۔

چوتھے۔ بعض نے کہا ہے کہ بخون کے اوپر جو سیارے ہیں انھیں کے
 کو مست آثار ہیں لیکن مشہور قول ثالث ہے جو بڑے کو مست ہیں انکا اثر بتاؤنگی
 رفت اربہ دفع ہوتا ہے اور جو چھوٹے کو مست ہیں وہ خود سیاروں سے متا
 ہو جاتے ہیں۔

۹۵۔ اکثر کو مست جو بلا اعانت و در بن نظر آئے ہیں انکی دم دس کروڑ سے
 بیش کروڑ میل تک کی حساب کی گئی ہے لیکن باعتبار اس بزرگی کے مقدار مادہ
 بہت کم ہے ان کو مشوں کا جسم مثل کہر کے بخارات نیم نچھ کا ہوتا ہے

جو بذات خود نور نہیں دکھتا بلکہ شعاع آفتاب سے منسلک اور سیاروں کے روشن ہوتا ہے تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ بعض کو مت جو آفتاب کے بہت قریب چلے جاتے ہیں تاب حرارت نہیں لاسکتے اور ان کے ذرات جیسی اس فضا کے آسمانی میں منتشر ہو جاتے ہیں اور شکل بگڑ جاتی ہے کبھی تو بلا دم کے لند و لے اور کبھی ایک دم کے بدلے دو دموں کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں چنانچہ ۱۸۳۵ء میں دیکھا گیا ہے یہی وہ دم دار تارہ تھا جسے ۱۸۳۲ء میں اپنی قیامت خیز حال اہل زمین کو دلا دیا تھا اس لیے کہ ثابت ہوا تھا کہ اس کا دائرہ حرکت زمین کے مدار کو حصرہ قطع کر لگا۔ ۲۹ اکتوبر ۱۸۳۲ء کو نصف شب کے وقت یہ سیارہ زمین کے مدار کو اس مقام پر جہاں زمین بعد ایک ماہ کے تاریخ (۳۰) کو صبح کے وقت پہنچتی قطع کرتا ہوا صاف نکل گیا۔ یہ سیارہ انگلی کے نام سے مشہور تھا جو قد میں بہت ہی چھوٹا اور وزن میں باعتبار اپنی جسامت کے اور دمارت انگلی طرح مثل موصنی ہوئی رودنی کے ہلکا اور پولاتھا۔ اس کا دائرہ حرکت زمین کے مدار کو قطع کرتا ہے۔

مشرا انگلی نے بعد تجربہ بسیار اعلان کیا تھا کہ یہ کو مت ۲۵ ۲۸ ۳۲ ۳۵ ۳۸ میں متواتر دیکھائی دینگا چنانچہ ہر تاریخ پر دیکھائی دیا مگر وقت معینہ سے ہر مرتبہ ڈھائی گھنٹہ قبل وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ فضا کے آسمان ایک مادہ لطیف سے ملو ہے اور سطح سے ہوا کا کرہ ہلکے اشار کا مانع حرکت ہوتا ہے اس لیے اس سے یہ مادہ لطیف اس چھوٹے کو مت کا باعث اس کے ہلکے پن کے مانع حرکت ہوا اس کی وجہ سے اس کی حرکت مستقیمہ کم ہوتی گئی اور کشش آفتاب کا جسکو اصطلاح میں میل مرکزی کہتے ہیں زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

۱۸۳۸ء میں ایک دم دار تارہ نکلا تھا جس کی دم دس کروڑ میل کی لابی تھی فی گھنٹہ بارہ لاکھ میل کی بقادر سے دفعتاً چار بے نظام شمسی میں آگھسا باوجودیکہ اس کا دائرہ گردش بعد سیارہ کے مدارات کو قطع کرتا ہوا اس نظام شمسی میں آیا پھر بھی صاف

بچتا ہوا نکل گیا اور آفتاب سے آٹھ آگے بڑھ گیا کہ فی کھٹہ بلکہ لاکھ میل کے حساب سے اسکو پھر اس نظام شمسی کے قریب آتے آتے سات سو سال کا زمانہ گزرنے لگا۔

۹۶۔ نظام محمدی و ہیئت علوی میں بھی ذو ذنب کا ذکر ہے جسکو مفسرین نے خطا و خلط کر دیا تھا۔

(الف) خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے: والسماء والطارق وما ادریک ما لطارق (سورہ طارق)، اور قسم آسمان کی اور طارق کی اور زمین جانتے کہ طارق کیا شے ہے وہ ایک ستارہ ہے جو توڑتا ہے۔ دیکھو یہ کونسا ستارہ ہے جسکے آسمان کا خصوصیت سے ذکر ہے، جسکا نام طارق ہے، جسکو کوئی نہیں جانتا، جسکو ایسا ستارہ کہا ہے جو توڑتا ہے۔ متقدمین نے طارق زحل کا نام رکھا تھا یہ انکی غلطی تھی کیونکہ نہ تو اس کے آسمان میں کوئی خصوصیت ہے نہ وہ ایسا ستارہ ہے جسکو لوگ نہ جانتے ہوں بلکہ ہر معجم بلکہ غیر معجم میں زحل کو جانتے تھے۔ اور نہ زحل کی خصوصیت ہے کہ وہ توڑتا اور بھاتا ہو۔ صاف صاف کو مٹ کا ذکر ہے جسکا آسمان یعنی مدار نے ڈھنگ کا مستطیل ہے جبکہ وہ حرکت غیر منتظم کرتا ہے۔ جسکا نام طارق اس خصوصیت سے ہو سکتا ہے اسم فاعل طریق سے ہے راستہ پیدا کرنے والا بیشک کو مٹ ہی کا ذکر ہے جو ہر ستارہ کے فلک میں راہ پیدا کرتا ہوا پنچوں کے اوپر سے اڑتا چلا آتا ہے جسے کہ مدار ارض کو توڑ کر زمین سے لڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ یہ وہی ستارہ ہے جسکو کوئی نہ جانتا تھا باوجودیکہ سیارات کی تحقیق و تفرش ہر فلسفہ نے کی بلکہ کو مٹ کو کوئی کوکب نہ سمجھتا تھا نہ اس کے بعد بنجو براہ حکیم نے اسکو کوکب میں داخل کیا۔ اسکو توڑنے والا تارہ کہا ہے بیشک کو مٹ تارہ بھی ہے اور مدار کو توڑنا چلا آتا ہے اور پھر توڑنا چلا جاتا ہے۔

(ب) جناب امیر علیہ السلام سے تفسیر طارق کی پوچھی گئی سنایا۔ وہ ایک

خوشنما تارہ ہے آسمان میں۔ اسکو لوگ نہیں جانتے، طلاق اسکو ایسے کہا ہے کہ نذر نکاح آسمان کو توڑنا ہوا ستون آسمانوں کو ٹو کر کے آنا ہے اور پھر لپٹ جاتا ہے یہاں تک کہ جہان سے آیا تھا وہیں پہنچ جاتا ہے (علل الشرایع، بحارہ تفسیر ربان، انوار نعمانیہ) اس بیان سے بھی تصاف کو مٹ کا پتہ بتایا گیا ہے اور اُنکے خاص صفات کا ذکر ہے۔

ایک۔ خوشنما تارہ فرمایا ہے۔ تمام تارے ثابت و سیارہ ایک شکل و شمائل میں بخلاف ذوق و ذنب کے جو تمام تاروں میں خوشنما معلوم ہوتا ہے سر پر ایک خوشنما تارہ ہوتا ہے جس سے خطوط شعاع مثل سہرے کی لڑی کے وہ تک ساحل نظر آتے ہیں اور کبھی ایسی خوشنما اور پھری ہوئی شعاع نور کی دم لگی ہوتی ہے کہ اسپر طاؤس طنائد کا گمان ہوتا ہے یہ دم دہل کر دور سے پیش کر دیتا ہے کی جوتی ہے۔

دوسرے۔ صنفہ یکہ ہے کہ لوگ سکون میں جانتے۔ بیشک ذواذنب کو حادث ارضیہ سے خیال کیا جاتا تھا جناب امیرم اول وہ بزرگسہ میں جنھوں نے اس کو مٹ کو تارہ بنایا ہے اور اسکی تعریف کی ہے اور بعد اُنکو بخوبی راہ وہ حکیم ہے جسے جناب امیرم کی تحقیق سے لوگوں کو مطلع و آگاہ کیا۔

تیسرے صنفہ۔ نور اسکا ایک ایک آسمان کو طو کرتا ہوا آتا ہے۔ نور سے مراد خود جرم منبر کو مٹ کا ہے۔ ایسے کہ نور تو ہر تارہ کا ثابت ہو یا سیارہ ایک فلک سے دوسرے فلک تک پہنچتا ہے اس تار کو کیا خصوصیت ہو گی لیکن چونکہ یہ خود جسم منبر ہے اسلئے اسکو نور سے تعبیر کیا بیشک تیارہ چونکہ فلک کو طو کرتا ہوا زمین کے فلک پہنچ جاتا ہے۔

چوتھے۔ صنفہ یہ فرمائی ہے کہ پھر آنکر لپٹ جاتا ہے اور جہان سے چلا تھا وہیں پہنچ جاتا ہے یہ بھی خاص بات ہے بیشک کو مٹ جہان سے چلتا ہے پھر وہیں پہنچ جاتا ہے۔

(ج) - امام حسن علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا ہے کہ پھر جاری فرمایا خدا نے آسمان میں چہرہ غون کو ضوآن چہرہ غون کی محض اس حصہ میں ہے جو ابتدا کا ہے اور قرار دیا ہے فہاب کو آسمان کے نجوم ان مصابج کا کہ جو درخشندہ اور روشن ہیں (بجاء جلد ۱۲) یہ حدیث صاف ذو ذنب کا پتہ دیتی ہے۔ اس لیے کہ ذو ذنب مثل چراغ مستطیل کے ہے اور ساری روشنی سرے پر ہوتی ہے جو ابتدا اور سر سمجھنا چاہیے پھر بتایا ہے کہ شہاب ثاقب انھیں مصابج سے بنتے ہیں جیسا کہ حکیم سکیا برلی صاحب نے بھی لکھا ہے جب ذو ذنب بھٹتا ہے اور اس کی جسمانی ترکیب مٹی ہے تو اسی کے ٹکڑے شہاب ثاقب کہلاتے ہیں۔

(د) قرآن مجید میں ہے "فلا أقسم بالخنس الخنس" (سورہ تکوین) خنس جمع خانس ہے اور خنوس بنے انقباض و استخفا ہے اور کنس جمع کانس اور کانس ہے اور کانس معروض ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مراد اس آیت میں جنگلی گائے ہے اور عطار و مقاتل و قتادہ نے کہا ہے کہ مراد اس آیت میں گل کو اکب ہیں خنوس سے مراد انکھاسا ہے جو سورج کی روشنی سے پڑتا ہے اور مراگنوس سے انکھاسا ہے جو سے آفتاب کے بعض نے کہا ہے مراد سبع سیارہ ہیں رجیع کو اکب کی خنوس ہے اور دن کو سورج کی روشنی کو جسے مخفی ہونا کنوس ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ مراد سبع سیارہ اسطح سے ہیں کہ ہر ایک کا ایک مطلع اور ایک مغرب ہے اور جو مطلع اور مغرب ہمارے سروں سے قریب ہے ہر سالہ سال بھر میں اس مطلع اور مغرب سے دوری اختیار کرتا ہے اور دیگر مطلع میں طلع ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ قریب ہوتا جاتا ہے پہلے مطلع سے پس خنوس سے مراد تباعد ہے مطلع سمت الراس سے اور کنوس سے مراد رجیع ہے اس مطلع کی طرف۔

لیکن بظاہر اس آیت میں بھی کوٹ مراد ہے۔ اس لیے کہ غنوس بخشنا انقباض و انقباض
ہے کوٹ کا جسم والا اور ہلکا ہوتا ہے مثل دھنی ہوئی روئی کے۔ عرصہ دراز
گزرنے پر پھین انقباض ہوتا ہے اور ٹھنڈک پاتے پاتے پڑی جاتی ہے یہاں تک
کہ عرصہ دراز میں وہ بھی ایک کرہ بن جاتا ہے اور غنی کی حالت یہ ہے کہ ایک مرتبہ بظاہر
پھر کراہیسا غائب ہوتا ہے کہ ظلمت پنچون سے بھی گزر جاتا ہے اور پھر نہیں
دیکھائی دیتا۔

اب دوسری صفحہ کو دیکھو وہ بھی کوٹ ہی سے مطابق ہوتی ہے کس مقروض
کو کتنے جن جیلج سے وحشی جانور دن کا کوئی معین و مقرر مقروض نہیں ہے جس طرح
سرخ اٹھا یا نخل کئے جہان پایا پڑے وہی حالت کوٹ کی ہے غیر منتظرہ حرکت
کرنا ہوا وحشی جانور کی طرح بدھ جا چلا گیا جہان چا با جس نظام کسی دھڑکیٹا ہوا
ہو رہا ہے یہ ناص صفحہ کوٹ کی ہے اور تشبیہ تام ہے جو بلا کلمت ہے بانی
تشبیہ ناقص میں لیکن ہم تفسیر بالا سے نہیں کرتے خدا جانے آیت سے کیا
مراد ہے۔

باب گیارہواں شہاب ثاقب کے بیان میں

۹۷۔ متقدمین کے نزدیک شہاب ثاقب زمین کے بخارات ازجہ تھے جنہیں
وہنیاں ہوں اور وہ کوہ نار پر جا کر مشعل ہو جاتے تھے۔

متاخرین کی رائے میں بھی اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ قرہ قمر کے آتش
نشان پہاڑوں کے چھرا در شعلہ بن جسکو زمین کھینچ کر لیتی ہے۔
بعض کا خیال ہے کہ جب کوئی سیارہ کسی سبب سے پھٹتا ہے تو اس کے چھوٹے
چھوٹے ٹکڑے منتشر ہوتے ہیں اور وہی شہاب ثاقب ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ شہاب ثاقب مشعل سیارے ہیں جنکا مادہ ویسلی ہوتا ہے
جیسے سیارات کا لیکن اوصاف و نظام میں شہاب ثاقب اور سیاروں میں

فرق ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ شہاب ثاقب کو مٹ کے اجزار ہیں جب کو مٹ کر ہو جاتا ہے اور منتشر ہوتا ہے تو اُس کے چھوٹے ٹکڑے شہاب ثاقب کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اکثر حکماء کا یہی خیال ہے جیسا کہ حکیم سکیا پرلی ایتالیا کا مشہور مہندس کہتا ہے کہ نیاز کی راز بائبل کو مٹ کے مار کے مشابہ ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ دونوں کی ایک ماہیت ہو۔

مسٹر بارفیل نے بھی حکیم سکیا پرلی کی تحقیقات نقل کی ہے کہ رفتار کو مٹ اور شہاب ثاقب کی ایک ہی معلوم ہوتی ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دونوں ایک قسم کے ہیں۔ کو مٹ ایسا جسم ہے جو ادنیٰ درجہ سے متحرک ہوتا ہے یا دون کے اثر سے اکثر کو مٹ بھٹکا نہ اردن ٹکڑے ہو جاتا ہوا اور وہ سب ٹکڑے کبھی متصل اور کبھی دور دور ایسی خط مستقیم پر جودا رہے اس کو مٹ کا جلتے نظر آتے ہیں۔ مسٹر بارفیل نے اس قول کی تائید میں بیالائیٹ کو مٹ کو پیش کیا ہے کہ ہمیشہ جبکہ حرکت کرتا معلوم ہوتا ہے کہ ایک بھٹکر جرم و شہاب ثاقب کی شکل میں منتشر ہوا اور بیالائیٹ کے مار پر یہ سب چھوٹے چھوٹے ٹکڑے حرکت کرنے شروع ہوا ہے اس طرح سے اور بھی کو مٹ بھٹتے ہوئے اور جرم کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔

پیرس کا مشہور حکیم مسٹر کاندرد کہتا ہے کہ وہ کو مٹ جبکہ مار اشیائی شکل کا ہوتا ہے وہ بہت سہولت سے بھٹ جاتے ہیں اور انھیں کا نتیجہ ہو کہ بعض شے ہلکی ہو جاتی ہیں جو شہاب ثاقب ٹوٹتے نظر آتے ہیں۔

بیشک یہ خیال نہایت قوت پکڑتا ہے ان واقعات سے جو بعض سنین میں مشاہدہ ہوئے ہیں کہ شہاب ایک سمت سے دوسری سمت مثل سورج کی طرح جو شہاب ثاقب جاتے نظر آتی رہے۔ یہ ایک ہی سمت کو ان کی رفتار اور ایک ساتھ قطار باندھ کر جانا یہ بتاتا ہے کہ یہ کسی بڑے جسم کے ٹکڑے ہیں جہاں

سمت میں جا رہے ہیں۔

دوسرا سیکو امام حسن علیہ السلام نے فرمایا ہے جسکو چھنے دسویں باب آرکھل ۵۰
میں نقل کیا ہے۔

۹۸۔ در حقیقت شہاب ثاقب اکثر ارات کو مثل شعلہ آتش کے فضا آسمانی
میں دوران نظر آتے ہیں۔ کیسکی روشنی بالکل سرخ اور کیسکی سفید مائل بزرودی و سنہری
ہوتی ہے بعض فوراً غائب ہو جاتے ہیں اور بعض کے پیچھے ایک نورانی لکیر مثل
ناسفورس کے چمکتی ہوئی جو کچھ دیر تک قائم رہتی ہے چھوٹی ہوئی جاتی ہوا نگو
شہاب ثاقب کہتے ہیں۔ بنا بر قول حکماء قدیم یہ بخارات ارضی ہیں جو
نکلے کرہ نار میں پہنچ کر مشتعل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اب انکے ایک مدت حدیث تک
دورہ کرنے سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ بخارات ارضی نہیں ہیں بلکہ غایت درجہ
چھوٹے سیارے ہیں جو اس فضا کے غیر محدود میں کہیں و منتشر و پراگندہ اور کہیں
جوق جوق مثل مور و ملخ سیر کرتے ہیں۔ خدا نے قرآن مجید میں بھی ثاقب کو اجرام مکی
اور ستاروں میں شمار کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکماء متقدمین کا خیال
غلط ہے۔

۹۹۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ فرکشن سے دواشیائے مادی کے حرارت
پیدا ہوتی ہے کہ ہوا ایک مادی شے ہے اس کے فرکشن سے بھی حرارت پیدا
ہوگی مگر مقدار حرارت کو اقسام مادہ اور مقدار فرکشن سے تعلق ہوتا ہے کہ وہاں میں
باعث لطافت کے فرکشن کی قابلیت بہت ہے مگر تاہم توپ کا گولہ اسباب
اپنی تیزروی کے ہوا سے جو اسکی مانع حرکت ہوتی ہے اسقدر رگڑ کھاتا ہے کہ گرمی
کے سبب آخر برج ہو جاتا ہے پس ظاہر ہے جب قدر ویلویشن یعنی تیزروی کسی
چیز کی کہ وہاں زیادہ ہوگی اتنی ہی آپس کی رگڑ بھی زیادہ ہوگی اور مطابق اس کے
مقدار کے حرکت پیدا ہوگی۔ شہاب ثاقب کی جال جو کہ ارض کے قریب آکر
زیادہ ہو جاتی ہے توپ کے گولہ سے عموماً پندرہ سو گنا زیادہ خمینیہ کی گئی ہے پس

ظاہر ہے کہ چھوٹے اجسام مادی جو تمام فضا میں منتشر ہو رہے ہیں اتفاقاً
 کرہ جو امین چکر گذرنا شروع کرتے ہیں تو ہوا کی رگڑ بپا عت تیز روی کے بقدر
 زیادہ ہوتی ہے کہ غایت درجہ کی حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب سطحِ توب کا گولہ
 گرمی سے سرخ ہو جاتا ہے پہلے یہ چھوٹے سیارے اپنی ترکیب کیمیائی آتش
 شعلہ فشان مادوں سے واقع ہے ایک بیک مشتعل ہو جانے میں اور فضا سے
 آسمان میں ایک بقعہ نظر آتا ہے۔ ان شعلہ فشان تاروں کے نظر سے غائب
 ہونے کے چند وجوہ ہیں۔

ایک۔ جو انہیں کچھ بڑے ہوتے ہیں وہ کرہ ہوا سے باہر نکل کر فوراً بجھ جاتے ہیں
 اور سیدھی اپنی راہ لیتے ہیں۔

دوسرے۔ جو بہت ہی چھوٹے ہیں انہما کے کرہ سے باہر نکلنے کا کام
 تمام ہو جاتا ہے اور جل کر بخارات بن جاتے ہیں جسکے سبب سے کچھ دیر تک ایک
 نورانی خطا مثل ماسفورس کے چمکتا نظر آتا ہے۔

تیسرے۔ جب ان پر گندہ سیاروں میں سے کسی کی چال سیدھی زمین کی جانب
 واقع ہوتی ہو اور وہ بہت قریب آجاتے ہیں تو کششِ ارض سے ٹھیک زمین پر گر پڑتے
 ہیں مگر قبل گرنے کے انکی چال بپا عت جذبِ ارض کے اس وجہ زیادہ ہوتی
 ہے اور اتنی گرمی بڑھ جاتی ہے کہ وہ تاب حرارت نہیں لاسکتے اور پھٹ کر ٹکڑے
 ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ پندرہ ماہ نومبر ۱۸۵۹ء میں امریکہ میں جو جس کو ایک بڑا شہاب
 ثاقب نظر آیا جسکی روشنی اس قدر زیادہ تھی کہ بارہ بجے دن کے تمام فضا سے آسمانی
 سرخ ہو گئی اور بالکل شفق کی سی کیفیت ہو گئی ناگاہ اسکے پھٹنے کی ایک مہیب
 آواز ایسی آئی کہ بہت سے چھوٹے طیور خوف سے مر گئے یہ تارہ ٹکڑے ہو کر
 آٹھ میل کے قطعہ میں گرا۔ پہلے سے چھ ابریل ۱۸۵۲ء میں ٹار منڈی کے
 باشندوں نے ایک بیک قریب دو بجے دن کے ایک بہت بڑی چوٹ کا دار
 اور بعد ایک ہزار توپوں کی آواز کے غشی سنی بعد اسکے اسی میل طول میں اور چوبیس میل

عرض میں جلتے ہوئے سکریزون کی بارش ہوئی۔ ۹ جون ۱۸۶۶ء میں اہل ہنگری ایک شہاب ثاقب سیدھا زمین کی سطح پر گرتا نظر آیا جو ان میں سے قریب آتا گیا زیادہ مشتعل ہوتا گیا جسے کہ اندازاً اتنی فٹ کی بلندی پر آئے آتے اس طرح حرارت زیادہ ہو گئی کہ وہ پاش پاش ہو کر زمین پر گرا چھ میل کے حلقہ میں۔ اسکے پھٹنے کی آواز عجیب ہوناک تھی منہلہ لکھنؤ چھوٹے ٹکڑوں کے ایک بہت بڑا ٹکڑا جس کا وزن دس من کے قریب پایا گیا۔ اس تارے کے گرنے کے بعد یہ کیفیت ہوئی کہ تمام فضا آسمانی من قریب آدھ گھنٹہ کے دھواں چھایا رہا۔ ان ٹکڑوں کے اجزاء کو علم کیسٹیری کے اصول سے الگ الگ کر کے جانچ کی تو معلوم ہوا کہ ان میں کوئی ایسا مادہ نہیں ہے جس کو ہلوگ نہ جانتے ہوں البتہ ان اجزاء کی ترکیب کیمیائی یعنی سنگی ایک ساتھ ملنے کا ڈھب نہ لایا ہے علاوہ ناسفورس، مینگنس، کینشیم، سوڈیم، وغیرہ کے جو بہت جلد بخورزی کی حرارت سے مشتعل ہو جاتے ہیں۔ لوہا، تانبا، اور دیگر وغیرہ بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض ٹکڑوں میں لوہا سو حصوں میں سے نوے حصہ پایا ہے مگر اکثر حصوں میں لوہا ناسفورس اور نکل سے بنا ہوا ایک ایسا مرکب ہے جو ابھی تک کیمیائی ارضی کی تحقیق سے باہر ہے ان ٹکڑوں کے گرم کرنے سے جو کیسین مثل ہائیڈروجن، کاربن، وغیرہ کے نکلتے ہیں وہ کل یہاں موجود ہیں یہ کل بیان مطابق ہے ارشاد علوی و نظام مرتضوی سے اس لیے کہ اس حکمت ناموسی میں کل اشیاء ارضی و سماوی کی ایک ماہیت بتائی ہے اور ایک ہی مادہ ان کی خلقت کا ہے۔

۱۰۰۔ علاوہ ان پر آگندہ اور منتشر تاروں کے اور بھی دوسرے قسم کے شہاب ثاقب ہیں جو ایک ساتھ جوق جوق ایک خاص اصولی و قاعدہ سے مارا جیسے پرووہ کر رہے ہیں اکثر علماء ہیئت کا یہ خیال ہے کہ ایسے شہابوں کا گروہ بعض دھار تاروں کے (جس کا جسم مثل ابر کے پولا ہوتا ہے) منجمد ہو جانے سے بنا ہے وہ شہاب ثاقب اگر ایک ساتھ جھنڈا بندھے ہوئے فضا سے آسمانی میں سیر کر رہے ہیں ان کا مار

زمین کے دائرہ حرکت کو قطع کرتا ہے۔ اس لیے اس کا دورہ قریب قریب تین سو سال
 کے بعد ہوتا ہے کیونکہ جو وقت زمین چودھویں ماہ اکتوبر کو نقطہ تقاطع پر پہنچی ہے
 اسی وقت یہ گروہ جو ہر تین سو سال کے بعد اُس مقام کو طو کرتا ہے سیر کرتا ہوا پہنچتا
 ہے ان دونوں کے درمیان مقابلہ اور مواجد حاصل ہوتا ہے پس جو وقت ان شہاؤ
 کل گروہ ہوا کے کرے سے مشغول ہو کر گزرتا شروع کرتا ہے اُس وقت عجیب و غریب غیبیہ
 نظر آتی ہے تمام فضا آسمانی مین ناظروں شملہ فشان تارے توپ کے گولہ کی طرح
 زن زن ایک طرف سے دوسری طرف گزرتے دیکھائی دیتے ہیں گویا کل شمس
 آسمان کے ٹوٹ گئے مگر جب ان شہاؤن کی قطار ہوا کے کرے سے گزرتی جاتی ہے
 تو کل گویا کب آسمان پر سیڑھی جیسے چمکنے نظر آتے ہیں۔ اس گروہ کے ہر دورے کا نظارہ
 آنا بت سے اسباب کے اجتماع پر موقوف ہے اول اٹکا ہوا سے ہو کر گزرتا غریب
 لازمی ہے دوسرے زمین اور شہاؤن کے گروہ کا نقطہ تقاطع مدارات سے گزرتا ہے۔
 اسی وقت مین ضرور ہے۔ اور ہی اسباب مین جنکا وجود اتفاقی طور پر ہوتا ہے اگر تمام
 اسباب نظر آئے کہ ان موقعوں پر موجود بھی ہوں تب بھی تمام اہل زمین اس کا نظارہ
 نہیں کر سکتے بلکہ مثل چاند گرہن یا سورج گرہن کے خاص حصوں مین دیکھ سکتے ہیں۔
 کیونکہ کرویت زمین مانے ہے۔ جو وقت سے یہ گروہ نظام مسمی مین داخل ہوا ہوا جنک
 آبادوں دورے کیے مین جسکو موصوفین کہتے چلے آئے ہیں۔ کاتھمی اپنی تاریخ عرب مین
 لکھتا ہے کہ تیرہ اکتوبر ۹۳۵ء مین جس شب کو شاہ ابراہیم بن محمد نے وفات پائی
 شہاب ثاقب بقدر فضا آسمانی مین ایک سمت سے دوسری سمت جاتے
 نظر آئے کہ تمام آسمان شملہ فشان دیکھائی دیتا تھا اسکے قبل اور بامیس دورے
 ہو چکے تھے تیسیون دورہ تھا جو اہل عرب کو نظر آیا۔ چھیسویں دورے کے تب مین
 موصوفین عرب بالاتفاق ناقل مین کہ چودھویں ماہ اکتوبر ۹۳۵ء مین حساب شملہ فشان
 ایک ساتھ جوق جوق قطار باندھے ہوئے پچھم سے ارب کی طرف چل گئے تاریخ مصر
 مین ہے کہ ۱۵ اکتوبر ۱۲۲۳ء مین جھنڈ کے جھنڈ یکے بعد دیگرے اس منظر اخصروں

شناوری کرتے نظر آئے ہیں۔ اس طرح سے بہت سے واقعات ہیں یہ سارے ہمیشہ بچ اسد سے آتے نظر آتے ہیں اور کہہ دو امین ایک ہی سمت میں غول باجھک نکل جاتے ہیں۔ بعض اپنی جماعت سے علیحدہ ہو کر منتشر بھی ہو جاتے ہیں جب پہلا دورہ اہل زمین کو نظر آیا اس وقت بارہ انور بھی ہر دورے کی تاریخ بتاتی تھی یہاں تک کہ سترو سوسال کے زمانہ میں ایک ماہ کا فرق ہو گیا وہ دورہ جو ۱۸۶۶ء کے چودہ نمبر کو واقع ہوا اسکی وجہ یہ ہے کہ نقطہ تقاطع روز بروز آگے ہٹنا جاتا ہی کیونکہ نظام شمسی کے مختلف سیاروں نے جنکے مدار کو یہ گروہ قطع کرتا ہوا آفتاب کے گرد چکر لگاتا ہے اپنی قوت جاذبہ سے اسکو بھونچال میں ڈال رکھا ہے اور چونکہ گروہ اس نظام میں تانہ وار رہے اسلئے ابھی اسکے مدار کا جسکو کل اکاب نظام شمسی کے جذب کا اوسط فیجہ ہونا چاہئے تصفیہ نہیں ہوا ہے مگر یہ بعد چند ہکا دورہ حرکت مستقل ہو جاوے اور ہر ایک دورہ جسکو قریب تیس سال کے بعد دیکھنے کا موقع آتا ہے ایک ہی تاریخ میں واقع ہوا کرے۔ ان شہابوں کا اس طرح دورہ کرنا کی طرف خافی نہیں ہے بلکہ ایک قاعدہ معین و اصول خاص سے رکھتا ہے پس ظاہر ہے انکے وقوع کو کسی حادثہ عظیم پر مبنی سمجھنا یا زمین کے تجارات شتملہ کا شعلہ تصور کرنا چاہیے۔ ۱۰۔ اسلامی تعلیم میں ان شہابوں کی نسبت جو کچھ ارشاد ہے وہ بعینہ ہی تحقیق ہے جو آٹ تیرہ سوسال بعد سائنس نے دریافت کیا ہے۔

(الف) قرآن مجید میں ہے۔ انا زینا السماء الدنيا بوزینۃ النکی اکب وحفظنا من کل شیطان ماسا ولا یسمعون الی الملا لا علی وایقن فون من کل جانب دھو سما (سورہ صافات) ہننے دنیا کے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور حفاظت کی ہر شریر شیطان سے نہیں سن سکتے اور ہر کی صحت کی باتیں اور پھینکے جانے میں ہر طرف سے اور ہٹانے جاتے ہیں۔ یہ آیہ صافات دلالت کرتا ہے کہ سما دنیا کو جن ستاروں سے زینت دی گئی ہے انھیں سے شیطان کی حفاظت کی ہے۔ شرع کی اصطلاح میں یہ وہ ستارے ہیں جنکو رجوم

کہا گیا ہے کہ شہاب ثاقب کو خدا نے نجر اور ستارہ فرمایا جسے زمین میں سرسبز ترویج
فلاسفہ قدیم کی ہے ہونیازکات کو بخارات ارضیہ سے بگھٹتے تھے اور صاف
معلوم ہوتا ہے کہ جرم و سیارات کا ایک ہی مادہ ہے۔

(ب) قرآن مجید میں ہے: **وَمِنْ بَيْنَا السَّمَاءِ الْمِدْيَابُ** یہ وہ خطا ذرات
تقدیر العزیز العظیم (سورہ مائدہ) اور بننے زبیرت دی دنیاوی سائنس پر لغو ہے
اور حفاظت کی تھے انھیں پراخون سے آسمانوں کی یہی ہے تقدیر خداوند عزوجل
عسلیہ کی جو۔

یہاں دیکھو ان ستاروں کے اس زبیرت دی کہ وہ بخاریہ جو محیط ہے ہماری زمین کو
وہی سما دیا۔ اب اس زبیرت سے شہاب و نیازکات سے طرح سے ہے کہ حکیم
فلاسیف فرمائی: **فیکل منہ** اور فائدہ یک امر کی وغیرہ قایل ہیں کہ یہ شہاب
درجہ زمین دیکھا ہے۔ یہ اور مشتعل ہونے ہیں جب تک ہمارے کہ بخاریہ میں آتے ہیں
ابنا معلوم ہوا کہ جرم و نیازکات زمیں پر جرم ہیں۔ اور دنیاوی آسمان کو ان سے
بہت دور ہے۔

اس وقت آسمان میں مخلصیت شہاب ثاقب کو بتائی گئی ہے خدا ہی جانے کہ کیا
اصل ہے لیکن ممکن ہے اس بنا پر حافظا ہوں کہ شہاب ثاقب کو مٹ کے ٹکڑے
ہیں کو مٹ سے ہمیشہ اندیشہ کروئے لانے کا ہوتا ہے اگر کو مٹ بڑا ہو اور کسی
سیارے سے لڑا جو اسے توجہ طالع عظیم پر پاؤں نظام عالم میں وہ ظاہر ہے۔ اگر خدا
کو مٹ کو ایسا نہ بنانا چاہی کہ وہ بولا ہوتا ہے اور جلد نکل ہو جاتا ہے تو بیشک بہت
نمایاں اور بہت خدشہ رہتے اب چونکہ جرم کا پولا اور ہلکا ہوتا ہے لہذا وہ خود
پھٹ جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے شہاب ثاقب کی شکل میں ہو جاتے
میں جس سے جرم کو مٹ کا کم ہو جاتا ہے اور سیارے محفوظ رہتے ہیں۔ اگر کو مٹ
بہت بڑا کرتے تو فضا میں کثرت سے پائے جاتے اور اس آزاد و خود مختار غیر منتظم
مخلوق کی کثرت سے سیاروں کو چلنے کا راستہ نہ ملتا اس حکیم عزوجل نے یہ تقدیر رکھی

کہ تعداد انکی نہیں بڑھنے پائی اور پھر شہاب ثاقب بجاتے ہیں اسکی وجہ سے ہر سارہ کی حفاظت رستی ہے۔ اور دنیاوی آسمان میں نہ کرہ بخاریہ جو محیط ہو جہاں زمین کو اسکی بھی حفاظت دیتی ہے اسلئے کہ اگر شہاب ثاقب کی شکل کو مٹ اختیار نہ کرتے اور برابر کو مٹو کا گذر نہ بخاریہ میں رہتا تو بجائے کرہ بخاریہ کے کرہ ناریہ ہو جاتا اور سب مصالح اس کرہ بخاریہ کے وجود کے جاتے رہتے خدا نے کو مٹ کی آمد و رفت کو شہاب ثاقب کی آمد و رفت سے روکا میں کو مٹ کو شہاب ثاقب کی صورت میں منتقل کر دیا اور دنیاوی آسمان کو بجائے کو مٹ کی آمد و رفت کے شہاب ثاقب کی گذر گاہ قرار دیا۔

اور ممکن ہے یہ مسدود ہو کہ خدا نے ان نجوم نیاز کیہ سے آسمان کی سطح سے حفاظت فرمائی ہو کہ اکثریت سے شہب کسی کرہ پر گرتے تو وہ کرہ برباد ہو جاتا جیسا کہ ان شہابوں کے گرنے سے درخت ٹوٹ جاتے ہیں مکانات گر جاتے ہیں انسان و بہان مرجھاتے ہیں اگر سب شہاب ہمیشہ کرہ پر گر کر زمین تو سب کرے ویران و برباد ہو جاوے خدا نے شہابوں کو خلق بھی فرمایا اور ان سے آسمانوں کی حفاظت بھی فرمائی مراد آسمانوں سے کرہ فو قاتی ہوں۔

(رحمہ اللہ) ولقد زینا السماء الدنيا بمصابيح وجعلناها رجوما للفتیالین (سورہ الملک) اور تحقیق ہم نے زینت دی دنیا کے آسمانوں کو پر اخوان سے اور قرار دیا چرخوں کو شیطا طین کے لیے رجم۔

”رجم“ عربی میں پتھر اڑاؤ کہتے ہیں قبل اس تحقیق جدید کے نہ کہ کوئی ایسا شہاب ثاقب پتھر کے ہیں تو کوئی یاد نہ کرتا شہاب ثاقب کو رجم فرما کر خدا نے انکی جنت سے بلوائی ان شہابوں سے شیطانوں کا رجم ہونا مراد اس سے ممکن ہے۔ یہ جو شہاب ثاقب رجم بالنیب ہیں شیطان انس کے لیے اور وہ ہم میں وہ اپنی وحشی خواہش سے انویات بجا کرتے ہیں۔

اور ممکن ہے رجم سے مراد واقعی پتھر اڑاؤ ہو جو عذاب کی غرض سے بالاسجنین انس

کیواسطے ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "و امطرنا علیہا کجارج من سحیل
منظود مسوومۃ عندہ ربک" (سورہ ہود) بمعنی انہیں سخت پتھر برسائے
جو تھ بچھ تھے اور انہیں نشانی بنی تھی انکے رب کی طرف سے۔ یہ پتھر حضرت
لوط کی بستی پر برسائے گئے تھے جنکی تین صفتیں مذکور ہوئی ہیں۔
(۱) وہ پتھر تھیل سے تھے سخت پتھر تھے سمو لی نہ تھے۔

(۲) منظوم تھے یعنی پرت دار تھے۔

(۳) انہر قدرتی نشان سے ہوتے تھے حسن اور سدی نے کہا ہے انہر کے
سے نشان تھے۔ اور ابن صانع لکھا ہے کہ میں ام بانی پاس انہن کا ایک پتھر
دیکھا تھا چہرہ لکیر تھی جمع پتھر کے مانند۔ ابن جریر نے کہا ہے کہ اسبر ایک نشان تھا
جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ زمین کے پتھروں میں سے نہیں ہے۔

یہ پتھر جو آسمان سے گرنے میں انکو حجر صاعقہ، حجر قرمز، حجر جو، حجر ساوی، حجر علوی
ونیرہ کہتے ہیں اب تک علماء بیالوجی نے زمین پر کوئی پتھر ان پتھروں کے مانند
نہیں پائے ہیں اور جہان کہیں بھی یہ پتھر گرے ہیں سب ایک ہی قسم کے پائے
گئے ہیں انہیں پتھروں سے خدا نے قوم لوط پر عذاب نازل کیا تھا اور یہ وہی
شہاب ثاقب کے ٹکڑے ہیں جنکو خدا نے عذاب کیواسطے عین کیا ہے جسپر
خدا کو عذاب نازل کرنا ہوتا ہے انہر یہ پتھر او ہوتا ہے ایسکو خدا نے رجم فرمایا ہے
وہ قوم جو ستحق عذاب ہے بیشک شیطان ہے اس پتھر سے مرنا و بسول
عذاب ہے۔

(شبیہ) کہا جاسکتا ہے کہ شہاب ثاقب کا بھٹنا اور اسکے ٹکڑے گرنا
اسکا نتیجہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ درخت ٹوٹ جاتے ہیں مکانات گر جاتے ہیں انسان
وجوان مر جاتے ہیں پس حضرت لوط کی بستی پر پتھر کا برسنا یا اور کسی کان پتھر سے
مرنا کوئی نئی بات نہیں ہے نہ معجزہ ہو سکتا ہے حضرت لوط کا اور کوئی عذاب کی
بات ہے

(جواب) کئی جنون سے یہ واقعہ مجرّم ہے اور عذاب ہے قوم لوط کے لیے۔
(ایک) قبل ظہور واقعہ حضرت لوط اپنی قوم کو مطلع کر چکے تھے کہ اُن پر عذاب
آوے گا۔

(دوسرے) تمام قوم کا ہلاک ہونا اور حضرت لوط کا بچ رہنا اور اُمّی بستی کے
متصل جا کر نکلنا یہ خیال کر کے کہ بیان پھر نہ آوینگے۔

(تیسرے) اسباب موت و حیات کے خالق کے معین کردہ ہیں جو سب
جسکے واسطے معین ہے وہ نہیں لے سکتا اس سے مخصوص ہے جو لوگ
اسطاعتی پھر سے مرینگے خدا نے اُس موت کو موت عذاب قرار دیا جو اجارہ
کسا ہے اُسے بتا دیا ہے ایسی موت مرنے والا آخرت میں معذب ہو گا یہ
موت گناہ گاری کی نشانی ہے جیسے حدیثوں میں بتایا گیا ہے مومن کا ایضاً
میں مرنا ثواب شہید مرنے کا رکھتا ہے۔

(شعبہ ۲) ان کل آیتوں سے ترمین آسان دنیا کی معلوم ہوتی ہے حالانکہ
ہر ترمین ثابت ہوا ہے کہ ثابت کرو سادہ و سابعہ و ثامنہ میں اُنکی تعداد
سیاروں سے زیادہ ہے لہذا سمار دنیا کہنا صحیح نہ ہو گا۔

(جواب) بنا بر فلسفہ جدید نہ سابعہ ہے نہ سادہ نہ ثامنہ بلکہ ہر سمارہ کا
آسمان ہواے محیط کرہ ہے اور اس نظام شمس میں جس قدر سیارے ہواے محیط
بلکوب رکھتے ہیں وہ اُن کو اکب کے آسمان ہیں اُن میں سے سمار دنیا ہے ہواے محیط
بارض ہے جس پر ہم ہیں اُنکی ترمین بیشک تمام اُن کو اکب سے ہے جو ہمارے
کرہ سے دیکھائی دیتے ہیں اس طرح سے ہر کوکب کے باشندے آسمان دیکھتے
ہیں جن سطح سے ہم دیکھتے ہیں اور ہر ایک کا سمار دنیا میں کیا اکب ہے لہذا
یہ ان ترمین السماء الدنيا کہنا تمام ساکنان اراضی کو اکب کے لیے
صحیح ہے۔

(شعبہ ۳) غہاب ثاقب بھی کو اکب ہیں جسے زمین سمار دنیا کی ہوا اور کوئی

ہیں اگر ہی کو الگ فہاب ہیں تو تارون کا ڈنٹا غیر مسلم ہے کہ جتنے مصلوہ ہیں نہیں
 کوئی کمی نہیں ہوتی اور اگر ان کو الگ کے غیر ہیں تو یہ بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ
 خدا فرماتا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ إِذْ أَخْبَرَهُ أَنَّ هَؤُلَاءِ هُمُ الَّذِينَ هُمْ عَنْ
 الْفَسَادِ طَائِفَةٌ ۖ ضَمِيرُهَا رَاجِعٌ إِلَى مَصَانِعِ كُلِّ حِدٍ مِّنْهُمْ يَوْمَ يُصَالِحُ
 كَرِهِي مَصَانِعَ رَجُومِ شَيْاطِينِ هُنَّ أَوْ يَهْمِي خَلْقًا جَدًّا۔

(جواب) جو جسم مشرق و شمالی میں ہے وہ اہل زمین کی واسطے مصلح ہے امداد و
 قسم کے ہیں ایک جو مصلح باقیہ میں دوسرے وہ فنا ہوتے رہتے ہیں جو فنا ہوتے
 رہتے ہیں وہی شہاب اور جو ہم میں لیکن میں دونوں ایک ہی مادہ ہے۔
 عبداللہ بن سلام یہودی نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔
 سوال۔ ستاروں کی دو قسمیں ہیں۔

جواب۔ تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جو ارکان عرش میں ہیں جنکی روشنی ساتویں
 آسمان تک پہنچتی ہے۔

دوسری قسم۔ وہ ستارے ہیں جو دنیا کے آسمان میں مثل قندیل کے معلق ہیں
 اور انکی روشنی ساکنان دنیا کیلئے ہے انکے شراروں سے شیاطین مارے جاتے ہیں
 تیسری قسم۔ وہ تارے ہیں جو چاند میں معلق ہیں اور وہ دریاؤں کے اوپر کچھ دریاؤں
 میں ہے یا انکے اوپر ہے روشن کرنے کی غرض سے ہیں (بحار)

پہلی قسم ثوابت کی طرف اشارہ ہے جو ہمارے نظام شمسی سے خارج ہیں اور ہر ایک کا
 نظام علیحدہ علیحدہ ہے۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ محدود نظام کو نعرش ہے لہذا یہ
 سب ثابت ہی نظام کو نعرش علیحدہ علیحدہ قائم ہیں جو گھرے ہوئے ہیں کسی حد
 نظام کو نعرش یعنی عرش سے جسکو ارکان عرش فرمایا ہے۔ یہ وہ ثوابت ہیں جو ہر ایک
 اپنے نظام میں سیارہ کے روشن کرنے کی غرض سے ہیں جنکی طرف اشارہ
 ان الفاظ میں ہے کہ یہ روشنی انکی ساتویں آسمان تک پہنچتی ہے۔ ہر سیارہ
 کو بخاری اسکا شمار ہے اور روشنی نور بھی انہما کردہ بخاری کی مدد سے پہنچتا ہے

لہذا ہر سیارہ کا آسمان اپنے سبب سے روشن ہوا اور اُسکی بہت سے ارض
سیارہ بھی روشن ہوئی ساتون آسمان۔ روشن ہونے میں پہلے آسمان سے ساتون
آسمان تک روشنی پہنچتی ہے چونکہ مشہور سیارہ میں لہذا اتنے ہی آسمان بھی
ہونگے سات کا عدد بسبب شہرت کے فرمایا ہے یعنی جنکو تم آسمان سمجھتے ہو
اور ممکن ہے کہ اور نظاموں میں سات ہی سیارہ علاوہ امار کے ہوں۔

دوسری قسم جو معصوم نے فرمائی ہے شہاب ثاقب ورجم نیاز کیہ میں جو سما
و نیامین یعنی ہمارے کہ بخاریہ میں مثل قندیلون کے معلق ہیں کشف سے اور
اجرام کی جو محض سکان ارض کو روشنی پہنچاتے ہیں اسلئے کہ وہ ہوا کے فرکھن
روشن ہوتے ہیں انکی روشنی ہی تک آتی ہے کہ وہ ہوا کے اوپر وہ روشنی نہیں
ہوتے۔

تیسری قسم۔ وہ سیارات ہیں جو معلق ہیں کشف شمس سے ہما میں یعنی اپنے کو ہوا
کے جوہر میں کسی جسم میں ٹھکے ہوئے نہیں ہیں جیسا کہ متعین سمجھتے تھے ان
تینوں قسموں کو کوکب کہا ہے اور سب ایک ہی مادہ سے ہیں اسواسلئے کہ صفات
میں تغایر بخاشی مغایرت کو بیان ہی فرمایا ہے اگر مادہ میں جی مغایرت ہوتی تو وہ
مغایرت بھی ضرور بیان کیجاتی ہے۔

(۲) جناب امیر علیہ السلام ایک حدیث طویلی میں فرماتے ہیں کہ اور قرآن
دیا ہے خدا نے ہر آسمان میں شہابوں کو جو معلق ہیں (بخار) اس حدیث سے
صاف ظاہر ہے کہ ہر سیارہ کے آسمان پر اپنے ہر کہ بخاریہ جو محیط ہوا ارض سیارہ
آسمین وجود شہب نیاز کیہ اور رجوم کا نصف ہو گا ہمارا ہی کہ بخاریہ محض ہوس نہیں جو
جیسا کہ متاخرین بھی قائل ہیں کہ شہاب ثاقب ایسے اجرام ہیں جو اس بضاعت میں
میں مثل چلیپوں کے تیرتے پھرتے ہیں کبھی وہ بخاریہ میں آکر روشنی
ہو جاتے ہیں کبھی سی اور سیارہ میں گھس جاتے ہیں۔

۱۰۲۔ چاند اور ستارے اور رجوم دنیا کے آسمان کے اوپر ہیں (بخاریہ منشیہ)

متقدمین فلک دنیا فلک قمر کو کہتے ہیں اور فلک قمر کو کہتے نزدیک خرق و لیا
 نہیں قبول کرتا نہ اسپر اور ستارے ہیں نہ اس کے اندر رجوم و نخل ہو سکتے ہیں
 چہ جائیکہ اوپر چلا جانا فلک قمر سے اور حدیث باطل اس کے خلاف ہے ہوتا ہی
 ہے کہ قمر و نجوم نیاز کیہ اور رجوم و شہب یاب ہی آسمان کے اوپر ہوتے ہیں
 غایت مافی الیاب یہ ہے کہ شہب اس کرہ بخاریہ کے اوپر جان جائز بھی ہے
 روشن نہ چون لیکن جب وہ گرد ہوا میں اُتر آتے ہیں تو روشن و شعل نظر آتے ہیں۔

باب بارہواں تعدد عوالمین

۱۴۰۰۔ مقدمین سوائے اس عالم کے اور کسی عالم کے قایل نہ تھے
 لیکن ہئیتہ اسلامی بہت سے عالمین بتائی ہے اور یہ سلسلہ اسلامی تعلیمین
 و ہیات سے جو رہا ہے چنانچہ بہت سی حدیثیں اس سے متعلق وارد ہوئی ہیں۔
 (الف) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا نے بارہ ہزار عالم خلق
 فرمائے ہیں ہر عالم سبع سموات و سبع ارضین سے بزرگ ہو کر ایک عالم
 کے لوگ دوسرے عالم کے وجود سے بیخبر ہیں۔ منتخب البصائر خصال بجان
 انوار نعمانیہ شرح حدیث کاملہ اس حدیث میں بارہ ہزار ان ثواب کا ذکر ہے جو
 بزرگی میں ہمارے آسمان و زمین میں اس نظام شمسی سے بڑے ہیں ایک عالم کو
 دوسرے عالم کی خبر نہیں انکی دوری ہمیشہ اس قدر ہے جسکو عقل بھی ادراک
 نہیں کر سکتی لیکن کیسا ہر ایک پر ایسی مخلوق ہے جو عاقل و فہیدہ ہے کیونکہ
 علم ہونا یا نہ ہونا آثار حیات و عقل و ادراک سے ہے۔

(ب) یمن کا ایک منجم خدمت امام جعفر صادق علیہ السلام میں حاضر ہوا حاضر نے
 فرمایا میں تمھو کو مینہ کے اُس عالم کی خبر بتاؤں جو ایک ساعت میں تپتی سیر
 کرتا ہے یعنی سو بج ایک سال میں سیر کرتا ہو مٹی کو وہ عالم قطع کرتا ہے بارہ ہزار
 عالموں کو جو بھارے عالم کے مانند ہیں ان عوالم کے لوگ کچھ بھی نہیں جانتے کہ

خدا نے آدم و ابلیس کو خلق کیا ہے یا نہیں (رجحان، بصائر الدراجات، بحار،
اختصاص)

عالم و ہنسے اپنے نفس قدسی کی طرف اشارہ ہے اور سیر سے ممکن ہو سیر حانی
ہو یا مثل سیر فلکی کے محض نظر سے ملاحظہ و معائنہ مراد ہو جیسا کہ منجین صدی ۱۱
سے نظارہ فلکی اور سیر فلکی کرتے ہیں۔

(رجحان) ایک بزم خدمت امام زین العابدین علیہ السلام میں حاضر ہوا حضرت نے
فرمایا میں تجھ کو ایسے شخص کو پہنچاؤں کہ جس کی سیر اتنے عرصہ میں ختمی ویر تجھ کو سیر
پاس آئے جو گئے گدی چودہ عالموں میں ہوئی ہمارا ہر عالم اس دنیا سے تین حصہ
بڑا ہے باوجودیکہ وہ عالم اپنی جگہ سے نہ ہلا ہو۔
منجم۔ وہ کون بزرگ ہے۔

امام علیہ السلام۔ میں ہوں اگر تو کہہ تو تجھ کو بتا دوں تو نے کیا کھایا اور کیا تیرے
لکڑ میں ہے (بحار، بصائر الدراجات، شرح صحیفہ کاملہ، اختصاص)
اس حدیث میں اُن عالموں کا ذکر ہے جو ہمارے نظام شمسی سے بڑے ہیں
جتنا اور اک ہمارے علم و حواس سے خارج ہے۔ مراد سیر سے سیر و حانی
ت یا سیر یعنی نظارہ فلکی ہے کیونکہ خود فرمایا ہے کہ تیرے سامنے موجود
اور حرکت نہ کروں۔

(د) ابن عباس نے تفسیر رب العالمین میں فرمایا ہے خدا نے تین
سودس عالم خلق فرمائے ہیں پخت پر کوہ قاف کے اور پخت پر سات
دیاؤن کے جو چشم زدن بھی خدا کی نافرمانی نہیں کرتے نہ انکو آدم کی خبر ہے
نہ نبی آدم کی ہر عالم اکٹھا تھا کہ آدم و اولاد آدم سے تین سو تیرہ درجہ زاید
درجہ، تفسیر قمی کہ
تعداد عوار کو پخت کوہ قاف پر بتایا ہے ممکن ہے کہ وہ ظل مغربی زمین کی
جیسا کہ مفسر بیان کیا ہے اور سات دیاؤن سے مراد سات سیاروں۔

مدار بین جہاں بھر سے مخلوق ہیں اور انکو سات دہاؤں سے تشبیہ دی ہے اس بیان سے معلوم ہوا کہ یہ عوالم ہمارے نظام شمسی سے خارج ہیں۔ اور یہ فرمان کہ تمہارے آدم و نوحی آدم کے تین سو تیرہ حصہ شاید یہ عالم کی مردم شماری ہو اس سے یہ مطلب ہے ابتدا سے آدم سے انتہا تک بنی آدم تک جتنی مخلوق ہوگی اس سے تین سو تیرہ حصہ زیادہ آبادی ہر عالم کی ہوگی۔

(۷) جناب رسالت مآب نے فرمایا۔ خدا نے اٹھارہ ہزار عالم خلق فرمائے ہیں یہ دنیا انہیں سے ایک عالم ہو کہ کتاب اولیث عمر قہ می، بکار (۸) ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا میں آپ پر خدا ہوں کیا یہی ہے قبہ حضرت آدم۔

امام علیہ السلام۔ ہاں قسم خدا خدا ہے ایسے ایسے بہت عالم خلق فرمائے ہیں اس وقت بھی تمہارے مغرب کی پشت پر آتا لیس مغرب ہیں انہیں جملہ ارض منین ہیں جو خلق خدا سے مخلوق نورانی سے روشنی پانے میں بقدر شجر زون کی کھلی ٹھونڈی خدا کی نافرمانی نہیں کی انکو اسکی بھی خبر نہیں کہ تمہارے آدم کی خلقت ہوئی یا نہیں (کافی، بکار، بصائر الدرجات) پشت مغرب پر آتا لیس مغرب فرمانا اشارہ اسطرح ہے کہ آتا لیس اور نظام شمسی ہیں ہمارا حقیقی مغرب جہاں اس سورج کی روشنی کا قطعی اثر نہیں اس نظام شمسی کے باہر اور آتا لیس مغرب ہیں یعنی آتا لیس نظام شمسی ہیں۔ انکی زمینیں مخلوق الہی سے سمور ہیں انھوں نے کبھی گناہ نہیں کیا وہ مثل ہمارے شریر الطبع نہیں موصوم خلقت ہے انکو ہمارے آدم کی خبر نہیں جس طرح سے ہکو اس مخلوق کی خبر نہیں ہے۔

(۹) امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک شب میں آسمان کی طرف نظر فرما کر اور جہاں ثمالی سے فرمایا کہ یہ قبہ فلکی ہمارے پر بزرگوار حضرت آدم علیہ السلام کا ہے خدا نے علاوہ اس کے آتا لیس اور قبہ خلق فرمائے ہیں جنہیں ایسی خلقت ہے جنہوں نے طرفہ العین کبھی گناہ نہیں کیا۔ (کافی، کافی، بکار) اس زمین آتا لیس نظام شمسی

خبر ہے جسکی مخلوق مصوم ہے۔

(ح) جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے اکابر دو سو عالم خشکی میں خلق فرمائے ہیں اور ایک ہزار دو سو عالم بحر میں اور اقسام نبی آدم کے ستر ہین تاس کا اطلاق نبی آدم ہے پر ہے سوائے باہج و ماہج کے (کافی، بحار) اس حدیث میں بظاہر ان عوالم کا ذکر ہے جو نبی آدم سے معمور ہیں یعنی ستر قسم کے انسان دو ہزار چار سو بحر میں و برمی عوالم میں آباد ہیں باقی عوالم کی مخلوق انسانی مخلوق سے علاوہ ہے۔

(م) امام محمد باقر علیہ السلام نے باہر سے فرمایا۔ تو شاہکیان کرتاوی کہ خدا نے یہی ایک عالم بنایا ہے یا شاید تو یہ سمجھتا ہے کہ تیرے سوا اور کوئی قسم بشر کی خلق میں ہوئی قسم بخدا خدا نے لاکھ عالم اور لاکھ آدم خلق کیے ہیں تم بلکہ آخر میں ہو اور یہ سب آدمی تھے (بحار) آخر عوالم سے تاخر زمانی مراد نہیں ہے بلکہ ایک تاخر طبعی ہے۔ دوسرے تاخر شافی ہے۔ تیسرے تاخر مکانی ہے وغیرہ وغیرہ نہیں معلوم مراد مصوم اس تاخر سے کیا ہے خدا ہی جانے۔

(د) جناب امیر علیہ السلام نے سرخیل و ہقان نجم سے فرمایا کہ ستر ہزار عالم ہیں ہر عالم میں ستر ہزار ہر روز پیدا ہوتے ہیں اور ستر ہزار ہر شب کھمکتے ہیں (انوار نعمانیہ، بحار، اجتماع، شرح صحیفہ سجادہ)

دیکھو آجکل نقشہ ولادت و فوت بنایا جاتا ہے اسکے موجب بھی یہی حضرات ائمہ معصومین ہیں جس طریقہ کو مسلمان بھلا بیٹھے۔ امام علیہ السلام نے نجم سے ان ستر ہزار عالموں کا ذکر فرمایا ہے جسکی آبادی اتنی ہے کہ ہر روز ہر عالم میں ستر ہزار مرتے (اور ستر ہزار پیدا ہوتے ہیں اس سے معلوم ہو کہ ان عالموں کی آبادی ہماری زمین کی آبادی کے بعد ہے۔

اور اسی روایت کو دوسری سند سے اطلح سے لکھا ہے کہ "لاکھ آدمی ہر روز پیدا ہوتے ہیں اور لاکھ ہر روز مرتے ہیں" اس بنا پر آبادی ہماری زمین سے زیادہ

لیکن یہ بھی ایک قیاسی بات ہے خشک اندازہ اور قیاس ہمارا اہم وقت صحیح ہو گا جب ہم فصلوں کے تغیرات اپنی زمین کے ویسے ہی قرار دیں جیسے ان کروں پر جن ممکن ہے فرق ہو اور شکون میں ایک لاکھ روزانہ مرتا ہو۔ اس کل بیان سے معلوم ہوا کہ عالم ہی عالم پر منحصر نہیں ہے لاکھوں اعلیٰ عالم ہیں اور ان کے اقسام بھی جدا ہیں جنکا قیاس اس عالم پر نہیں ہو سکتا۔

۱۰۴۔ اخبار و احادیث میں تعدد عوالم میں پیدا اختلافات ہیں بعض میں چودہ بعض میں چالیس بعض میں ستر بعض میں تین سو دس بعض میں ہزار بعض میں چار ہزار بعض میں سات ہزار بعض میں چالیس ہزار بعض میں ستر ہزار بعض میں اسی ہزار بعض میں لاکھ بعض میں چھ لاکھ بعض میں کروڑ بعض میں غیر متناہی عالموں کا ذکر ہے ان اختلافات کو اختلاف بیانی نہ خیال کرو بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض آیات میں مقامات ان عوالم کے نہ کوہیں بعض میں اقسام عوالم کا ذکر ہے بعض میں مجموع عوالم کا ذکر ہے بعض میں برسبیل سبالتہ ذکر ہے بعض میں مخاطب و سامعی شخص محدود نہیں کر سکتا۔

۱۰۵۔ یہ کروڑوں عالم جنکا اخبار میں ذکر ہے کہاں ہیں۔

(الف) خدا فرماتا ہے: رَبِّ تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرْجًا وَجَعَلَ فِي السَّمَاءِ مَنَازِلَ آفَاقِ کو خدا بابرکت ہے جسے آسمان پر بروج بنائے۔ اصطلاح میں منازل آفاق کو بروج کے ساتھ تعبیر کرنا یہ اصطلاح بعد ہمارے نبی کے حادث ہوئی ہے عباد بظاہر اس اصطلاح کے حدوث کی ہی ظن ہے کہ معنی لنوی بروج کے تصور بنا ارفع کے بن تعلید یونانی فلسفہ کی مانع تھی اس امر سے کہ ان لنوی مسنون میں استعمال کو مجبور بروج سے بارہ بیچ سورج کے مراد لے لیں۔ ہر کو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس مجبوری کو اختیار کریں بیشک بیچ سے مراد قصور و فیض اور شہر و عمارات نجوم کے ہیں جو سما زمین یعنی جہت فوق میں موجود ہیں یعنی کرہ بخاریہ و ایتھر میں بیشک جن کو کلب کرہ بخاریہ محیط ہو گا وہی مسکوئیت ذریعہ کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

(ب) خدا فرماتا ہے : ”ومن یباینا خلق السموات والارض وملتک فیہما سن دابة“ (سورہ) خدا کی نشانیوں میں سے آسمان و زمین کی ہے اور وہ مخلوق جو آسمان و زمین میں از قسم دابة ہے۔ آسمان ہر پلندی کو کتے میں لندا تمام کرات فوقانی زمین میں اور دابة لقتہ عرب میں زمین پر چلنے والے کو کتے میں تیرہ سو سال پیشتر بتایا گیا ہے کہ جس طرح سے یہ زمین حیوانات بری بھری رکھتی ہے اس طرح سے اور کو نہر بھی ذیروح موجود ہے۔

(ج) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا : ”لوگ گمان کرتے ہیں کہ آسمان ویران و غیر آباد ہیں“ انہیں کوئی ایسی شے نہیں جو لایق توصیف ہو (محتاج) صاف بتایا ہے کہ اس فضاء نامتناہی میں لاکھوں عالم مثل اس عالم کے آباد ہیں۔

(د) ایک حدیث طولانی میں کعب الاحبار سے امام حسن علیہ السلام نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ ”ہر شاہ آسمان کے ستاروں میں ایسا ہے جیسے زمین کا بہت بڑا آباد شہر (بحار، تفسیر فرات) اس حدیث میں مساحت و طول کے تشبیہ نہیں ہے بلکہ آبادی سے تشبیہ ہے اور یہ بتایا ہے کہ ستارے مخلوق ذیروح سے آباد ہیں۔

(هـ) جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ستارے جو آسمان پر معلوم ہوتے ہیں یہ سب شہر ہیں مثل اُن شہروں کے جو چاروں زمین پر آباد ہیں ہر شہر ایک عمود نور سے بستہ ہے طول ہر عمود کا آسمان میں دو سو پچاس سال کی ماہ ہے الحدیث (تفسیر قمی، بحار، مجمع البحرین) صاف بتایا ہے کہ یہ ستارے جو افق میں روشن و تابان نمودار ہیں سب شہر و اراضی معمورہ ہیں عمود نور سے مربوط ہونا اشارہ قوت جاذبہ شمسی کی طرف ہے یعنی ہر شاہ جذب مرکزی سے سورج کے معلق ہے اور وہ خط عمودی جاذبہ شمسی کا عمود نور سے تعبیر ہوا ہے۔

(و) امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابو بصیر نے روایت کی ہے۔ فرمایا

ساتون آسمانوں میں کوئی آسمان ایسا نہیں ہے جس پر مخلوق خدا نہ ہو اور مابین
 اُملاک بھی مخلوق ہے پھر ابو بصیر نے عرض کی زمین کی حالت کیا ہے فرمایا
 پانچ زمینوں میں خلقت ہے اور دو میں کوئی نہیں ہے (بحار) آسمان سے مراد
 اگر کرات فوقانیہ ہیں تو مابین آسمان سے مراد کرہ بخاریہ و ہوائیہ ہو گا اور اگر آسمان
 مراد کرہ بخاریہ و ہوائیہ ہے تو مابین سے مراد کوکب ہو چکے اس حدیث میں
 خلقت سے مراد فیروح ہے حیوانی ہو یا انسانی بیشک کرہ ہوا بھی فیروح ہے
 خالی نہیں جس طرح کوکب فیروح مخلوق سے آباد ہیں اور چونکہ مشہور اُسوقت سبع سیارہ
 تھے لہذا اراضی سے مراد ارض سیارہ ہو گی اور چونکہ وہ لوگ چاند و سورج
 کو سیارہ سمجھتے تھے عجب نہیں ان دو کی نسبت عدم خلقت کا ذکر ہو جیسا کہ
 جدید تحقیق میں بھی مشہور ہے کہ سورج و چاند ویران ہیں اور ممکن ہے ارض برکان
 اور ارض عطارد و مراد ہو واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(۲) مفتی نیما نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آسمانوں کا حال پوچھا
 حضرت نے فرمایا سات آسمان ہیں اور کوئی آسمان ایسا نہیں ہے جو مخلوق
 نہ رکھتا ہو اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے مابین بھی مخلوق ہے
 یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک کی یہی حالت ہے پھر انھوں نے زمین کی حالت
 پوچھی فرمایا زمین بھی سات ہیں پانچ زمینوں میں مخلوق خدا ہے اور دو میں ہوا
 اور کوئی شے مخلوق نہیں ہے (بحار) اس حدیث سے دو ان سیاروں کا پتہ
 لگتا ہے جنہیں مخلوق فیروح نہیں ہے صرف ہوا ہے وقت ارشاد اُن و سیاروں
 کرہ ہوائیہ و بخاریہ سے معلوم ہوتا ہے ممکن ہے اب انہیں صلاحت
 سکونت مخلوق کی پیدا ہو گئی ہو اور مراد اُن سے اراضی برکان اراضی عطارد و ہوا
 ۱۰۶۔ جو کچھ اخبار و احادیث میں بتایا گیا ہے وہ بلا تاویل صاف و واضح
 طور پر اس امر کی دلیل ہے کہ یہ ستارے سب آباد ہیں اور لاکھوں عالم ان میں
 بستے ہیں البتہ معیار و کمی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ وہ غیر آباد ہیں حکماء متقدم

میں بعض قایل ہیں کہ سورج، عطارد، برکان، زحل، یورنیس، پچون، غیر آباد ہیں انکا خیال یہ ہے کہ سورج بسبب حرارت ذاتی سکنت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور عطارد و برکان قرب آفتاب کی وجہ سے اسقدر شدید حرارت لکھتے ہیں کہ ذیروہ کا سیر و جو ممکن نہیں۔ اور زحل و یورنیس و پچون بھشس کی وجہ سے اس حد پر ٹھنڈے ہیں کہ کوئی زندگی باقی نہیں رہ سکتی۔

ہمارے نزدیک متنازعین کا یہ خیال اور قیاس غلط ہے کئی وجہوں سے۔ ایک۔ کوئی سیارہ ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتا کسی زمانہ میں بجید گرم کبھی زمانہ میں بجید سرد کسی زمانہ میں معتدل ہوتا ہے یہ قیاس غلط ہے ہمیشہ سیارہ کو ایک حالت پر قیاس کریں ممکن ہے لیوقت صلاحیت سکنت کی نہ ہو پھر ایک عرصہ دراز کرنے پر صلاحیت پیدا ہو جاوے یا اب ہو اور آئندہ نہ ہو۔ دوسرے۔ سیاروں کا گرم و سرد ہونا منافی خلقت کے نہیں ہے بیشک ایسی مخلوق ہو سکتی ہے جو خاصیت و مزاج میں اس کرے کے مشابہ ہو البتہ خلانت طبع کہ مخلوق کا وجود محال ہے جیسا کہ ہمارے کرہ کے خطا استوائی کے قریب کی مخلوق کیسی قوی اور موٹی جلد کی ہے جو اس گرمی کو کس تحمل سے برداشت کئے ہوئے ہے اور ہم اسکا تحمل نہیں کر سکتے پس اپنی حالت پر دوسرے کو قیاس کرنا بے محل ہے۔ سطح سے قطب جنوبی و شمالی کے قریب کی مخلوق وہاں کی سردی کی کیونکر تحمل ہے جسکا ہم تحمل نہیں کر سکتے پرانے بروئے کھنوں میں کیڑے کیونکر زندہ رہتے ہیں جو تھوڑی ہوا لگنے سے مر جاتے ہیں مچھلی کھونگا سیپ پانی میں سطح سے زندہ رہتے ہیں اور ریت میں مچھلی تے ہیں انسان پانی میں نہیں رہ سکتا بچہ شکم مادر میں غلافوں اور تھون میں جلیوں کی پٹیاں مچھلیوں سے زندہ رہتا ہے وچ یہی ہے کہ قابلیت و ہمت و ہر ایک کی جدا ہے۔

تیسرے۔ محض سورج سے قرب و بعد حر و سردی کی زیادتی کا سبب نہیں ہو سکتا

بھی دیگر اسباب خارجی شریک ہو کر مزاج بدل دیتے ہیں جیسے لطافت کثافت
 ہوا کی جمالیہ کی چوٹیوں کو دیکھو گویا وسط منطقہ حارہ میں ہیں لیکن ہمیشہ چوٹیوں
 برف سے ڈھکی رہتی ہیں اور دامن کوہ میں یا بھل یا صحرا باد و نشیب ہونے اور
 آفتاب سے دور ہونے کے پھر بھی گرم رہتی ہیں پس ممکن ہے جو سیارے
 سورج سے قریب ہوں اُنکے ساتھ دیگر اسباب خارجی بھی ہوں اب کا محاط ہونا
 ہوا کا لطیف ہونا یا خود سیارے کی بروقت ذاتی رکھنا فضولن کو مستعد
 بردے سیاحت سے جو سیارے دور ہیں آفتاب سے اُنکے اجسام ذاتی کی
 حرارت ہو ہو اہل ان کی کیفیت بہ کثرت اتمار سے گرمی جو جسکی وجہ سے وہ انکی
 زمین مستدل ہو لہذا یہ کہہ سنا کہ ان سیاروں پر مخلوق نہیں بلا دلیل ہی وہی وجہ جو
 حکیم ہرخل اور اراغوسولج تک پر ذیروح کے امکان کے قابل ہیں اور عطارد
 پر بھی ذیروح کا وجود بتانے میں حکیم فوٹیل صاحب کا خیال ہے کہ اگر عطارد کی
 مخلوق بہت چھوٹی ہوگی بلکہ مین آبلو ہے کیونکہ بہت چھوٹے قد کی مخلوق ہے اور
 شمسی کی تیزی کی وجہ سے مجنون معلوم ہوتی ہے اور یہ لوگ غل ملائکہ کے ہیں
 جو پردہ اور مخلوق معلوم ہوتی ہے اور جو مضامین اوڑھتے نظر آتے ہیں جو وہ مانتے
 ہیں جسے چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔ (سیاحتہ عطارد مولفہ فوٹیل صاحب
 مطبوعہ ۱۸۵۶ء)

ڈاکٹر ہوک امریکی کا خیال ہے کہ یہ عطارد کی ذیروح مخلوق ارضی مخلوق سے زیادہ
 ترقی یافتہ ہے جسمانی اور عقلی حیثیت سے۔

حکیم ہوک صاحب نہ ہو پر بھی ذیروح کے وجود کے قابل ہیں۔

حکیم فلامیون فرانسس نے کہا ہے کہ مریخ کی مخلوق تمدن مخلوق ہے اور کامل
 ہے صنایع میں۔ ڈاکٹر میکائیل کا بھی یہی خیال ہے کہ وہ ذیروح سیاح سے ملتی
 پھرتی ہے جیسے ہماری زمین کے باشندے اُن لوگوں نے اپنے کو چرچملا اور
 نہرین بنا رکھی ہیں۔

ہوگ صاحب کا بھی یہی خیال ہے کہ مریخ کی مخلوق ہم سے زیادہ عقلمند ہے اور چونکہ مریخ کی عمر ہماری زمین سے زیادہ ہے اور وہ زمین سے پہلے سرد ہو چکا ہے لہذا اس پر انسان ہماری ارضی مخلوق سے پیشتر خلق ہوا ہے اور اس کی ترقی ہماری ترقی سے زیادہ ہونا چاہیے۔

سر آلیور لالچ اہل مریخ کی شکل و صورت کی نسبت لکھتا ہے کہ منہ انگریزی حروف کی طرح سے ہیں اور انگو بہت دیو قد اور شہزور سمجھتے ہیں کیونکہ انکی کشش ثقل کرہ ارض کا ایک تہائی حصہ ہے۔

ایلیز نے بھی اپنی کتابوں میں اہل مریخ کی یہی شکل بتائی ہے اس کتاب کا نام "The People of Mars" (یعنی مختلف دنیاؤں کی جنگ آرائی) مصنف کتاب لکھتا ہے کہ یہ مشکل مینی مریخ سے چند آدمی وہاں کے کھوکھلے لمبے لوگوں کے اندر بند ہو کر آئے اور انگلستان میں حملہ کیا ان چند آدمیوں کا مقابلہ نہ ہو سکا کیونکہ اُنہیں پاس ایک ایسا آلہ تھا جس سے وہ چند منٹ میں بیلون تک آگ لگا دیتے تھے آخر کار آب و ہوا کی ناموافقیت کے سبب سے مر گئے۔

بعض حکما را باشندگان مریخ کو بن مانس کی اور بعض دیکھ کی شکل کا بتاتے ہیں انسان کو یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ میں ہی تمام عالم میں اشراف المخلوقات ہوں آبی ہم سب اور رقابت کے لئے مریخ اپنی آبادی پیش کرتا ہے اگر وہ اس دنیا پر حملہ آور ہوں تو یہاں کے لوگوں کا ناس کروین جیسا کہ خدا فرماتا ہے وانی معہکم بآلف من الملائکۃ مردفین (سورہ انفال) مجھے تمہاری مدد دینا ہرگز ملانکہ آگے پیچھے بھیجے یہ رسول سے ارشاد ہے بن ملائکہ نے تمام لشکر کفار کا خاتمہ کر دیا تھا۔

یہ مخلوق آب و ہوا کی بدولت نہیں کر سکتی اگر وہ چند روز یہاں زمین تو وہ کھنڈر و جاوین اسیکوہ فرماتا ہے یہ قل لوکان فی الارض عیشون مکامثین لمن لدنا اہلہم من السماء ملکاً رسولاً (سورہ اسراء) انہوں نے زمین پہلا ملک اہلین

کے ساتھ جس بھر سکتے تو ہم نبی آدم پر آسمان سے ملک کو رسول بنا کر بھیجتے۔
یہ بے اطمینانی ننگو آبی نادا اقصیت آب ہوا کی وجہ سے ہے۔

بعض حکما کا خیال ہے کہ میخ پر وزن ہر ٹھکے کا زمین سے ٹلٹ رہ جاتا ہے لہذا وہاں کے باشندے بہت ہلکے ہو گئے۔

ڈاکٹر لوئل صاحب امریکی نے بھی ۱۹۰۷ء میں ایک کتاب میخ کے حال میں لکھی ہے جس میں مخلوق ذیروح و عاقل کا وجود ثابت کیا ہے لیکن ڈاکٹر روس صاحب نے تردید کی ہے اور اُنکے نزدیک میخ پر پانی نہیں ہے لہذا کوئی وہاں ذیروح نہیں ہو سکتی۔ پھر مسٹر سیلفر صاحب نے سپاٹر سکوپ کے تحقیقات کر کے کہ میخ پر بخارات مائیکرو جوائنٹ ثابت کیا اور جب پانی ثابت ہوا تو مخلوق ذیروح کے وجود کا بھی کوئی مانع نہ رہا۔

مسٹر لوئل صاحب نے ایک اور مدلل کتاب میخ کی مخلوقات کے اثبات میں لکھی ہے صاحب عقل و فطانت لکھا ہے۔

ڈاکٹر ولف صاحب المانی کا خیال ہے۔ چونکہ روشنی سوچ کی کرہ مشتری پر کم پہنچتی ہے لہذا وہاں کی مخلوق بہت تیز نظر ہوگی اور بہت قداور۔

بعض حکما کا خیال ہے کہ نظر میں مشتری اگرچہ بہت چھوٹا سا مہموم ہوتا ہو لیکن وہ زمین سے بہت بڑا ہے اور اُس پر پانی ابر و باران سب کچھ ہو سکتا ہے پس شخص مشتری پر زندگی پر نظر کرے اور اس بات کو دیکھے کہ اُس کے چار قمر ہیں تو کیونکر ہے اُس کو اس بات میں شک ہو سکتا ہو کہ مشتری باوجود اس دست کے غیر آباد ہے باوجودیکہ زمین ایسا چھوٹا سیارہ آباد ہوا و مشتری ویران ہو دیکھنے والا حالات ارضی کا سمجھتا ہو کہ خدا نے کوئی شے اسکی عبث و فضول نہیں بنائی تو پھر اتنا بڑا کرہ مشتری کا عبث و فضول کیوں بنا گیا۔ مشتری ہمہ فری و فنی کا خیال ہو کہ سکان ارض محل فصائین اوتے نظر آتے ہیں اور اُنکے رنگ یا سبائی میں یا گلابی ہیں اور غذا اُنکی عنصری رقیق مثل گیز کے ہوتی ہے بڑے جسم لوگ ہیں جو فضا اور طبقات ابر میں اڑتے نظر آتے ہیں۔

الکثرین قولاً کلیموس نے مخلوقات پر چون کو بنائی انسان کہا ہے۔
 المختصر یہ تھے اقبال حکما و محال کے نسبت مخلوقات کو ایک کے اور۔۔۔ شیعہ نیرو سول
 ہیتہ اسلامی پر کیا کر قہ و عولم اور باوری کو ایک کی خبر دے۔ بی جی جیسوہ ہا سنہ یونان
 نے لائے تھے جو انکی جہالت کی دلیل تھی و کچھین حال کے فلاسفا۔۔۔ ابابہ بنی تھو و اب
 صدق ل سے کلمہ پڑھتے ہیں خدا جلد وہ زمانہ بھی لاوے آمین۔

درود

مسلمانو! جو کچھ خدمت اسلام ہمنے کی اور کہتے ہیں اس سے اب ایک نیا وقف ہونی
 جاتی ہو لیکن ہمارے باہمت مسلمانوں نے اس نئی خدمت میں جو کچھ۔۔۔ ساقی ویا۔۔۔ کے
 اظہار سے شرم تھی جو کچھ کتابوں کے ذخیرہ کی اس امر ہم کو اسلئے ضرورت تھی انہیں سے ایک کتاب کو
 اہلکومیسہ نبوی طبع و اشاعت اور بد طبع و اشاعت خریداری کتب جو کچھ زمانہ وہ ظاہر ہے۔
 اس نے عظیم کردار کے واسطے الطینان اور فارغ البالی کی۔۔۔ بقدر ضرورت تھی وہ مقننہ۔۔۔ کے لئے
 نہ پوچھا کہ یہ سلسلہ تصنیف کیونکر جاری ہے اور کس طرح جاری جاتی ہو جائیگا۔۔۔ کہ
 تیار ہیں کہ تصدیق و مقابلہ کا پی و پروف تک کا تنہا ہمنے کیا اور اپنے اتنی ہی۔۔۔ وہی نہ تھا
 مر جابو جو خوش مذہب یا یہ ہے ہمد روی دینی۔ مسلمانو۔ غیر مذاہب و کھلم کچھ سبق کو چھوٹے
 چھوٹے کاموں میں سب کے سب کس طرح سے ہمدل و ہمدردان ہو۔ تمہارے۔
 اپنے اسلاف کی سیرت پر نظر کرو تا دین پر صرف فلسفہ و فکر کے مقابلہ کے لیے جو شخص
 آمادہ ہوتا تھا تمام قوم حکومت و سلطنت سطح سے اسکی حمایت دینی تھی اسوقت
 دین تھا را دہریوں کے ہاتھ سے بچا ب کیا ہو گئیں ممتدین تمہاری کیا ہو گئیں غیر ممتدین ہر روز
 اسلام پر تمام دنیا کے حملہ ہوتے ہیں جو مسلمان ہی بچے جازا۔۔۔ انکی تباہی کے بچے
 پڑے ہیں کوئی ایسا نہیں جو اسلام کی غربت پر دوا آسوا ہو۔۔۔
 ہمسے سنو جو کام لاکھوں کی امداد سے ہوتا اسکو ہمنے خدا کی تائید سے فائزین کر دیکھا یا
 جس کام کے لیے قوم کی ایک بڑی حیثیت کی شرکت کی ضرورت تھی وہی کام ایک

شست ہفتواں سے لکرویا۔ یہ بین دلیل صداقت اسلام کی بنین تو کیا ہے۔
 مسلمانوں۔ یہ زمانہ بیداریکا نئی اسلام کی حمایت کا ہی، خدا کی نصرت کا ہول نمان ہاتھ پیر اور
 تلوے جہاں کی مدد کر دے تو بڑا پار ہو ورنہ یہ ناؤ جو سفینہ تجاہل کے دو با جہا ہستی جو۔
 دھانڈا نہ رہتا ہے کہ لگانا تصنیفین کرو غیر قوموں تک لنگو ہو پوچھاؤ جلسہا سے
 زنا قید کرو، بنین ہا نفرسین اسلام کی تائید میں بنا کرو یہ زمانہ سکوت کا نہیں ہے
 بری خبری شی کر نیدہ کانفرنس نے امامیہ مشن جاری کرنے کا قصد کیا ہے ہکو
 اسے میری منتقب کیا بخا قریب سال ہو نیلے آیا اب تک تو کچھ ظاہر نہ ہوا
 ایسی ہی لکھنؤ میں ایک انجمن بنام انجمن مین الاسلام چند جو شیلی جانوں نے قایم کی ہے
 بنیلے ان اس۔ تاکہ سب بہت اچھے بین عللے اسلام کے تصانیف اردو زبان
 کے سائن کرنا لکھو۔ دینی واعظ افراجم کرنا قوم میں تہذیب اخلاق و اتفاق و دینی خیالات
 تعلیم دینا، سفید تعلیم الاطفال بذریعہ سنڈے اسکول کے جاری کرنا یہ سب اُسکے
 مقاصد ہیں۔ لکے آنریری سکریٹری ہمارے دوست مرزا محمد عالیقدر صاحب ونگر افرا
 بنین لیکن قوم کی کہ توجہ ہکو مایوسی دلاتی ہے اور ہماری قوم کا کوئی کام سنوہ نے نہیں
 حاکم ہوتا کاش قوم اب بنی ہوشیار ہو خواب غفلت سے بیدار ہو کر کانفرنس کے
 لکے اس دینی سکشن کو علی جامہ پہنا دے یا اس چھوٹی سی انجمن کی دستگیری کر کے
 اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے کے قابل بنادے مگر ہکو مایوسی ہر جہاں طرف جوشی کی
 لکھنا دن نے ہکو مایوس کر دیا اور ہکو یقین ہے کہ اسلامی کشتی کا ناخدا جب تک اس
 قلم نگار نے اپنے مال جہاں آرا سے منور نہ کر لیا ہماری سوتی قوم اب نہیں چوکنے کی
 ہرگز نہیں چوکنے کی اللہ عجیل فرجہ و سہیل محض جہ۔

الشیہ احمد بن حضرت شمس العلماء الشیہ محمد بڑا بیٹا شاہ

ہر نوٹ۔ صدر دفتر لکھنؤ۔ رکاب گنج قدیم ہے۔

فہرست مضامین کتاب فلسفۃ الاسلام جلد ہیئت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸	چاند و شہاب سمار دیا پرہیز	۱	باب پہلا ماہیت افلاک
۲۹	آسمان فلک کے نیچے ہے۔	۲	مستحقین کے نزدیک فلک جسم نہیں ہے۔
۲۹	تفسیر ام السار بنا ہوا۔	۳	اسلامی تعلیم میں فلک جسم نہیں ہے۔
۳۱	احادیث و قرآن میں طبقات	۴	شیخ کے نزدیک فلک کی ماہیت
۳۱	آسمان کا ذکر ہے سر	۵	اور اس کا ابطال شرع سے
۳۲	ترتیب سات آسمان کی۔	۶	آسمان میں حشر و التیام
۳۳	اساتیرت میں آسمان کا وزن۔	۷	باب دوم ماہیت آسمان
۳۴	آسمان سات ہیں۔	۸	عرف و لغت سمار کے سنے
۳۴	باب پانچواں عرش و عرش مکرسی	۹	اسلامی تعلیم میں سمار کے سنے
۳۶	عرش و کرسی کے سنے	۱۰	جناب امیر علیہ السلام کے نیچے
۴۱	عرش و کرسی مجسم ہیں۔	۱۱	سمار کی حقیقت
۴۱	ساق عرش۔	۱۲	وہ اخبار جنہیں خلقت افلاک
۴۲	سراوقات	۱۳	بمقارنات بتائی ہے
۴۲	قوایم عرش۔	۱۴	وہ اخبار جنہیں خلقت افلاک
۴۳	عرش خدا ستر اوارے	۱۵	وہ عرش سے بتائی ہے
۴۳	منور ہوتا ہے	۱۶	وہ اخبار جنہیں خلقت افلاک
۴۳	قندیلوں کا ذکر	۱۷	باب تیسرے
۴۴	وہ سرے طریقہ سے قندیلوں کا ذکر	۱۸	آسمان کا بدو بنی رنگ ہے
۴۵	حاطان عرش و کرسی۔	۱۹	افلاک بعد میں خلق ہوئے
۴۶	عجب دسراوت کی تاویل	۲۰	باب تیسرا حالات فلکی
۴۶	عجابوں کا ذکر	۲۱	آسمان مقہما ہے ہوا پرہیز
۴۹	باب پانچواں دیا ہوا آسمانی		
۴۹	وجہ قاف دیاؤں کا عقی۔		
۵۲	دیا ہوا ہے نور کا ذکر۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۷	سورج کی حرارت ذاتی ہے۔	۵۸	جبل قاف نخل مخروطی ہے۔	۲۸	جبل قاف نخل مخروطی ہے۔
	اسلام میں آفتاب کو مہدن نوٹ	۵۹	جبل قاف ذرہ کساخند ہے۔	۲۹	جبل قاف ذرہ کساخند ہے۔
	فار فرمایا ہے۔	۶۰	جبل قاف تمام خلوق کو محیط ہے	۳۰	جبل قاف تمام خلوق کو محیط ہے
۸۲	وزن آفتاب۔	۶۱	جبل قاف کا طول و عرض	۳۱	جبل قاف کا طول و عرض
۸۳	باب ساتون تعداد ثوابت عالم	۶۲	باب چٹا آفتاب کا بیان فلسفہ	۳۲	باب چٹا آفتاب کا بیان فلسفہ
	مالہ جہانی ہی عالم میں منحصر نہیں ہو		جدیدین آفتاب مرکز حرکات پر		جدیدین آفتاب مرکز حرکات پر
۸۱	سب کر سکر آباد ہیں۔	۶۳	اختلاف حرکت متغالی کے طویل	۳۳	اختلاف حرکت متغالی کے طویل
۸۹	اس آفتاب کے علاوہ چالیس	۶۴	کلی فی ملک بیون کی تفسیر	۳۴	کلی فی ملک بیون کی تفسیر
	آفتاب اور ہیں۔	۶۵	والشمس نجری مستقر لکائی تفسیر	۳۵	والشمس نجری مستقر لکائی تفسیر
۹۳	روئے تہ زمین ساعت تک ہتھیل	۶۶	و شمراک الشمس کی تفسیر	۳۶	و شمراک الشمس کی تفسیر
	عرش پر آفتاب کا۔	۶۷	اصل جبری لاجل سے کی تفسیر	۳۷	اصل جبری لاجل سے کی تفسیر
۹۳	سورج بارہ سورجون کو طے	۶۸	آیات قرآنی سے حرکت	۳۸	آیات قرآنی سے حرکت
	کر سکتا ہے۔		شمس کا بیان۔		شمس کا بیان۔
۹۴	باب آفتاب چاند کا بیان بتقدیر	۶۹	والشمس والقمر والنجوم سخرات	۳۹	والشمس والقمر والنجوم سخرات
	و متاخرین کے اختلافات۔		بامرہ کی تفسیر۔		بامرہ کی تفسیر۔
۹۵	چاند کے مقام میں اختلاف	۷۰	وقت جاذبہ کا بیان۔	۵۰	وقت جاذبہ کا بیان۔
۹۵	قعدہ اتمام۔	۷۱	شب و روز کی حقیقت	۵۱	شب و روز کی حقیقت
۹۹	چاند آباد ہیں۔	۷۲	غروب و طلوع کا بیان	۵۲	غروب و طلوع کا بیان
۱۰۱	چاند گرہ ہے۔	۷۳	حرکت بزمیہ کا حرکت شمس سے	۵۳	حرکت بزمیہ کا حرکت شمس سے
۱۰۲	اہتتاب کا فائدہ ذاتی نہیں ہے۔	۷۴	تعلق۔		تعلق۔
۱۰۶	سورج چاند کی روشنی کا امثالہ	۷۵	دو مشرق و دو مغرب کا	۵۴	دو مشرق و دو مغرب کا
۱۰۷	موجودہ کتبسان	۷۶	ذکر۔		ذکر۔
۱۰۸	چاند کی تین حرکیں۔	۷۷	بہت سے مشرق و مغرب	۵۵	بہت سے مشرق و مغرب
۱۰۹	چاند کا نالہ طلوع و غروب۔	۷۸	کا ذکر۔		کا ذکر۔
۱۱۰	چاند گرہ کی وجہ	۷۹	الم ترکیب و الفضل کی تفسیر	۵۶	الم ترکیب و الفضل کی تفسیر
۱۱۳	چاند گرہ کی حاکمہ کی خبر نہیں ہے	۸۰	الم برادالی ماخلق الشمس کی تفسیر	۵۷	الم برادالی ماخلق الشمس کی تفسیر

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۳	مخلع فرد عجب میں نہ چاہیے۔	۹۴	کوسٹ کی خلقت کے حساب۔
۱۱۴	باب نوان بارون کا بیان	۹۵	کوسٹ کے حالات
	سیاروں کے عدد میں اختلاف ہے۔	۹۶	ہیئتہ اسلامی میں کوسٹ کا بیان
		۹۷	باب گیارہواں شہاب ثاقب
۸۰	چاند سورج سیارہ زمین میں		کامیاب شہاب ثاقب کی طبیعت
۸۱	گیارہ سیاروں کا وجود		میں اختلاف۔
۸۲	کل سیارہ زمین کے آئندہ ہیں	۹۸	شہاب ثاقب کے حالات۔
۸۳	عطارد کا بیان۔	۹۹	فرش تھے اشیاء مادی کی
۸۴	زہرہ کا بیان۔		حوادث پیدا ہوئی تھی۔
۸۵	زمین کا بیان۔	۱۰۰	دوسری قسم کے شہاب ثاقب
۸۶	مریخ کا بیان۔	۱۰۱	اسلامی تحقیق شہاب ثاقب کی نسبت
۸۷	مشتری کا بیان۔	۱۰۲	چاند ستارے اور رجم مار دنیا
۸۸	زحل کا بیان۔		کے اوپر ہیں۔
۸۹	یورنس کا بیان۔	۱۰۳	باب تیرہواں تغلاد عالم میں۔
۹۰	نیپچون کا بیان۔	۱۰۴	اخبار میں تغلاد عالم میں ہجرت
۹۱	برسکان کا بیان۔		اختلاف ہے۔
۹۲	کل سیارہ شل ہماری زمین میں	۱۰۵	عالم سب کہاں ہیں۔
۹۳	باب دسواں دھماکے داروں کا	۱۰۶	یہ ستارے سب آباد ہیں۔
	بیان۔	۱۰۷	ورد دل۔

باسمہ جانہ ولی الحمد (اعتدال) حضرات۔ یہ کتاب فلسفۃ الاسلام کی جو بھی جلد ہوئے ہیں جس کے طبع ہوئے ہیں ان میں ہم وقتاً بوقتاً ہم قہریت عرض دعوات ہو سکتی ہیں نہانی لوگوں کی کہ جو پورا انتظام تصدیق کتاب کے لئے ضرورت تھی؟ ان کو بعد ہمارے کتاب میں غلط نامہ شامل کیا جاوے جس کے انتظام طبع کی طاعت ہو گا سباحت سلامت۔ کیا اس عذر گھنٹی کی ہو کہ ضرورت ہوئی کہ اس زمانہ میں کو بھی ہمدردی ہوئی؟ ہرگز نہیں۔

اور حسین ابی جلد میں اس کتاب کی کس مبارک آنکھ کی اعانت سے طبع ہوئی ہیں۔

محمّد الشیخ احمد مفتی حنہ

صحت نامہ فقہ الاسلام جلد ۴۴ فن ہیئت

صفحہ	فلا	صفحہ	فلا	صفحہ	فلا
۱	۱۲	موٹا نوس	کج	۵	کج
۳	۱۰	بوجی	قمرین	۱	قمرین
۴	۱۶	منکا	فلکی سے	۲۲	فلکی سے
۵	۱۷	مثل	بہی	۵	بہی
۶	۱۱	جریان	انتشرت	۱	انتشرت
۷	۲۱	(ع)	روشنی	۱۲	روشنی
۸	۸	لینے	عقوق	۱۹	عقوق
۹	۷	اور	زمینیں	۵	زمینیں
۱۰	۱۳	ستائے	(۶)	۲۲	(۶)
۱۱	۲۲	بنا پر تمام	فقہ کا	۲۲	فقہ کا
۱۲	۱۸	تمام	کثیر	۹	کثیر
۱۳	۷	ایسی	سج	۵	سج
۱۴	۱	اڈنے	رات کے	۴	رات کے
۱۵	۱۲	حرکت	تسویہ	۲۰	تسویہ
۱۶	۱۹	افلاک	ذکر مع	۶	ذکر مع
۱۷	۲۰	ہین	تعمیر	۷	تعمیر
۱۸	۲۱	بصری	جسکے	۱۹	جسکے
۱۹	۱	ہین اور یہ	حسین بن خالد	۱۵	حسین بن خالد

بصری ہے
ہین اور ان کے فلاح
بھی تحریک ہین اور یہ

فہرست مضامین کتاب فلسفۃ الاسلام جلد ہیئتہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸	چاند و شہاب سما و دنیا پر ہیں	۱	باب پہلا ماہیت افلاک
۲۹	آسمان فلک کے نیچے ہے۔	۲	مستحقین کے نزدیک فلک جسم نہیں ہے۔
۲۹	تفسیر ام السما ربنا ما۔	۳	اسلامی تعلیم میں فلک جسم نہیں جو
۳۱	احادیث و قرآن میں طبقات	۴	شیخ کے نزدیک فلک کی ماہیت
۳۱	آسمان کا ذکر ہے	۵	اور اگر کا ابطال شیخ سے
۳۲	ترتیب سات آسمانوں کی۔	۶	آسمان میں حسیق و التیام
۳۳	احادیث میں آسمانوں کا وزن۔	۷	باب دوسرا ماہیت آسمان
۳۴	آسمان سات ہیں۔	۸	عرف و لغت ہمارے سے
۳۴	باب پانچواں عرش و کرسی	۹	اسلامی تعلیم میں سما کے معنی
۳۶	عرش و کرسی کے معنی	۱۰	جناب امیر علیہ السلام کے خطبے
۴۱	عرش و کرسی مجسم ہیں۔	۱۱	سے سما کی حقیقت
۴۱	ساق عرش۔	۱۲	وہ اخبار جنہیں خلقت افلاک
۴۲	سداوقات	۱۳	بجائے بتائی ہے
۴۲	قوائیم عرش۔	۱۴	وہ اخبار جنہیں خلقت افلاک
۴۳	عرش خدا ستر اوار سے	۱۵	دھرم سے بتائی ہے
۴۳	منور ہوتا ہے	۱۶	وہ اخبار جنہیں خلقت افلاک
۴۳	قندیلوں کا ذکر	۱۷	یا آب محمد بتائی ہیں
۴۴	دوسرے طریقے سے قندیلوں کا ذکر	۱۸	وہ اخبار جنہیں آسمان کو مسدود
۴۵	حاصلان عرش و کرسی۔	۱۹	آب کہا ہے
۴۶	عجب و سداوت کی تاویل	۲۰	آسمان کا کبودی رنگ ہے
۴۶	عجب یوں کا ذکر	۲۱	افلاک بعد میں خلق ہوئے
۴۹	باب پانچواں مہیا ہا سے آسانی	۲۲	باب تیسرا حالات فلکی
۴۹	وجہ قاف و مہیاؤں کا علق۔	۲۳	آسمان مہیا سے جو ابر ہیں
۵۲	مہیا ہا سے نور کا ذکر۔		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۷۷	سورج کی حرارت ذاتی ہے۔	۵۳	جبل قاف نمل حرکتی ہے۔
۷۸	اسلام میں آفتاب کو محدث ٹوٹا	۵۳	جبل قاف زمرہ کے مانند ہے۔
۸۲	تار فرمایا ہے۔	۵۴	جبل قاف تمام خلوق کو محیط ہو
۸۳	وزن آفتاب۔	۵۴	جبل قاف کا طول و عرض
۸۴	باب ساقیان قنداق و آب است عالم	۵۴	باب چشما آفتاب کا بیان فلسفہ
۸۵	عالم جہانی سے عالم میں مختصر نہیں ہے	۵۵	جدید میں آفتاب کی حرکت
۸۶	سب کو سرسبز آباد ہیں۔	۵۵	اختلاف حرکت استوائی کے طول
۸۹	اس آفتاب کے غذا وہ چالیس	۵۶	کل فی ٹیکسیوں کی تفسیر
۹۰	آفتاب اور زمین۔	۵۶	والشمس بحری مستقر کا تفسیر
۹۱	روز و رات زمین ساعت تک تبدیل	۵۷	و سفر کرشمہ کی تفسیر
۹۲	عرش پر آفتاب کا۔	۵۹	کل بحری لاجل مسکن کی تفسیر
۹۳	یہ سوچ بارہ سورجون کو طے	۶۰	آیات قرآنی سے مرکزیت
۹۴	کر سکتا ہے۔	۶۱	شمس کا بیان۔
۹۵	باب آفتاب چاند کا بیان تقویم	۶۲	والشمس والقرآن نجوم مغزات
۹۶	و متاخرین کے اختلافات۔	۶۶	یامرہ کی تفسیر۔
۹۷	چاند کے مقام میں اختلاف ہو	۶۸	قوت جاذبہ کا بیان۔
۹۸	قعد و اقار۔	۶۸	شب و روز کی حقیقت
۹۹	چاند آباد ہیں۔	۶۹	غروب و طلوع کا بیان
۱۰۰	چاند گرہ ہے۔	۷۰	حرکت یومیہ کا حرکت شمس
۱۰۱	آفتاب کا نور ذاتی نہیں ہو۔	۷۱	طلوع۔
۱۰۲	سورج چاند کی روشنی کا اندازہ	۷۱	دو مشرق و دو مغرب کا
۱۰۳	محکمہ کا بیان	۷۲	ذکر۔
۱۰۴	چاند کی تین حرکتیں۔	۷۳	ہبت سے مشارق و مغارب
۱۰۵	چاند کا زوال طلوع و غروب۔	۷۴	کا ذکر۔
۱۰۶	چاند گرہن کی وجہ	۷۵	الم ترکیب و اطلال کی تفسیر
۱۰۷	چاند گرہن کسی حادثہ کی خبر نہیں ہے	۷۶	الم ترکیب و اطلال کی تفسیر

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۴	کوسٹ کی خلقت کے سبب	۱۱۳	نخل فرد عقب میں نہ چاہیے۔
۱۳۴	کوسٹ کے حالات	۱۱۴	باب نوالن سارون کا بیان
۱۳۶	ہینہ سلامی میں کوسٹ کا بیان		سیارون کے عددین اختلاف ہے۔
۱۳۹	باب گیر جهان شہاب ثاقب	۱۱۶	چاند سورج سیارون میں نہیں ہیں
	کا بیان شہاب ثاقب کی طبیعت میں اختلاف۔	۱۱۶	گیارہ سیارون کا وجود
۱۴۱	شہاب ثاقب کے حالات۔	۱۲۳	کل سیارہ زمین کے مانند ہیں
۹۹	فرشہ آسمانے مادی کی حرارت پیدا ہوتی ہے۔	۱۲۳	خطار کا بیان۔
۱۴۳	دوسری قسم کے شہاب ثاقب	۱۲۵	زہرہ کا بیان۔
۱۴۵	اسلامی تحقیق شہاب ثاقب کی نسبت	۱۲۶	زمین کا بیان۔
۱۵۱	چاند ستارے اور جوہر مار دنیا کے اوپر ہیں۔	۱۲۷	میرچ کا بیان۔
۱۵۲	باب تیرہواں قلعہ عالم میں۔	۱۲۸	مشتی کا بیان۔
۱۵۶	اخارج میں قلعہ عالم میں بیحد اختلاف ہے۔	۱۲۹	زحل کا بیان۔
۱۵۶	عالم سب کہاں ہیں۔	۱۳۰	یورین کا بیان۔
۱۵۸	یہ ستارے سب آباد ہیں۔	۱۳۱	نپچون کا بیان۔
۱۶۳	درود دل۔	۱۳۱	برکان کا بیان۔
		۱۳۱	کل سیارہ مثل ہماری زمین ہیں
		۱۳۱	باب دسواں دھارا تارون کا بیان۔

یاسمہ جان ولہ الحمد (اعتداز) حضرات۔ یہ کتاب فلسفہ اسلام کی جو بھی جلدیں جو تھیں
 جس کے طبع ہو نیکی کا نام ہے۔ فقہاء عالم عقلمت عرش و رجات جو سادہ و سنی نہانی اور کثرت کار
 کے جوہر اور انظام تصحیح کتاب نہ کر سکے اور ضرورت کی ہوں کہ بعد ہمارے کتاب میں غلط نامہ شامل
 کیا جاوے کہ انظام طبع کی طرک جو گایا ہست سہل تو کیا اس عذر گھنٹی کی ہر ضرورت ہو گئی
 ہماری قوم میں کچھ بھی جلد دی ہوئی؟ ہرگز نہیں
 دو کہیں اپنی جلدین اس کتاب کی کس مہلت ہاتھ کی اعانت سے طبع ہوتی ہیں۔
 آفم الشہداء احمد حق حق

صحیح نامہ فقہ الاسلام جلد ۲۴ فن ہیئت

صفحہ	صفحہ	مصحح	مصحح	مصحح	مصحح
۱۲	۱	موناوس	موناوس	کج	کج
۱۰	۳	بوی	بوی	قمرین	قمرین
۱۶	۴	شکا	شکا	فلکی سے	فلکی ہے
۱۷	۵	مخل	مخل	بھی	یہی
۱۱	۶	جریان	جریان	انتشرت	انتشرت
۲۱	۷	(ح)	(ح)	روشنی	روشنی
۸	۸	یہی	یہی	عیوق	عیوق
۷	۹	اور	اور	زمینیں	زمینیں
۱۲	۱۰	ستائے	ستائے	(۷)	(۷)
۲	۱۱	بنا پر تمام	بنا پر تمام	فققکا	فققکا
۱۸	۱۲	تمام	تمام	غیر	غیر
۷	۱۳	اسی	اسی	سج	سج
۱	۱۴	اونے	اونے	رات کے	رات کے
۱۲	۱۵	حرکت	حرکت	تسویہ	تسویہ
۱۹	۱۶	افلاک	افلاک	ذکر مع	ذکر مع
۲۰	۱۷	مین	مین	تجہ	تجہ
۲۱	۱۸	بصری سے	بصری سے	جسکی	جسکی
۱	۱۹	مین اور یہ	مین اور یہ	حسین بن خالد	حسین بن خالد

صفحہ	غلط	صفحہ	صفحہ	صفحہ	غلط	صفحہ	صفحہ
سیاق	ساق	۳۳	۵۸	نیچون	نجنون	۳۳	۷
نظارہ	نظام	۹	۵۹	چوتھا	پانچواں	۱۵	۷
علی	علی	۱۶	۶۴	رویح	روح	۲۱	۳۵
دوبارہ بخفے دلا	دہی سے	۱	۶۷	اختنت	اظلمت	۷	۲۷
شرقا	شرقا	۶	۷۰	ستولی سے	ستولی کر	۲۷	۳۸
وقیانوس	وقیانوس	۸	۷۰	مشیتہ	مشتبہ	۱۵	۳۹
زمین میں سے	زمین میں بن	۱۲	۷۹	اعظیم	اعظیم	۱۸	۷۰
نیشی	غیشی	۹	۸۱	آپ پر	آپ پر	۲۰	۷۰
محاز	محاز	۱	۸۳	یصفون	یصفون	۸	۴۰
محاز و استعارہ	محاز و استعارہ	۵	۷۰	یصفون	یصفون	۱۵	۷۰
نئی دنیا میں	نئی دنیا	۲۳	۸۵			۱	۴۱
اسطرح	مین اسطرح	۱	۸۶	زمین	زمین	۱۹	۴۲
پیدا فرماتا	پیدا فرمایا	۳	۸۸	(ز) یرید	یرید	۶	۵۰
ٹھیکر	ٹھیکر	۲۱	۹۱	ماحتاج	ماحتاج	۱۳	۵۱
گرید پر	گرید پر	۲۳	۷۰	دائرہ	دائرہ	۱۷	۵۲
دورہ	دری	۶	۹۷	طریقین بینی ختاوہ	طریقین متناوس	۷	۵۴
دورہ	دوری	۷	۷۰	سمیت	سمیت	۱۰	۵۵
آباد ہو	آباد ہوا	۱۸	۱۰۰	جو جکا	وجیکا	۶	۵۶
چاندنی	چاتی	۲۳	۱۰۲	لام	لازم	۱۷	۵۷

صفحہ نمبر	فصل	مصحح	(نوٹ) صفحہ ۲۱ میں نمبر ۲۵ بجائے ۲۶ کے ہے اور اسے طبع آئندہ نمبر بھی ناظرین کی نظر دیکھی تصحیح فرمائیں۔
۱۰۳	نورین	نورچین	
۱۰۶	برابر	برابر معلوم	
۱۰۰	خالص	خالص	
-	فہرہ	فہرہ	
۱۱۳	سبب نہیں	سبب نہیں	
-	مدخلت	مدخلت	
۱۱۹	دو مرداران	دو مرداران	
۱۲۲	ہیرین	ہیرین	
۱۲۶	کرہ ہوا کا کرہ	کرہ ہوا کا کرہ	
۱۳۱	مشہور یا ذکر	مشہور یا ذکر	
۱۳۹	ہاں صاحبیت	ہاں صاحبیت	
۱۲۹	بر	بر	
۱۳۱	پکار کر پکار	پکار کر پکار	
۱۳۳	ٹونس	ٹونس	
۱۳۵	سے رکھا	سے تعلق رکھا	
۱۳۶	کی سے	کی	
۱۳۵	آدم سے	آدم ہی	
۱۴۱	راند دی ہوئی	راند دی ہوئی	

اشتہار (رقیت) موعظہ فاخرہ (ایک لفظ)

یہ پہلا موعظہ ہو کہ جو جناب عجلالہ اسلام کف الانام قبلہ و کعبہ مفتی سید احمد علی صاحب قبلہ مجتہد العصر متع اللہ اسلمین بطول بقاہ خلف جناب مفتی صاحب قبلہ طاب ثراہ نے عراق سے تشریف لانے کے بعد مسجد آجی صاحب الشیخ محمد مالک تصویر عالم پریس لکھنؤ ڈھری غامیر

تعمیل ۱۹۵۵ء

